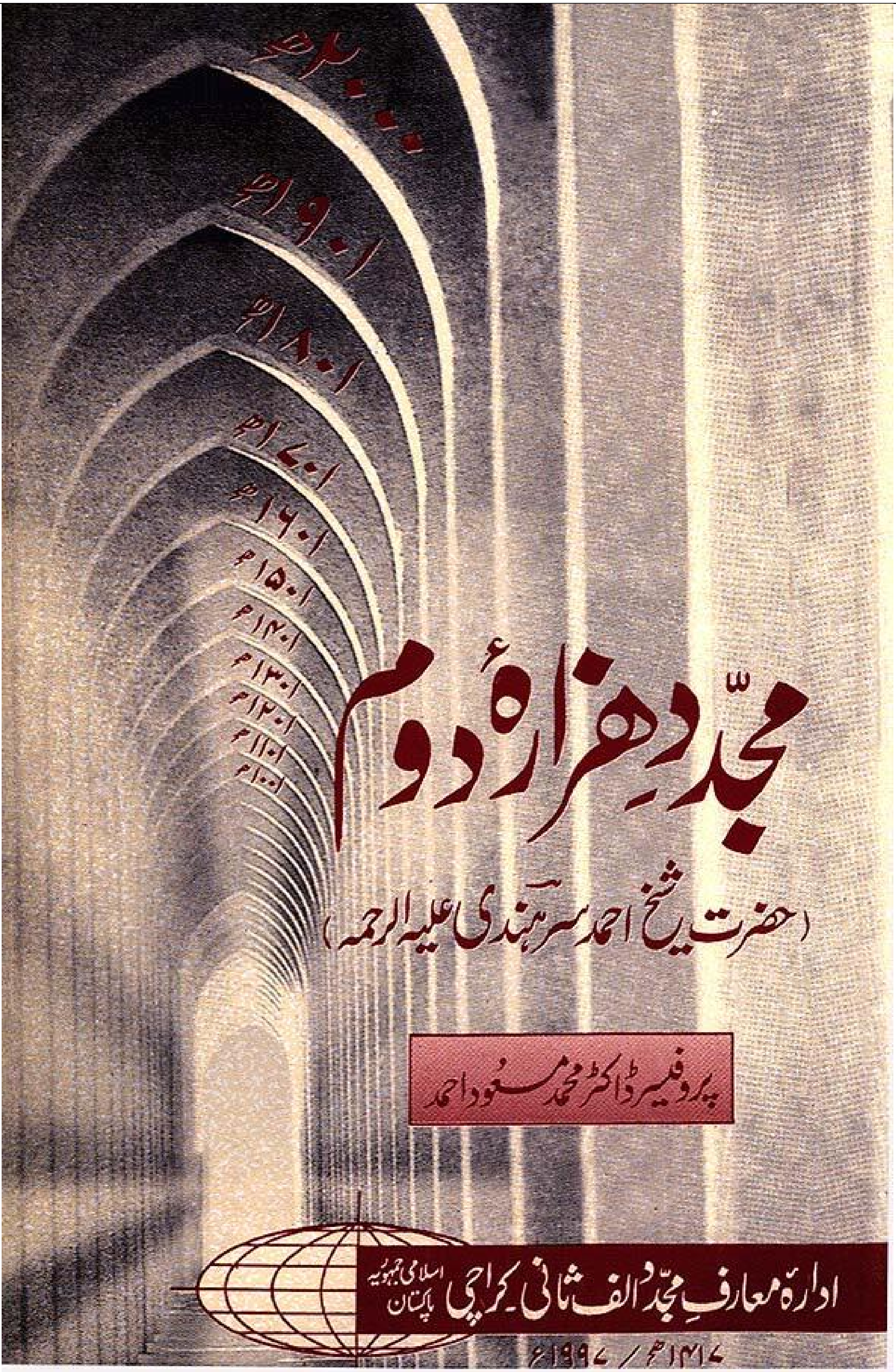

مجدّدِ ہزارۂ دوم

(حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارۂ معارفِ مجدّدِ الف ثانی۔ کراچی اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء

مجدّدِ ہزارۂ دوم

(حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارۂ معارفِ مجدّد الف ثانی ، کراچی

اسلامی جمہوریۂ پاکستان

۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء

مجددِ ہزارۂ دوم

(حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارۂ معارفِ مجدد الف ثانی ۔ کراچی

اسلامی جمہوریۂ پاکستان

۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء

مجدد ہزارہ دوم

(حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارۂ معارف مجدد الف ثانی ۔ کراچی

سلسلہ مجددیہ پاکستان

١٤١٦ھ / ١٩٩٦ء

حقوق طباعت بحق ادارہ محفوظ ہیں

(سلسلہ مطبوعات نمبر ۳)

نام کتاب	مجدد ھزارۂ دوم
مصنف	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
طابع و ناشر	حاجی محمد الیاس نقشبندی مجددی
تعاون	صاحب زادہ جمیل احمد شرقپوری
طباعت	۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء
اشاعت	اوّل
قیمت	۷۵ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ ادارۂ مسعودیہ، ۲ / ۶، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی (سندھ)
۲۔ مختار پبلی کیشنز، ۲۵۔ جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی (سندھ)

انتساب

مفتی اعظم ہند، شیخ الاسلام حضرت شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز کے نام نامی، جن کے فیض صحبت نے آداب زندگی سکھائے اور سکون و طمانیت کی دولت سے مالا مال کیا۔

قدسیوں کو بھی رشک اس جمعیت خاطر پہ ہے
کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

آئینہ

ابتدائیہ ۶

ایک منزل۔۔۔ دو راستے ۱۱

مجدد الف ثانی ۱۴

ڈاکٹر محمد اقبال، حضرت مجدد کے دربار میں ۱۵

مقالہ۔ ۱ ۱۷

تعارف حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر محمد اقبال

مقالہ۔ ۲ ۴۱

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی عظمت اور مرجعیت

مقالہ۔ ۳ ۵۳

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے دینی افکار و خیالات

مقالہ۔ ۴ ۱۱۱

حیات ڈاکٹر محمد اقبال

مقالہ۔۵ ۱۲۱

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے ڈاکٹر محمد اقبال کی
عقیدت و محبت

مقالہ۔۶ ۱۴۱

ڈاکٹر محمد اقبال کا تصور خودی اور نظریہ وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود

مقالہ۔۷ ۱۶۵

نظریۂ وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود اور مغربی مفکرین

مقالہ۔۸ ۱۸۷

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر محمد اقبال کی تعلیمات
میں شریعت و طریقت کی اہمیت

مقالہ۔۹ ۲۰۳

حضرت مجدد الف ثانی دنیائے مغرب میں

مآخذ و مراجع ۲۲۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ابتدائیہ

○

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی زمانے پر گہری چھاپ ہے۔ اس سلسلۂ عالیہ کے قافلہ سالار حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، ملّت اسلامیہ کے محافظ و نگہباں تھے، وہ اللہ کی عظیم نعمت تھے، وہ ابر باراں تھے۔ وہ بحر بیکراں تھے۔۔۔۔ جب دریائے رحمت الٰہی جوش میں آتا ہے تو فقیر جیسے سیہ کار وگنہ گار بھی نوازے جاتے ہیں۔۔۔۔ اس کے کرم کی کوئی انتہا نہیں۔۔۔۔ اس کے کرم کی کوئی حد نہیں۔۔۔۔ اس کے کرم کا کوئی حساب نہیں۔۔۔۔ ابھی آنکھیں بھی نہیں کھلتیں رحمت کی بارش ہونے لگتی ہے۔۔۔۔ دل چاہتا ہے کہ اس باران رحمت کا کچھ ذکر کر دیا جائے گو آپ بیتی بیان کرنے کا یہ محل نہیں مگر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے حوالے سے کچھ عرض کیا جاتا ہے، شاید یہ آپ بیتی آگے چل کر تاریخ کا حصہ بن جاتے۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا انعام واحسان ہے کہ فقیر نے نقشبندیہ مجددیہ علماً ومشائخ کے گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔۔۔۔ فقیر کے جد امجد حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۸۳۴ء) سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ وقت تھے اور والد ماجد مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۶۶ء) بھی اسی سلسلۂ عالیہ کے مرشد کامل تھے، فقیر خود بھی اسی سلسلے میں حضرت والد ماجد علیہ

الرحمہ سے بیعت ہے، آپ ہی کی اقتداء میں مسجد جامع فتحپوری، دہلی میں تقریباً پندرہ ۱۵ برس نماز باجماعت ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، آپ فقیر کے والد بھی ہیں، مرشد بھی ہیں، مربی بھی ہیں اور استاد بھی مسجد فتحپوری ہی میں برادران گرامی علامہ مفتی محمد مظفر احمد اور ڈاکٹر حافظ محمد احمد علیہما الرحمہ کی اقتداء میں بھی نمازیں پڑھیں۔

ان سعادتوں کے علاوہ فقیر کو بچپن سے لے کر نو عمری تک یہ سعادت بھی حاصل رہی کہ نماز عیدین کبھی برادر گرامی مفتی اعظم سندھ حضرت علامہ محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۷۰ء) کی اقتداء میں جامع مسجد فیروز شاہی، دہلی میں ادا کی۔ جہاں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے، حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ (م۔ ۱۶۰۳ء) سے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔۔۔ اور کبھی دوسرے برادر گرامی حضرت علامہ مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۸۱ء) کی اقتداء میں مسجد خیر المنازل، دہلی میں ادا کی۔ جہاں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی (م۔ ۱۶۴۲ء) نے برسوں درس و تدریس کے فرائض انجام دئے اور علم حدیث کی روشنی پھیلائی۔۔۔۔ معمول یہ رہا کہ نماز عید کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ اور حضرت امیر خسرو علیہما الرحمہ کے درباروں میں حاضری دیتے، پھر حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوتے، حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی اور دوسرے خاندانی بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے پھر گھر واپس آتے۔۔۔۔ تقریباً تیرہ (۱۳) برس یہی معمول رہا یعنی ۱۹۳۴ھ سے ۱۹۴۶ء تک۔۔۔۔

فقیر کے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ خانقاہی تعصبات سے بہت بلند تھے۔ تمام سلاسل کے مشائخ سے مخلصانہ تعلقات رکھتے تھے جن کی فہرست بہت طویل ہے۔ الحمد للہ حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے فقیر کا دل بھی تمام خانقاہی تعصبات سے پاک ہے۔ تمام سلاسل طریقت کے

مشائخ کرام سے تعلق خاطر ہے، فقیر پر ان کی عنایتیں رہیں اور ہیں۔ ان حضرات کی فہرست بہت طویل ہے.... یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۹۵۶ء میں جب سندھ یونیورسٹی میں ایم۔ اے میں داخلہ لیا تو صدر شعبہ، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت استاذی پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں صاحب تھے جن سے فقیر نے بہت کچھ سیکھا، پھر جب ۱۹۵۸ء میں سرکاری ملازمت کا آغاز ہوا تو جہاں تقرری یا تبادلہ ہوا وہاں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے خاندان عالی یا نقشبندیہ بزرگوں سے ضرور رابطہ رہا۔ یہ حسن اتفاق نہیں بلکہ اللہ کا خاص کرم ہے....

○

فقیر نے جب تحریر کا آغاز کیا تو سب سے پہلے سلسلہ قادریہ کے بزرگ میر سید علی غمگین دہلوی پر کام کیا موصوف کے حالات اور شاعری پر اور ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۵ء کے درمیان پاک و ہند سے متعدد مقالات شائع ہوتے۔ ۱۹۶۰ء میں سلسلہ چشتیہ کے شیخ وقت حضرت جمال الدین ھانسوی الخطیب علیہ الرحمہ پر مقالہ لکھا جو ہندوستان سے شائع ہوا۔ ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۳ء کے درمیان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے قافلہ سالار حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر کام کیا اور طویل مقالہ قلم بند کیا جو ہندوستان سے شائع ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں سلسلہ کبرویہ کے میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ کے رسالہ فتوتیہ پر مقالہ قلم بند کیا، یہ بھی ہندوستان سے شائع ہوا.... ۱۹۶۲ء ہی میں سلسلہ شطاریہ کے شاہ محمد غوث گوالیاری پر مقالہ لکھا جو ہندوستان سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ بھی مقالات قلم بند کئے گئے جو پاک و ھند سے شائع ہوتے رہے۔ ۱۹۷۰ء میں سلسلہ قادریہ کے مشہور عارف و عالم شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ پر کام شروع کیا اور بکثرت مقالات اور کتب و رسائل قلم بند

کیے۔۔۔اس موضوع پر پچیس سال کام کیا تا آں کہ آپ کی شخصیت اور علمی و ملی خدمات پر عالمی جامعات میں کام شروع ہوا اور تحقیقی مقالات پیش کیے گئے اور مسلسل پیش کیے جارہے ہیں۔

۱۹۶۴ء میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ پر کام کو آگے بڑھایا "حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال" کے عنوان سے ایک طویل مقالہ قلم بند کیا جو ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۵ء کے درمیان اقبال ریویو (کراچی۔ لاہور) میں تین قسطوں میں شائع ہوا۔ بعد میں یہ مقالہ اسلامی کتب خانہ، سیال کوٹ نے ۱۹۸۰ء میں کتابی صورت میں شائع کیا۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر تحقیق کے سلسلے میں جب مغرب سے رابطہ ہوا تو معلوم ہوا حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر مغرب میں کافی کام ہوا ہے چناں چہ ایک مقالہ بعنوان "حضرت مجدد مغرب میں" قلم بند کیا جو ماھنامہ فکر و نظر (کراچی۔ اسلام آباد) میں ستمبر ۱۹۶۵ء کے شمارے میں شائع ہوا [1] ۔۔۔۔ علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری علیہ الرحمہ نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر "تجلیات امام ربانی" کے نام سے ایک وقیع کتاب لکھی (لاہور، ۱۹۷۸ء)، اس پر تقدیم کے لیے فقیر سے کہا گیا چناں چہ علامہ مرحوم کی خواہش پر تقدیم قلم بند کی جو ۱۹۷۸ء میں لاہور سے کتاب کے ساتھ شائع ہوئی، نومبر ۱۹۹۶ء میں حضرت مجدد الف ثانی کی عظمت و مرجعیت اور افکار و خیالات پر دو مقالات قلم بند کیے۔۔۔۔اول الذکر دونوں مطبوعہ مقالات نیز دونوں ۔۔ غیر مطبوعہ مقالات اور تقدیم کو نو ۹ مقالات پر تقسیم کر کے اب کتابی صورت میں شائع کیا جارہا ہے تاکہ اہل طریقت اور اہل علم مستفید ہو سکیں، ۔۔۔۔ ان مقالات میں تعلیقات و حواشی ہر مقالے کے ساتھ رکھے ہیں فقیر حضرت صاحب زادہ جمیل احمد شرقپوری کے مسلسل تعاون اور کرم فرمائی کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ محترم کمانڈر محمد ظفر صاحب نقشبندی کا بھی ممنون ہے کہ انھوں نے

ان مقالات کو کمپوز کرا کے کتابی شکل دی، سید عابد حسین شاہ صاحب کا ممنون ہے کہ انھوں نے پروف پر نظر ثانی فرمائی برادرم جناب نور محمد نقشبندی کا بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے ٹائیٹل کا ڈیزائن بنا کر ازراہ محبت و خلوص عنایت فرمایا۔۔۔۔ برادران گرامی حاجی معراج الدین نقشبندی اور حاجی محمد الیاس نقشبندی کا بھی ممنون ہوں کہ ان حضرات نے طباعت و اشاعت کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ تمام محسنین و معاونین کو پورا پورا صلہ عطا فرمائے اور اس خدمت کو ہم سب کیلئے رشد و ہدایت کا وسیلہ بنائے آمین! بجاہ سید المرسلین رحمتہ للعالمین علیہ و علیٰ آلہ و ازواجہ و اصحابہ وسلم!

۹ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ	احقر محمد مسعود احمد عفی
۸ جولائی ۱۹۹۵ء	۲/ ۱۷۔ سی
یوم دوشنبہ	پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ سوسائٹی
	کراچی۔ سندھ

راقم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر کئی سال کام نہ کر سکا۔ اس عرصے میں کئی فضلاء نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر ڈاکٹریٹ کے لئے مقالات لکھے مثلاً ڈاکٹر سراج احمد، ڈاکٹر بابر بیگ مغل، ڈاکٹر محمد انصار اللہ وغیرہ۔ یہ مقالات بالترتیب سندھ یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی اور سندھ یونیورسٹی سے منظور ہوئے۔ بیرونی دنیا میں بھی بہت کچھ کام ہوا۔ ۲۴ سال قبل راقم نے اس کام کا جائزہ لیا تھا جو اس کتاب میں شامل ہے مگر اب اتنا کام ہو چکا ہے کہ مستقل مقالہ لکھنے کی ضرورت ہے۔ کوئی فاضل اس طرف متوجہ ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر کام کرنے کے لئے نقشبندی فاؤنڈیشن فار اسلامک ایجوکیشن (شکاگو) نے مکتوبات امام ربانی پر تحقیق کے لئے ڈاکٹر آرتھر بیلور (سالم عبداللہ) کو ریسرچ گرانٹ دی ہے حسین علمی ایشیق، (استانبول) کی خدمات تو ناقابل فراموش ہیں۔ مسعود

ایک منزل۔۔۔ دو راستے

۱۔ وہ راستے جو جناب قدس کی طرف پہنچانے والے ہیں، دو ہیں۔۔۔ ایک راستہ وہ ہے جس کا تعلق قرب نبوت علی اربابہا الصلوۃ و السلام کے ساتھ ہے، اور اصل الاصول تک پہنچانے والا ہے، اس راہ کے واصلین بالاصالت انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیمات ہیں، اور ان کے صحابہ اور باقی امتوں میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازیں اگرچہ وہ قلیل بلکہ اقل (بہت ہی کم) ہیں [۱]، اور اس راہ میں توسط و حیلولہ نھیں ہے، جو کوئی بھی ان واصلوں میں سے فیض حاصل کرتا ہے وہ بغیر کسی توسط کے اصل سے اخذ کرتا ہے اور کوئی ایک دوسرے کے لئے حائل نھیں۔

۲۔ اور دوسرا راستہ قرب ولایت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اقطاب، اوتاد، ابدال و نجباء اور عام اولیاء اللہ، سب اسی راہ سے واصل ہوتے ہیں، اور راہ سلوک سے مراد یہی راہ ہے بلکہ جذبۂ متعارفہ بھی اسی میں داخل ہے اور توسط اور حیلولہ بھی اس راہ میں ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا اور اس کے سرگروہ اور ان بزرگوں کے فیض کا منبع حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان منصب آپ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مقام پر گویا آنسرور علیہ وعلی آلہ

الصلوۃ والسلام کے دونوں مبارک قدم آپ کرم اللہ تعالی وجہ کے سر مبارک پر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر نشاء عنصری سے پیشتر بھی اس مقام کے ملجا و ماوی تھے جیسا کہ آپ نشاء عنصری کے بعد ہیں اور جس کسی کو بھی اس راہ سے فیض و ہدایت پہنچتی ہے وہ آپ ہی کے توسط سے پہنچتی ہے کیوں کہ آپ اس راہ کے نقطہ منتہی کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز آپ سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کا دور ختم ہو گیا تو یہ منصب عظیم القدر حضرات حسنین رضی اللہ تعالی عنہما کو بالترتیب سپرد اور مسلم ہوا، اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک کو علی الترتیب اور تفصیل وار قرار پایا، اور ان بزرگوں کے زمانے میں اور اس طرح ان کے انتقال کے بعد بھی جس کسی کو بھی فیض و ہدایت پہنچتی رہی وہ انھیں بزرگوں کے توسط سے اور انھیں کے حیلولہ سے پہنچتی رہی خواہ وہ اقطاب و نجباء وقت ہی کیوں نہ ہوں، سب کے ملجا و ماوی یہی بزرگوار ہیں کیوں کہ اطراف کو اپنے مرکز کے لاحق ہونے کے بغیر چارہ نھیں ہے، یہاں تک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک یہ نوبت پہنچ گئی اور جب یہ نوبت ان بزرگوار کے پاس گئی تو منصب مذکور آپ قدس سرہ کے سپرد ہو گیا۔۔۔ ائمہ مذکورین اور شیخ قدس سرہ کے درمیان اس مرکز پر کوئی اور مشہود نھیں ہوتا۔۔۔ اور اس راہ میں فیض و برکات کا وصول جس کو بھی ہوا خواہ وہ اقطاب و

تجلیات ہوں، آپ ہی کے توسط شریف سے مفہوم ہوتا ہے
کیوں کہ یہ مرکز ان کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں ہوا، اس
لئے آپ نے فرمایا ہے۔

اَفَلَتْ شُمُوسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا
اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتَغْرُبُ

(جب تمام اگلوں کے سورج غروب ہو گئے تو ہمارا سورج ہمیشہ ہمیش روشنی دیتا رہے گا)

مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ قدس سرہ کے نائب مناب ہیں اور حضرت شیخ قدس سرہ کی نیابت ہی سے یہ معاملہ ان کے ساتھ وابستہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُوْرِ الشَّمْسِ

(چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے فیضیاب ہے)[2]

[1] --- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے آپ بھی ان چنیدہ اور برگزیدہ نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن کو اس راہ سے فیض ملا ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ مسعود

[2] --- مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد سوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء، ص ۲۸۹۔۱۰۲

مجدد الف ثانی

جاننا چاہیئے کہ ہر ۱۰۰ سو سال پر ایک مجدد گزرا ہے۔۔۔۔
لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور
ہے۔۔۔ جس قدر ۱۰۰ (سو) اور ۱۰۰۰ (ہزار) میں فرق
ہے اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ ان دونوں مجددوں
میں فرق ہے۔۔۔ اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ جو فیض اس
مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے اس کے واسطے سے
پہنچتا ہے، خواہ اس وقت کے اقطاب و اوتاد ہوں اور
خواہ ابدال و نجباء

(احمد سرہندی: مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر ۴، بنام میر محمد نعمان، مطبوعہ کراچی
۱۹۹۱ء، ص ۵)

ڈاکٹر محمد اقبال، حضرت مجدد کے دربار میں

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(اقبال: بالِ جبریل، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۲۱۱-۲۱۲)

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالہ

۱

سیرت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ

برصغیر پاک و ہند میں بہت سے مفکرین و مجددین ہوتے جن میں چار نہایت ممتاز ہیں۔

۱۔ شیخ احمد سرہندی حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء)

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء)

۳۔ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء)

۴۔ ڈاکٹر محمد اقبال سیالکوٹی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء)

ان چاروں مفکّرین میں بعض حیثیات سے حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ مختلف محققین نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اس امتیاز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے۔

شیخ احمد ۔۔۔ جو شاہ ولی اللہ اور اقبال سے پہلے اسلامی ہند کے نہایت ہی طاقتور مفکّر گزرے ہیں ۔۔۔ نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ عالم اسلام کے علمائ و صوفیہ میں اعلیٰ ترین مقام کے مالک ہیں (ترجمہ انگریزی) [1]

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی علمی اور روحانی فضیلت کو پاک و ہند کے اکثر علمائے و صوفیہ نے سراہا ہے اور اپنی تصانیف میں جا بجا آپ کی کتابوں سے حوالے دیے ہیں۔ چودھویں صدی کے جلیل القدر عالم و فقیہ، حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی تصانیف میں آپ کے اقوال وارشادات سے استدلال فرمایا ہے [2] اسی طرح ان کے صاحبزادے، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۲ء) نے بھی استدلال کیا ہے [3] اور دوسرے صاحبزادے مفتی اعظم مولانا مصطفٰے رضا خاں مد ظلہ العالی نے مولانا عبدالغفار رام پوری کی کتاب "آثار المبتدعین لاہدام حبل اللہ المتین" کا تعاقب کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا دفاع کیا ہے [4]

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بارے میں بعض حضرات نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ نے خود دعویٰ تجدید فرمایا [5]، صحیح نہیں۔ امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے متعلق بھی بعض لوگوں نے اسی قسم کا اظہار خیال کیا ہے، جو صحیح نہیں۔ [6] حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے عہد مبارک میں سیالکوٹ کے ایک جلیل القدر عالم، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی (م۔ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۷ء) نے حضرت مجدد کے نام ایک مکتوب میں اس لقب سے نوازا۔ [7] پھر یہ لقب زبان زد خاص و عام ہو گیا، حتیٰ کہ آپ کے نام نامی پر غالب آگیا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا سلسلہ نسب ۲۹ واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے چودھویں جد سلطان شہاب الدین المعروف فرخ شاہ کابلی، والیٔ کابل تھے۔ [8] پانچویں جد حضرت امام رفیع الدین، شیخ جلال الدین بخاری علیہ الرحمہ (م۔ ۷۸۵ھ / ۱۳۸۳ء) کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے اور سہرند (سرہند) آباد کیا۔ [9] اسی شہر میں ۹۷۱ھ میں

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ولادت ہوئی۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے والد کا اسم گرامی شیخ عبدالاحد (م۔ ۱۰۰۷ھ / ۱۵۹۸ء) تھا۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی (م۔ ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء) کے صاحبزادے شیخ رکن الدین علیہ الرحمہ (م۔ ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء) سے آپ کو سلسلہ چشتیہ میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ [10] حضرت شیخ عبدالاحد جلیل القدر عالم و عارف تھے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بیشتر علوم اپنے والد سے حاصل کیے۔ آپ کے علاوہ مولانا کمال الدین کشمیری، مولانا یعقوب کشمیری اور قاضی بہلول بدخشی وغیرہ سے علوم معقول و منقول کی تحصیل فرمائی۔ [11] امارت قلعہ گوالیار کے زمانے (۱۰۲۸ھ / ۱۰۲۹ھ) میں قرآن کریم حفظ کیا۔ [12] تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً ۹۹۸ھ میں دارالسلطنت اکبر آباد (آگرہ) تشریف لائے اور یہاں دربار اکبری کی دو اہم شخصیتوں یعنی ابوالفضل اور فیضی کے ساتھ صحبتیں رہیں۔ فیضی کی تفسیر سواطع الالہام (۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء) میں ایک جگہ آپ نے اس کی مدد بھی کی۔ [13] لیکن بعد میں ان دونوں بھائیوں کی بے راہروی کی وجہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد علیہ الرحمہ کے ہمراہ اکبر آباد سے واپس سرہند روانہ گئے۔ راستے میں تھانیسر کے شیخ سلطان کی لڑکی سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا عقد ہوگیا۔ شیخ سلطان، اکبر بادشاہ کے مقربین میں تھے۔ [14] اس طرح اہل خانہ کا شاہی دربار سے ایک گونہ تعلق ہوگیا اور تبلیغ و ارشاد کی ایک نئی راہ کھل گئی۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا سلسلۂ طریقت متعدد واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں ۲۱ واسطوں سے، سلسلہ قادریہ میں ۲۵ واسطوں سے اور سلسلہ چشتیہ ۲۷ واسطوں سے [15]۔۔۔ سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد

شیخ عبدالاحد سے بیعت تھے اور اجازت و خلافت حاصل تھی۔۔۔۔۔سلسلہ قادریہ میں شاہ کمال کیتھلی سے خرقہ خلافت حاصل تھا۔[16]۔۔۔۔ ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ باقی باللہ (م ۱۰۱۲ھ / ۴-۱۶۰۳ء) سے مستفیض ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت حاصل کی[17] اور آسمان علم و عرفان پر آفتاب بن کر چمکے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی نظر میں جو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا مقام و مرتبہ تھا[18] وہ زبدۃ المقامات حضرات القدس اور مجمع الاولیاءُ وغیرہ معاصر کتب تاریخ و سیر سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اصلاحی کوششوں کا آغاز اکبر بادشاہ کے عہد حکومت سے ہوا اور جہانگیر بادشاہ کے عہد حکومت میں یہ کوششیں بار آور ہوئیں۔ اسی عہد میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی اصلاحی کوششوں کا جائزہ لینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تاریخی پس منظر پیش کر دیا جائے تاکہ ان کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔

پہلے دَور[19] میں اکبر ایک مخلص مسلمان کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔ دوسرے دَور میں فتح پور سیکری میں عبادت خانے کی تعمیر ہوتی ہے، جہاں علماءِ اسلام مباحثِ علمیہ میں مصروف نظر آتے ہیں، رفتہ رفتہ یہاں عیسائی پادریوں اور اربابِ عقل کا عمل دخل ہو جاتا ہے اور بات بگڑنے لگتی ہے۔۔۔۔ دوسرا دَور تیسرے دَور کا نقطہ آغاز تھا۔۔۔۔ تیسرے دور میں دین الٰہی کا آغاز ہوا اور وہ کچھ ہوا جو ناگفتنی ہے، ہر وہ کام کیا جانے لگا جو اسلام کے سراسر منافی ہے مثلاً کلمہ طیبہ میں "محمد رسول اللہ" کی جگہ اکبر خلیفتہ اللہ پڑھا جانے لگا، گائے کی قربانی پر پابندی لگا دی گئی۔ خنزیر اور کتوں کا احترام ہونے لگا۔ شراب اور جوا عام ہو گیا، اکبر نے علماء کو بالجبر شراب پلائی، عورتوں کی بے حجابی عام ہو گئی۔ پردہ پر پابندی لگا دی گئی۔ "زمین بوس" کے نام سے سجدہ کا آغاز کیا گیا۔ عالم دعا می سب بادشاہ

کے آگے سجدہ ریز ہونے لگے، بعض مساجد ڈھادی گئیں اور مدارس عربیہ مسمار کر دیے گئے، داڑھیاں منڈوادی گئیں اور شعائر اسلام کا بر سرعام مذاق اڑایا جانے لگا ---- اس ساری خرابی میں بعض علمائے دین کی باہمی چپقلش، دنیا سے محبت، مختلف ادیان کے علما کی اکبر سے ملاقات، اکبر کی جہالت و بے علمی، ہندو عورتوں کی حرم شاہی میں شمولیت اور ہندو سیاست کا بڑا دخل ہے ---- عہد اکبری کے ایک بے باک و نڈر مورخ، ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب منتخب التواریخ میں عہد اکبری کے چشم دید پوست کندہ حالات لکھے ہیں [۲۰] ---- عہد اکبری کے مشہور شاعر ملا شیری سیالکوٹی نے تو اپنے فارسی قطعہ میں اکبر کے دعویٰ نبوت اور دعویٰ الوہیت کا ذکر کیا ہے۔

بادشاہ امسال دعویٰ نبوت کردہ است
گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن [۲۱]

عہد اکبری کے مورخ نظام الدین احمد نے طبقات اکبری [۲۲] (۱۰۰۱) میں اُس محضر نامہ کا ذکر کیا ہے [۲۳] جو اکبر کے دعویٰ نبوت کی تمہید ثابت ہوا۔ لیکن نظام الدین احمد نے بڑی احتیاط سے قلم اٹھایا ہے ایک جابر و قاہر بادشاہ کے ہوتے کھل کر لکھنا کوئی آسان کام نہ تھا ---- ابوالفضل کی آئین اکبری سے [۲۴] اکبر کی بے راہ روی سے متعلق بہت سی باتوں کا بالواسطہ علم ہوتا ہے۔ ابوالفضل کا انداز مورخانہ نہیں، خوشامدانہ ہے [۲۵] ---- ابوالفضل نے اکبر نامہ میں [۲۶] بھی یہی طرز اختیار کیا ہے مگر پھر بھی بہت سے سربستہ راز معلوم جاتے ہیں۔

عہد جہانگیری کے مورخ محمد قاسم ہندو شاہ استرآبادی نے اپنی تاریخ فرشتہ میں [۲۷] (۱۶۰۶ء تا ۱۶۱۱ء) اکبر کے بعض چشم دید حالات لکھے ہیں مگر حالات کے

دباؤ کی وجہ سے اس نے بہت سی باتوں کو چھپایا ہے، ۔۔۔۔ اس عہد کی ایک اور کتاب، خلاصۃ المعارف فی اسرار العقائد (۱۰۳۵ھ / ۱۰۳۷ء) میں شیخ آدم بنوری علیہ الرحمہ نے بہت سی گمراہیوں اور بے راہ رویوں کا ذکر کیا ہے ۔۔۔۔ اسی عہد کے ایک اور مورخ معتمد خان نے جہانگیر نامہ میں [۲۸] اکبر کے بعض حالات لکھے ہیں جن کی عہد اکبری کے مؤرخوں کے بیانات سے تصدیق ہوتی ہے، بالواسطہ بھی اور بلاواسطہ بھی۔

عہد عالمگیری کے مؤرخ محمد ہاشم خافی خاں نے اپنی تاریخ منتخب اللباب (حصہ اول) میں بعض ایسے حالات لکھے ہیں جن سے بالواسطہ اکبر کی بے راہروی کا علم ہوتا ہے، مگر اس نے بعض مقامات پر اکبر کا دفاع کیا ہے۔ اس میں جہانگیر کی شراب سے توبہ، شاہجہان کی شراب نوشی اور پھر توبہ کا ذکر ہے۔

عہد شاہجہانی کے صاحبِ دبستانِ مذاہب [۲۹] نے بھی ایسے حقائق لکھے ہیں، جن سے آخری دور میں اکبر کی بے راہ روی کا اندازہ ہوتا ہے۔ صاحبِ دبستانِ مذاہب ایک ایسا مؤرخ نظر آتا ہے جس نے ہر قدم پر مؤرخانہ آن کو قائم رکھا ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں ۲۸ سے زیادہ مذاہب و ادیان کا ذکر کیا ہے، پھر بھی یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ لکھنے والے کا تعلق کس مذہب سے ہے۔ بعض حضرات اس کا نام محسن فانی بتاتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ پارسی تھا، واللہ اعلم

عہد شاہجہانی کے ایک اطالوی سیاح نکولس مینوکی [۳۰] نے دین الٰہی کی اختراعات کا ذکر کیا ہے۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ اکبر نے سکندرہ میں ایک باغ کے اندر اپنا مقبرہ بنوایا تھا۔ باغ کے دروازے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے اور حضرت مریم علیہا السلام کی تصاویر تھیں۔ اورنگ زیب نے اپنے عہد حکومت میں ان کو ختم کروایا اور سفیدی پھروادی۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے جب اورنگ زیب،

شیواجی سے برسرپیکار تھا تو باغی اس مقبرے میں گھس آئے، تمام طلائی سامان اور جواہرات لوٹ لئے۔ قبر کھود کر اکبر کی ہڈیاں نکالیں اور ان کو جلا کر خاکستر کر دیا [۳۱]

پروفیسر محمد مجیب [۳۲] اور پروفیسر محمد اسلم [۳۳] نے اپنی تصانیف میں عہد اکبری کی بہت سی بدعات اور گمراہیوں کا ذکر کیا ہے، جن کی دسترس میں معاصر تاریخیں نہ ہوں وہ ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں

جن مقاصد کے حصول کے لئے جدو جہد کی۔ بقول کے۔ ایم پانیکر [۳۴] وہ یہ تین اہم مقاصد تھے۔

(ا) قومی حکومت کا قیام

(ب) ہندوؤں سے مفاہمت

(ج) متحدہ ہندوستان

یہ تینوں مقاصد حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مقاصدِ جلیلہ کی ضد تھے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے مندرجہ ذیل تین مقاصد کے حصول کے لئے جدو جہد کی۔

(ا) اسلامی حکومت کا قیام

(ب) ہندوؤں سے عدم مفاہمت

(ج) اسلامی ہند کی تعمیر

انھیں مقاصد کے حصول کے لئے چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا خاں بریلوی نے بھرپور جدو جہد کی [۳۵]

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے ان مقاصد کے حصول کے لئے مندرجہ ذیل شعبوں میں بھرپور جدو جہد کی اور اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔

(ا) شریعت و طریقت

(ب) سیاست و حکومت

(ج) معاشرت و معیشت

عوام و خواص شریعت سے بیگانہ ہوتے جارہے تھے۔ آپ نے اپنے علمی مکالمات اور مکتوبات کے ذریعہ آشنائے شریعت کیا[۳۶]۔۔۔۔ بیشتر صوفیہ، طریقت کی اصلیت سے ناواقفیت کی بناء پر گمراہ ہورہے تھے، آپ نے ان کو طریقت کا واقف کار بنایا[۳۷]۔۔۔۔ نظریہ وحدۃ الوجود کی غلط تعبیرات کی بنا پر ایک عالم گمراہ ہو رہا تھا، آپ نے اس نظریہ کی لاج رکھی اور اس کے ساتھ نظریہ وحدۃ الشہود پیش کیا، جو دل و دماغ دونوں سے قریب تھا[۳۸]۔ یہی نظریہ تھا جس نے فکر اقبال میں ایک انقلاب پیدا کیا اور ایک نئی روح پھونکی[۳۹]۔۔۔۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ، اقبال کی آرزو و تمنا تھے۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

سیاست و حکومت میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جو اہم کارنامہ انجام دیا وہ اکبر کے ایک قومی نظریہ کے خلاف دو قومی نظریہ کا اعلان تھا۔۔۔۔ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے اکبر نے دین الٰہی کے نام سے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی، اس دین کا مقصد یہی تھا کہ ہندو اور مسلمانوں کو ملا کر ایک نئی قوم تیار کی جائے، اسی نہج پر چودھویں صدی ہجری میں مسٹر گاندھی نے کام کیا۔ بہرکیف حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس کے خلاف موثر جدو جہد کی اور یہ دین اپنی موت مرگیا اور رفتہ رفتہ اس کے اثرات بھی زائل ہو گئے۔ چنانچہ پاکستان ہسٹری بورڈ کی تالیف، اے شارٹ ہسٹری آف ہند و پاکستان کے مؤلف نے لکھا ہے۔

" جہانگیر کے تخت نشینی کے بعد دین الٰہی اپنی موت مرگیا

"---- بہرکیف اس الحاد وارتداد کے خلاف جو زوردار آواز اٹھائی گئی وہ شیخ احمد کی آواز تھی، جن کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔" (ترجمہ انگریزی [۴۰])

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اکبر کے ایک قومی نظریہ کے خلاف دو قومی نظریہ پیش کیا اور یہ بتایا کہ کفر و اسلام دو علیحدہ حقیقتیں ہیں جو کسی طرح یکجا نہیں ہو سکتیں۔ اس سلسلے مین آپ نے بہت سے مکتوبات تحریر فرمائے [۴۱] آپ کی کوششیں دورِ جہانگیری میں بار آور ہوئیں اور جہاں گیر نے امور مذہب و سیاست میں مشورہ کے لئے علماء کا ایک کمیشن مقرر کیا۔ [۴۲]

اس کے بعد دور شاہجہانی اور پھر دور عالمگیری میں حضرت کی مساعی نے اپنا رنگ دکھایا ---- ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے دور عالم گیری کو حضرت مجدد کی مساعی کا نقطہ عروج قرار دیا ہے [۴۳] ---- اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے ---- حضرت مجدد کی سیاسی تعلیمات کے اثرات آنے والی چار صدیوں پر بہت گہرے پڑے ---- ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے لکھا ہے۔

"شیخ کے اثرات مغرب میں افغانستان، وسط ایشیا اور سلطنت عثمانیہ تک اور مشرق میں ملایا اور انڈونیشیا تک پھیل گئے" [۴۴]
(ترجمہ انگریزی)

چودہویں صدی ہجری میں امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر محمد اقبال [۴۵] نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے دو قومی نظریہ کے احیاء کے لئے سخت جدو جہد کی ---- اس صدی میں بعض دوسرے علماء نے بھی کوششیں کیں مگر ان کی کوششیں مصلحتوں کا شکار ہو کر ایسے نشیب و فراز سے گزریں کہ مؤرخ کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہ کوششیں خالص اسلام کے لئے تھیں یا مطلق آزادی کے لئے ----

.بہرکیف گیارہویں صدی ہجری میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ ہی وہ بطل جلیل نظر آتے ہیں جنہوں نے اسلام اور نظام مصطفےٰ کا نعرہ لگا کر خوابیدہ قوم کو بیدار کیا اور ایک نئی روح پھونک دی۔۔۔۔ ڈاکٹر حفیظ ملک نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

> "فی الحقیقت آنے والی نسل کو شیخ احمد نے بے حد متاثر کیا۔۔۔۔ ان کا نعرہ تھا "چلو چلو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلو!" ۔۔۔ مذہبی اور سیاسی حیثیتوں سے یہ نعرہ نہایت ہی دور رس نتائج کا حامل ہوا۔۔۔۔ ان کی تعلیمات نے معاصر فکر مسلم کو بنیادی طور پر متاثر کیا اور ہندوستان میں مسلم حکومت کو لادینی بنانے کی مخالفت کی۔" ۴۶

ہندوستانی مسلم معاشرے اور معیشت کی اصلاح کے لئے بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بھرپور کوشش کی۔ آپ کے مکتوبات شریف اور دوسری تصانیف کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے "۴۷

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے مذہب و سیاست اور معاشرت کی اصلاح کے لئے جو جدو جہد فرمائی اس کو مختلف ادوار پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً

(ا) دور اکبری (۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء تا ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء)

(ب) دور جہانگیری (۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء تا ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء)

☆ قید جہانگیری سے پہلے (۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء تا ۱۰۲۷ھ / ۱۶۱۸ء)

☆ قید جہانگیری کے بعد (۱۰۲۷ھ / ۱۶۱۸ء تا ۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۹ء)

☆ جہانگیر کے لشکر میں (۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۹ء تا ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء)

☆ جہانگیر کے لشکر سے رہا ہونے کے بعد ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء تا ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء۔

اکبر کا آخری دَور حکومت حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اصلاحی اور تبلیغی مساعی کا نقطۂ آغاز ہے ---- جہانگیری دَور میں یہ مساعی تیز تر کر دی گئیں ---- پھر اسی دور میں قلعہ گوالیار میں آپ کی نظر بندی نے آپ کی اصلاحی کوششوں کے اثرات کو عوام و خواص اور حکومت وقت میں دیرپا اور مستحکم بنا دیا ---- حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اسیری (۱۰۲۷ھ تا ۱۰۲۸ھ) اسلامی نظام حکومت کے لیئے رحمت بن گئی اور پُر خار وادیاں صاف ہو گئیں۔[۴۸]

حضرت مجدد علیہ الرحمہ اپنی اسارت کے تینوں ادوار میں منزل مقصود کی جانب رواں دواں نظر آتے ہیں، یعنی نظر بندی (۱۰۲۷ھ تا ۱۰۲۸ھ) جبکہ آپ ایک سال قلعہ گوالیار میں قید رہے ---- دور پابندی (۱۰۳۳ھ تا ۱۰۳۴ھ) کہ آپ تقریباً پانچ سال جہانگیر کے لشکر میں رہے۔ دورِ زباں بندی (۱۰۳۳ھ تا ۱۰۳۴ھ) جب کہ آپ تقریباً چھ ماہ اپنی خانقاہ (سرہند شریف) میں خلوت گزیں رہے اور آخر میں اسی خلوت گزینی میں ۲۹ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ کو وصال فرمایا[۴۹]

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اسلام کے لیئے اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیا۔ عزیمت پسندی کی ایسی شاندار مثالیں پیش کیں جس سے مردہ دل زندہ ہو گئے اور ایک عظیم انقلاب آگیا ---- بادشاہ کے حضور سجدہ تعظیمی (زمین بوس) موقوف کر دیا گیا، گائے کی قربانی عام ہو گئی اور سب سے پہلے خود جہانگیر نے قلعہ کانگڑا میں حضرت مجدد کی موجودگی میں گائے ذبح کرائی۔[۵۰] شراب پر پابندی لگا دی گئی[۵۱] اور بے شمار اصلاحات ہوئیں، آپ کو قید کرنے والا بالآخر خود آپ کا قیدی بن گیا۔

بلا شبہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی انتھک جدو جہد سے مذہبی سطح پر اسلام، سنیت اور حنفیت کو فروغ ہوا۔۔۔۔ سیاسی سطح پر اسلامی حکومت کا قیام ممکن ہوا۔۔۔۔ روحانی سطح پر تصور وحدۃ الوجود کی غلط تعبیرات سے جو ہلاکت پھیل رہی تھی تصور وحدۃ الشہود نے اس کا موثر دفاع کیا اور نا قابل فہم کو عام لوگوں کے لئے قابل فہم بنا دیا گیا۔۔۔۔ اس طرح ہر سطح پر فکرِ مسلم کی اصلاح کر کے ایک عظیم انقلاب برپا کیا گیا، اسی لئے اقبال نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے برملا کہا ہے۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

اکبری حکومت جس روش پر جاری تھی اس سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ مسلمانوں کا مستقبل کیا ہوتا، شاید اسلامی حکومت کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا ۵۲۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جس سیاسی گھٹن اور جاہ و جلالِ اقتدار کے ہوتے شاہانِ وقت پر تنقید کی، وہ انھیں کا حصہ تھا، اُس نازک دور میں حکومت یا سربراہان حکومت پر تنقید کرنا اتنا آسان نہ تھا جتنا آج آسان ہے۔۔۔۔ ذرا ذرا سی باتوں پر تختۂ دار پر چڑھا دیا جاتا تھا۔ بلکہ اکبر کے متعلق موّرخین نے لکھا ہے کہ اپنے مخالفین کو اپنے ہاتھ سے زہر دے کر تڑپا تڑپا کر مار دیا کرتا تھا [۵۳]۔۔۔۔ ایسے خطرناک حالات میں جان جوکھوں میں ڈال کر اسلام کے لئے قدم بڑھانا کوئی آسان کام نہیں تھا، بہت اہم کام تھا، بہت مشکل کام تھا۔ پاک و ہند کے مصلحین میں یہ فخر صرف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو حاصل ہے کہ انہوں نے اسلام کی خاطر اپنا عیش و آرام، مال و دولت، آل اولاد اور جان تک کی بازی لگا دی۔۔۔۔ مومنانہ بصیرت کے ساتھ سرگرم

عمل ہوتے اور چند برسوں میں وہ انقلاب آگیا جو دیدنی بھی ہے اور شنیدنی بھی۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اصلاحی اور تجدیدی کارناموں پر بعض حضرات نے تنقید بھی کی ہے [۵۴] مگر یہ غلط فہمی معاصر تاریخ پر ڈھیلی گرفت کا نتیجہ ہے۔۔۔۔ حضرت زید ابوالحسن فاروقی دہلوی نے حال ہی میں ایک کتاب "حضرت مجدد اور ان کے ناقدین" دہلی سے شائع کی ہے۔ اس سلسلے میں اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی باقیات صالحات میں اولاد امجاد، تصانیف اور خلفاء یادگار ہیں۔۔۔۔ اولاد میں سات صاحبزادے ہوئے جن میں سے پانچ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے، باقی دو صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید (م ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۰ء) اور حضرت خواجہ محمد معصوم (۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) نے بڑا نام پیدا کیا۔۔۔۔ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے ان دونوں صاحبزادگان سے گہرے مراسم تھے [۵۵]۔۔۔۔ بلکہ اورنگ زیب عالم گیر، خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ سے شرف بیعت رکھتے تھے [۵۶] ایک موقع پر خواجہ موصوف نے عالم گیر کی درخواست پر اپنے صاحبزادے خواجہ سیف الدین (م ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۴ء) کو عالم گیر کے اصلاح باطن کے لئے لال قلعہ دہلی بھیجا۔ جہاں انھوں نے قیام فرما کر عالم گیر کی روحانی تربیت فرمائی۔ [۵۷] حضرت اورنگ زیب عالمگیر کا پورے عالم اسلام پر احسان ہے کہ انہوں نے نظام مصطفےٰ نافذ کیا اور دو لاکھ (کروڑوں) کے خرچ سے فتاویٰ عالمگیری مرتب کرائی جو آج بھی فقہ حنفیہ کا ایک عظیم ماخذ ہے، اور خانوادہ مجددیہ کا عالمگیر پر احسان ہے، اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ اور ان کے اخلاف کا عالم اسلام پر احسان ہے۔۔۔۔ خاندان مجددیہ اور عالمگیر کے تعلقات پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے۔

" تاریخی حیثیت سے اورنگ زیب اور حضرت مجدد کے خاندان

کے درمیان حتمی طور پر روابط تھے اور یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ قریباً وہ تمام اقدامات جو اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی سے متعلق تھے۔ حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں ان سب اقدامات کی پرزور تبلیغ و تلقین فرمائی تھی " (ترجمہ انگریزی) ۵۸

حضرت مجدد کی تصانیف میں ان کے فارسی مکتوبات شریف زیادہ مشہور ہوئے، یہ تین جلدوں پر مشتمل ہیں اور علوم و معارف کا خزینہ ہیں بعض مکاتیب ہزار تصانیف پر بھاری ہیں کہ نئے جہاں کی خبر دے رہے ہیں۔ ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸۔ مین ان کا عربی ترجمہ مکہ مکرمہ سے شائع ہوا۔ فارسی اور اردو ترجمہ کے متعدد ایڈیشن پاکستان و ہندوستان اور ترکی سے شائع ہوچکے ہیں۔

مکتوبات شریف کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں۔

" اثبات النبوۃ، مبداؤ معاد، مکاشفات غیبیہ، معارف لدنیہ، ردالرفضہ، شرح رباعیاتِ خواجہ بیرنگ، رسالہ تعیین و لاتعیین، رسالہ مقصود الصالحین، رسالہ در مسئلہ وحدۃ الوجود، آداب المریدین، رسالہ جذب و سلوک، رسالہ علم حدیث وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی بیشتر نگارشات کی حیثیت خالص تخلیقی ہے۔ ایسی تخلیق بقول اقبال جس کا انگریزی میں ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور انگریزی زبان بایں ہمہ وسعت و ہمہ گیری ایسے الفاظ سے خالی ہے جو افکار مجددیہ کی ترجمانی کرسکیں ۵۹

.... حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے خلفاء کی تعداد بھی کم نہیں، خلفاء میں صاحبزادگان کے علاوہ یہ حضرات زیادہ مشہور ہیں : خواجہ محمد ہاشم کشمی، خواجہ میر محمد نعمان برہانپوری، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، شیخ محمد طاہر لاہوری، شیخ آدم بنوری، شیخ بدرالدین سرہندی وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک بے شمار علماء وصوفیہ نے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے[٦٠] لیکن دورِ جدید کے قارئین کے لئے عقیدت مندوں کا خراج عقیدت پیش کرنا زیادہ وزن نہیں رکھتا، اس لئے یہاں صرف ان حضرات کے تاثرات پیش کئے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو تاریخ کے آئینے میں دیکھا ہے، جو عقیدت مند وارادت مند نہیں بلکہ مؤرخ ومحقق ہیں۔

(۱) مشہور مؤرخ ومحقق ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں۔

جہانگیر کے دورِ حکومت میں شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی آگے آئے، آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا، چنانچہ اس انقلاب و تبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں وہ اکبر، جہاں گیر، شاہجہاں اورنگ زیب عالم گیر کے درباروں کی بدلتی فضا میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں ۔۔۔ اکبر بادشاہ آزاد خیالی اور الحاد کا نقطۂ عروج تھا، جہانگیر کی تخت نشینی سے اس آزاد خیالی کا زوال شروع ہوتا ہے۔ شاہجہان اگر چہ ایک پارسا سنی مسلمان تھا اور دربار میں کسی قسم کی مذہبی ڈھیل برداشت نہیں کرتا تھا، تاہم اس نے غیر سنیوں کو بھی مطمئن رکھا، اورنگ زیب عالم گیر سنیوں کا نشان نصرت تھا[٦١] (ترجمہ انگریزی)

(۲) ڈاکٹر محمد یسین، مغل سیاست پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دور جہانگیر کی تاریخ لکھتے وقت اگر مغل سیاست پر حضرت مجدد کے اثرات کا کوئی ذکر نہ کیا جائے تو اندیشہ ہے کہ یہ تاریخ

ہی نا مکمل رہے [62] (ترجمہ انگریزی)

(۳) ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، مغل سیاست و حکومت کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بلاشبہ یہ کہنا زیادہ غلط نہ ہو گا کہ دَورِ اکبری سے لے کر دَورِ عالمگیری تک حکومت کی مذہبی پالیسیوں میں جو نشیب و فراز آتے رہے وہ بڑی حد تک حضرت مجدد اور آپ کی تعلیمات ہی کی وجہ سے آتے [63] (ترجمہ انگریزی)

(۴) ڈاکٹر حفیظ ملک، ڈاکٹر اقبال پر حضرت مجدد کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

شیخ (احمد سرہندی) کی عظمت اور جہانگیر بادشاہ کے سامنے سجدہ تعظیمی سے آپ کے انکار کو ڈاکٹر اقبال نے بہت سراہا ہے.... مسلمانوں کے لئے آپ نے جو خدمات انجام دیں ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اقبال نے آپ کو ہندوستان میں ملت اسلامیہ کا روحانی نگہبان و پاسبان قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ جو خطرات اکبر بادشاہ کی مذہبی اور سیاسی بدعات و اختراعات میں پوشیدہ تھے اللہ نے اس سے آپ کو بروقت آگاہ اور خبردار کر دیا [64] (ترجمہ انگریزی)

(۵) مشہور محقق پروفیسر عزیز احمد، برصغیر پک ہند میں حضرت مجدد کی اسلامی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی نگارشات اور آپ کے اثرات نے ہندوستان میں اسلام کے انتشار اور الحاد کو روکا۔ آپ نے مذہب کی حرکیت اور تصوف کی باطنی قوت کو دوبارہ

مجتمع کیا ---- اسلامی ہند میں مذہبی متصوفانہ فکر اسلامی کے
سلسلے میں آپ کی خدمات نہایت ہی نمایاں اور ممتاز ہیں ۶۵ ۔
(ترجمہ انگریزی)

(۶) جمیل احمد، حضرت مجدد کے بارے من شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کے خراج عقیدت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

امام الہند، شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی تصنیف کلمات طیبات میں آپ کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوتے لکھا ہے کہ آپ نے اسلامی فکر میں بہت سی ناہمواریوں کو درست فرمایا، آپ باطنی رہنمائی کے لئے مثالی نمونہ تھے اور آپ نے بہت سے حقائق مخصوصہ کو واشگاف فرمایا ۶۶ (ترجمہ انگریزی)

(۷) ڈاکٹر زبید احمد لکھتے ہیں۔

شیخ احمد سرہندی کو بجا طور پر مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے دوسرے ہزارے کے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونکی اور نہایت کامیابی کے ساتھ اکبر اعظم کی ملحدانہ سرگرمیوں کا مقابلہ کیا ۶۷ ۔ (ترجمہ انگریزی)

تعلیقات و حواشی

۱ -------- ایس ایم اکرام: مسلم سویلائزیشن ان انڈیا اینڈ پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء، ص ۲۷۰

۲ -------- (ا) احمد رضا خاں: انوار الانتباہ فی حل ندا یا رسول اللہ ... الانوار (۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء)، مطبوعہ بریلی
ص ۳۸

(ب) احمد رضا خاں: الحاد الکاف فی حکم الضعاف (۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء) مطبوعہ لاہور،
ص ۱۲۶

(ج) احمد رضا خاں: الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ (۱۳۱۲ھ)، مطبوعہ کلکتہ
۱۳۲۴ھ / ۱۹۱۵ء، ص ۴۸، ۵۱، ۵۲

۳ -------- حامد رضا خاں: سلامۃ اللہ لاهل السنۃ من سیل العناد فی الفتنۃ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء
مطبوعہ بریلی، ص ۵۷

۴ -------- مصطفٰی رضا خاں: مقتل کذب و کید، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۲ھ، ص ۵۵، ۵۶

۵ -------- نظامی بدایونی نے اس خیال کا اظہار کیا ہے (ملاحظہ ہو قاموس المشاہیر، جلد اول، مطبوعہ
بدایوں، ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء، ص ۶۷)۔ اسی طرح فیض عالم صدیقی نے بھی یہی بات
لکھی ہے (ملاحظہ ہوا ختلاف امت کا المیہ، حصہ دوم، جہلم ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء، ص
۴۸۰)

۶ -------- مولوی حسین احمد دیوبندی نے یہ الزام لگایا ہے اور امام احمد رضا کو دجال المجددین لکھا ہے
(الشہاب الثاقب، ص ۴۲) حالانکہ علمائے حرمین شریفین میں شیخ موسیٰ علی شامی درویری
مدنی نے آپ کو "المجدد لھذہ الامۃ" تحریر فرمایا ہے۔ (الفیوضات الملکیہ ص ۴۶۲) اور حافظ
الکتب الحرم شیخ اسمٰعیل بن سید خلیل مکی نے تو یہاں تک لکھا ہے۔ بل اقول لو قیل فی
حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا و صدقا (حسام الحرمین، ص ۱۴۰، ۱۴۱)

۷ -------- وکیل احمد سکندر پوری: ہدیہ مجددیہ، مطبوعہ دہلی ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء، ص ۹۸

۸ -------- شاہ محمد فضل اللہ: عمدۃ المقامات، مطبوعہ لاہور ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء، ص ۹۹

۹ -------- محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، مطبوعہ لاہور ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء، ص ۸۹-۹۱

۱۰ ----- محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات ص ۔ ۹۶ ۔ ۱۰۳

۱۱ ----- محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات ص ۔ ۱۲۸

۱۲ ----- مجدد الف ثانی، مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۴۳

۱۳ ----- محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، ص ۱۳۲

۱۴ ----- محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، ص ۱۵۹

۱۵ ----- مجدد الف ثانی، مکتوبات شریف، دفتر سوم، مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء، مکتوب نمبر ۸۷

۱۶ ----- محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، ص ۱۳۵

۱۷ ----- (ا) آدم بنوری: خلاصۃ المعارف، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن (۱۰۳۵ھ / ۱۰۳۷ھ) ورق ۳

(ب) محمد حسین مراد آبادی: انوار العارفین (۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء) مطبوعہ لکھنؤ (۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء) ص ۴۴۸ ۔ ۴۴۹

۱۸ ----- محمد ہاشم: زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور، (۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) ص ۲۱۸، ۲۱۹

۱۹ ----- عہد اکبری کو مندرجہ ذیل ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا دور۔ ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء تا ۹۸۲ھ / ۱۵۷۵ء۔

دوسرا دور۔ ۹۸۲ھ / ۱۵۷۵ء تا ۹۸۹ھ / ۱۵۷۸ء۔

تیسرا دور۔ ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء تا ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء۔

۲۰ ----- ملاحظہ فرمائیں۔ منتخب التواریخ، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء، ص ۲۶۱، ۲۲۲، ۳۲۲، ۴۶۶، ۴۷۱، ۴۹۹، ۵۲۹ وغیرہ وغیرہ

۲۱ ----- (ا) ہاشمی فرید آبادی: تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت، مطبوعہ کراچی، ص ۶۹، ۴، بحوالہ منتخب التواریخ، جلد سوم، ص ۲۵۳

(ب) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر کے انتقال پر شیخ فرید بخاری کے نام جو تعزیتی خط ارسال فرمایا ہے اس سے اکبر کے دعوئ نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو عبدالحق، مجموعہ مکاتیب والرسائل، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء، ص ۱۴۳ ۔ ۱۴۷ (مسعود)

۲۲ ----- طبقات اکبری، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۰ء

۲۳ ----- ایضاً، ص ۳۴۳ ۔ ۳۴۴

۲۴ ----- آئین اکبری: مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء

۲۵ ----- مورلینڈ نے ابوالفضل کی خوشامد و چاپلوسی کا ذکر کیا ہے (ملاحظہ فرمائیں:۔ اے شارٹ

ہسٹری آف انڈیا، مطبوعہ لندن، ۱۹۵۷ء، ص ۲۱۲)

۲۶ ----- اکبر نامہ: مطبوعہ لکھنؤ، ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء

۲۷ ----- تاریخ فرشتہ: مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء۔

۲۸ ----- جہانگیر نامہ: مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۱۶ء / ۱۸۹۸ء۔

۲۹ ----- دبستان مذاہب: مطبوعہ بمبئی، ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء

۳۰ ----- نکولس مینوکی ۱۸۵۶ء میں تقریباً ۱۷ سال کی عمر میں آگرے پہنچا اور شہزادہ داراشکوہ کے ہاں توپخانے میں بھرتی ہوگیا ۱۶۵۸ء میں داراشکوہ اور اورنگزیب کے مابین جنگ میں یہ دارا کی طرف سے لڑا۔ دارا کے قتل کے بعد واپس اٹلی چلا گیا۔ (مسعود)

۳۱ ----- نکولس مینوکی: فسانہ سلطنت مغلیہ، مترجمہ سید مظفر علی، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء، ص۔ ۱۲۲

۳۲ ----- محمد مجیب: انڈین مسلم، مطبوعہ لندن، ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء

۳۳ ----- محمد اسلم: دین الٰہی اور اس کا پس منظر، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء۔

۳۴ ----- کے ایم پانیکر: اے سروے آف انڈین ہسٹری، مطبوعہ بمبئی، ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۷ء، ص۔ ۱۵۵

۳۵ ----- (ا) محمد مسعود: فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء

(ب) محمد جلال الدین: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء

(ج) محمد مسعود احمد: تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء۔

۳۶ ----- مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوبات نمبر ۴۳، ۴۸، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۸۰، ۸۱، ۸۳، ۵۲؛ ۱۹۱، ۱۹۴ وغیرہ

۳۷ ----- مکتوبات امام ربانی دفتر اول، مکتوب نمبر ۴۸۔ نیز ملاحظہ کریں۔ تذکرہ مجدد الف ثانی، مطبوعہ لکھنؤ ۱۰۴، ۱۱۰ تا ۱۱۴

۳۸ ----- مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۹۱۔ دفتر دوم مکتوب نمبر ۴۴

۳۹ ----- فکر اقبال پر تعلیمات مجددیہ نے جو اثرات مرتب کئے وہ اقبالیات کی ایک اہم کڑی ہے جس کی طرف محققین نے ابھی تک کماحقہ توجہ نہیں دی۔ اس سلسلے میں راقم نے مندرجہ ذیل تین مقالات قلم بند کئے اور دلائل و براہین سے حضرت مجدد سے اقبال کی عقیدت اور افکار اقبال پر افکار مجددیہ کے اثرات کو بیان کیا اور یہ ثابت کیا کہ اقبال کے تصور خودی

میں سب سے بڑا محرک حضرت مجدد کا نظریہ وحدۃ الشہود ہے۔
(۱) علامہ اقبال اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، مطبوعہ اقبال ریویو، کراچی، اپریل ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء
(۲) اقبال کے فلسفۂ خودی میں مقام عبدیت، مطبوعہ اقبال ریویو، کراچی، جولائی ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء
(۳) شریعت و طریقت افکار اقبال کی روشنی میں، مطبوعہ اقبال ریویو، کراچی، جنوری ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء، عرصہ ہوا یہ تینوں مقالات اس کتاب میں شامل کئے جارہے ہیں۔ (مسعود)

۴۰ ----- اے شارٹ، ہسٹری آف ہندو پاکستان، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء، ص۔ ۲۹۸

۴۱ ----- مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۶۵۔ ۸۱۔ ۱۶۳

۴۲ ----- مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۵۳، بنام شیخ فرید بخاری

۴۳ ----- اشتیاق حسین قریشی: مقدمہ ہسٹری آف فریڈم موومنٹ، جلد اول، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۷ء، ص۔ ۲۰

۴۴ ----- اشتیاق حسین قریشی: مسلم کمیونٹی آف انڈو پاکستان، ص ۱۵۲

۴۵ ----- کلیات اقبال کے نام سے اقبال کے فارسی کلام کا مجموعہ ایران سے شائع ہوا ہے جس کا دیباچہ احمد سروش نے لکھا ہے۔ اس دیباچے میں انہوں نے برصغیر پاک و ہند کو صرف ہند کے نام سے یاد کیا ہے اسلام اور ہندوازم کو ایک قرار دیا ہے اور ہندوازم کو دین حق سے تعبیر کیا ہے (معاذاللہ)۔ مسٹر گاندھی کو گاندھی بزرگ کے نام سے یاد کیا ہے اور اس کے آگے سر نیاز خم کیا ہے۔۔۔۔ یہ بات سخت حیرت ناک ہے کہ کلام اقبال پر دیباچہ لکھنے والا فکر اقبال سے اتنا دور ہے (مسعود)

۴۶ ----- ڈاکٹر حفیظ ملک: مسلم نیشنلزم ان انڈیا اینڈ پاکستان، مطبوعہ واشنگٹن ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء، ص۔ ۵۵

۴۷ ----- مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۶۳، ۱۹۱

۴۸ ----- حضرت مجدد کی اسیری پر بحث کرتے ہوئے بعض حضرات نے مہابت خاں کی بغاوت کا اصل محرک اسی اسیری کو قرار دیا ہے۔ مثلاً
(۱) ایس۔ ایف۔ محمود: اے شارٹ ہسٹری آف اسلام، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء، باب ۱۳، ص۔ ۵۲۴
(۲) ڈاکٹر غلام جیلانی برق: فلسفیان اسلام، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء، ص۔ ۲۷۷

(۳) جی الانا: آور فریڈم فائٹرس، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء، ص۔ ۲۸ وغیرہ وغیرہ

تاریخی اعتبار سے یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ حضرت مجدد کی اسارت اور مہابت خاں کی بغاوت میں کئی سال کا تفاوت ہے، صاحب روضۃ القیومیہ (مخطوطہ، مکتوبہ ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء، مدینہ منورہ) ابوالفیض کمال الدین محمد احسان نے بہت سی غیر مؤرخانہ باتیں لکھ دی ہیں، یہ بات بھی وہیں سے لی گئی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ مہابت خاں حضرت مجدد کا معتقد تھا اور ممکن ہے حضرت مجدد کی اسارت کا جذبہ کئی سال بعد جوش میں آیا، جو خود جہانگیر کی اسارت پر منتج ہوا۔ (مسعود)

۴۹ ----بدرالدین سرہندی: دصال احمدی، مطبوعہ سیالکوٹ، ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۹ء، ص۔ ۱۸

۵۰ -----تزک جہانگیری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء، ص۔ ۲۹۸

۵۱ ----(ا) بدرالدین سرہندی: مجمع الاولیاء، مخطوط لندن، ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء، ص۔ ۴۳۳

(ب) تزک جہانگیری، ص۔ ۶۵۶، ۶۹۶

۵۲ ----- یہ بات کتنی تکلیف دہ اور المناک ہے کہ چودھویں صدی ہجری میں بعض علماء اسلام نے وہ انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی جو مطلوب و مقصود اکبر تھا جس کے خلاف جدوجہد میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اپنی عمر عزیز قربان کر دی۔۔۔۔امام احمد رضا خاں بریلوی نے لاج رکھ لی اور پوری قوت سے اس مشن کے لئے کام کیا جو حضرت مجدد کا مقصود و مطلوب تھا اور بالآخر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ (مسعود)

(میاں عبدالرشید: اسلام ان انڈو پاک سب کو نیٹننٹ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۹۷)

۵۳ ----- نکولس مینوکی: فسانۂ سلطنت مغلیہ، مترجمہ سید مظفر علی، مطبوعہ آگرہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء، ص، ۱۳۰

۵۴ -----ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) سید معین الحق: معاشرتی اور علمی تاریخ، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء، ص ۳۱۹

(ب) فیض عالم صدیقی: اختلاف امت کا المیہ، حصہ دوم، ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء، ص ۴۸۳

نوٹ -----(ا) ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے اپنی تصنیف رود کوثر میں غیر مورخانہ باتیں لکھی تھیں۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں صاحب نے جن کا مورخانہ تعاقب کرتے ہوئے ایک محققانہ کتاب

"حضرت مجدد الف ثانی۔ایک تحقیقی جائزہ" کراچی ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء پیش کی۔

(۲) ایک بزرگ نے حضرت مجدد کی تعلیمات کو افیون سے تعبیر کیا ہے اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ جو کام وہ تیس چالیس برس میں نہ کر سکے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے وہ کام چند برسوں میں کر دیے اور آنے والی صدیوں کو اتنا متاثر کیا کہ ہر مصلح کسی نہ کسی انداز میں متاثر نظر آتا ہے۔

(۳) ہبریو یونیورسٹی یروشلم میں اسلامک کلچر کے لیکچرر، ڈاکٹر یوحنا فریڈمین نے انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز میگ گل یونیورسٹی (کینیڈا) سے حضرت مجدد پر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔انہوں نے شیخ احمد سرہندی کے عنوان سے انگریزی میں ایک مقالہ پیش کیا جو ۱۹۷۱ء میں لندن میں طبع ہوا۔محترم بشیر احمد خاں صاحب کی عنایت سے لندن سے راقم کو یہ مقالہ وصول ہوا۔

اس مقالے میں فریڈمین نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے بارے میں منفی انداز فکر اختیار کیا ہے۔اکبری پالیسی کے خلاف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی مساعی، پھر جہانگیری، شاہجہاں اور آخر میں اورنگ زیب عالم گیر پر آپ کے اور آپ کی تعلیمات کے اثرات کو زیر بحث لایا گیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی غیر مورخانہ کوشش کی ہے کہ دوسرے مؤرخین نے اس بارے میں جو مثبت انداز فکر اختیار کیا ہے، صحیح نہیں ۔۔۔۔ سترھویں صدی عیسوی میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے خلاف جو کچھ لکھا گیا۔فریڈمین نے اس کو بھی ابھارا ہے اور یہ بتایا ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو جو عالمی، سیاسی اور روحانی پیشوا بنا کر پیش کیا جارہا ہے، یہ خیال بیسویں صدی عیسوی کی پیداوار ہے۔راقم کے خیال میں بنیادی طور پر یہ مقالہ ان اثرات کو زائل کرنے کے لئے لکھا گیا ہے جو گزشتہ تیس برسوں میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر شاندار کام کے نتیجے میں مرتب ہوئے۔کینیڈا کی میگ گل یونیورسٹی میں اسی قسم کے کام ہوتے ہیں (مسعود)

۵۵ ----- ملاحظہ فرمائیں، ۔(ا) مکتوبات سعیدیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء،
(ب) مکتوبات معصومیہ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء،

۵۶ ----- محمد امین: مقامات احمدیہ و ملفوظات معصومیہ، ص۔۱۰۸

۵۷ ----- (ا) مکتوبات معصومیہ دفتر سوم، مکتوب نمبر ۲۲۷
(ب) مستعد خاں: ماثر عالم گیری، مطبوعہ کلکتہ، ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء، ص۔۸۴

۵۸ ----- محمد اکرام: ہسٹری آف مسلم سویلیزیشن ان انڈیا اینڈ پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء، ص۔۱۷۲

۵۹ ----- تشکیل جدید الہیات، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء، ص۔ ۲۹۸، ۲۹۹

۶۰ ----- ملاحظہ فرمائیں

(ا) زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور، ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء، ص۔ ۲۱۸

(ب) شاہ غلام علی: مکاتیب شریفہ، مکتوب اول، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء

(ج) شاہ غلام علی: ایضاح الطریقہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء، ص۔ ۵۶

(د) قاضی ثناء اللہ: ارشاد الطالبین، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء، ص۔ ۳

(ہ) رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء، ص۔ ۱۱

(و) غلام علی آزاد بلگرامی: سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء، ص۔ ۴۷

(ز) حبیب الرحمن خاں شروانی: قرۃ العین، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء

(ح) صدیق حسن خاں: تقصار الجیود الاحرار، مطبوعہ بھوپال ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء، ص۔ ۱۱۱، ۱۱۲

(ط) صدیق حسن خاں: ریاض المرتاض، ص۔ ۱۲۱، ۱۲۲

(ی) ابوالکلام آزاد: تذکرہ، مطبوعہ لاہور، ص۔ ۲۵۵، ۲۵۶

۶۱ ----- اشتیاق حسین قریشی: مقدمہ ہسٹری آف دی فریڈم مومنٹ، جلد اول، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء، ص۔ ۲۰

۶۲ ----- محمد یسین: اے سوشل ہسٹری آف اسلامک انڈیا، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء، ص۔ ۱۴ (حاشیہ)

۶۳ ----- ایس ایم اکرام: مسلم سویلیزیشن ان انڈیا اینڈ پاکستان، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء، ص۔ ۲۷۰

۶۴ ----- حفیظ ملک: مسلم نیشنلزم ان انڈیا اینڈ پاکستان، مطبوعہ واشنگٹن، ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء، ص۔ ۵۴، ۵۵

۶۵ ----- عزیز احمد: اسٹڈیز اِن اسلامک کلچر، باب ہفتم، مطبوعہ آکسفورڈ، ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء، ص۔ ۱۸۹

۶۶ ----- جمیل احمد: ہنڈرڈ گریٹ مسلمز، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء، ص۔ ۴۲۳

۶۷ ----- زبید احمد: دی کنٹری بیوشن آف انڈیا ٹو عربک لٹریچر، مطبوعہ الہ آباد، ۱۹۴۵ء (مقدمہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالہ

۲

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی عظمت اور مرجعیت

صحیح عقیدوں اور سچے خیالوں سے زمینِ دل پھلتی پھولتی ہے، عقائد صحیح نہ ہوں، خیالات پراگندہ ہوں تو زندگی بے کیف ہو کر رہ جاتی ہے، انسان کھویا کھویا سا معلوم ہوتا ہے، زندگی عذاب بن جاتی ہے، مایوسیاں گھیر لیتی ہیں، جو مٹی سے بنا تھا وہ مٹی میں مل جاتا ہے، وہ گرد و غبار میں کھو جاتا ہے، یہ انجام بھی کوئی انجام ہے؟ ۔۔۔۔ یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے؟

عقائد کی درستگی تمام اعمال کی بنیاد ہے، جب سوچ ہی صحیح نہ ہو تو پھر کوئی چیز صحیح نہیں ہو سکتی، یہی وجہ ہے کہ جو زندگی بگاڑنا چاہتے ہیں وہ سوچ ہی پر نظر رکھتے ہیں اور سوچ ہی کو نشانہ بناتے ہیں ۔۔۔۔ عقائد کی درستگی کامیاب اور بامراد زندگی کی ضامن ہے ۔۔۔۔ مگر کس کو آئیڈیل بنائیں؟ ۔۔۔۔ کس کو نمونہ بنائیں؟ ۔۔۔۔ کس کی پیروی کریں؟ ۔۔۔۔ کہاں جائیں؟ ۔۔۔۔ کس کا دامن پکڑیں؟

بہت سے رہنما ہیں، بہت سے رہبر ہیں، ملّت پریشاں، افراد بٹے ہوئے ہیں، جوان سہمے ہوئے ہیں ۔۔۔۔۔ پیچھے چلیں، ماضی قریب کو دیکھیں، شاید کوئی ایسی ہستی

مل جائے جو سب کی محبوب ہو، جس کے دامن سے سب لپٹ جائیں، تفرقہ مٹ جائے، جس اتحاد کو ترس رہے ہیں، اس کی صورت نظر آجائے ...... ہاں دیکھو دیکھو، گیارہویں صدی ہجری میں ہزارۂ دوم کے آغاز میں ایک جلیل القدر ہستی نظر آرہی ہے، جس کی تعریف میں سب رطب اللسان ہیں، جو سب کی محبوب ہے، جس کا نام نامی شیخ احمد سرھندی ہے [1]، جو ۹۷۱ھ / ۱۵۲۴ء میں سرھند (مشرقی پنجاب، بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء میں سرھند ہی میں جنہوں نے وصال فرمایا .... جن کو زمانے نے "مجدد الف ثانی" تسلیم کیا، جو اس منصب جلیلہ کے حوالے سے جانے پہچانے جاتے ہیں .... ان کی شان کیا بیان کی جائے .... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سند خاص عطا فرمائی اور مقام شفاعت سے حصہ عطا فرمایا [2].... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بچھڑے ہوؤں کو ملانے والا "صلہ" قرار دیا [3].... آپ کی نگاہ بلند لوح محفوظ پر تھی [4].... آپ کی نظر عالم برزخ پر تھی اور آپ وہاں کے عجائبات بچشم خود ملاحظہ فرماتے تھے [5].... آپ کی نظر کائنات پر تھی، برصغیر کے وہ شہر آپ کی نظروں کے سامنے جگمگا رہے تھے جہاں انبیاء علیہم السلام آرام فرما رہے ہیں [6].... آپ مستجاب الدعوات تھے، آپ کی دعا سے قضائے معلق بھی ٹل جایا کرتی تھی [7].... الغرض آپ کا مقام بہت ہی بلند ہے، اس بلندی تک ہماری فکر و نظر کی رسائی ممکن نہیں....

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے قافلہ سالار ہیں جو خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دامن سے وابستہ ہے جن کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کچھ ڈال دیا جو آپ کے مبارک سینہ میں ڈالا گیا تھا، آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم ہیں.... اس سلسلہ عالیہ کی عظمت و جلالت اور اقربیت و محبوبیت کے لئے یہی ایک نسبت کافی ہے [8]....

جس شہر مقدس میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ہوئی اس کا تعارف کراتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں:۔

شہر سرہند جو کہ میری جائے پیدائش ہے گویا میرے لئے ایک گہرے اور تاریک کنوئیں کو پر کر کے اس پر ایک بلند چبوترہ بنایا گیا ہے اور اس کو اکثر شہروں اور مقاموں پر بلندی (فضیلت) بخشی گئی ہے اور اس زمین میں ایک نور امانت کے طور پر رکھا گیا ہے اور وہ نور اس نور کی طرح ہے جو بیت اللہ شریف کی پاک و مقدس زمین سے روشن و درخشاں ہے [9]

اور اپنے مقصد پیدائش کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں:۔

میں اپنی پیدائش کا جو مقصد سمجھتا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ حاصل ہو گیا ہے، اور ہزار سالہ (تجدید کی) درخواست قبول ہو گئی ہے الحمدللہ الذی جعلنی صلة بین البحرین و مصلحاً بین الفئتین (تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جس نے مجھے دو سمندروں کو ملانے والا اور دو گروہوں کے درمیان صلح کرنے والا بنایا) [10]

دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

علمائے ظواہر اور انھوں نے (ابن العربی کے متبعین) اعتدال اور میانہ روی کے دونوں طرفوں (یعنی افراط و تفریط) کو اختیار فرمایا اور حق کا درمیانی درجہ اس فقیر کو نصیب ہوا جس کی توفیق اس فقیر کو دی گئی۔ [11]

اور بطور تحدیث نعمت اپنے مقامات عالیہ کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں:۔

اگرچہ طریقہ نقشبندیہ میں میرے پیر عبدالباقی ہیں لیکن میری تربیت کا کفیل اللہ الباقی ہے۔ میں نے اس کے فضل سے تربیت پائی ہے اور میں اجتباء کی راہ پر چلا ہوں، میرا سلسلہ رحمانی سلسلہ ہے کیوں کہ میں عبدالرحمٰن ہوں اور میرا رب رحمٰن ہے اور میرا مربی ارحم الراحمین ہے اور میرا طریقہ سبحانی ہے [۱۲]

دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

(یہ فقیر) عین الیقین اور حق الیقین کے بارے میں کیا کہے اور کہے تو کون سمجھے اور کون اس کی کنہ کو پا سکے اور کیا حاصل کر سکے [۱۳] .... یہ معارف ولایت کے دائرے سے خارج ہیں، ارباب ولایت علمائے ظاہر کی مانند ان کے ادراک سے عاجز اور ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں.... یہ علوم انوار نبوت.... کی مشکوٰۃ سے مقتبس ہیں جو الف ثانی کے آغاز کے بعد تبعیت اور وراثت کے طور پر تازہ ہوتے ہیں اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوتے ہیں، ان علوم و معارف کا جاننے والا اس الف (دوسرے ہزار سال) کا مجدد ہے [۱۴]۔

تیسرے مکتوب میں ان معارف و اسرار عجیبہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

سبحان اللہ! اس قسم کے عجیب و غریب معارف جو مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں اور عجیب ہونے کی بنا پر قریب ہے کہ میرے ہم جنس مجھ سے نفرت کرنے لگیں اور جو میرے ہم راز ہیں وہ بھی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں اور مجرم ٹھہرائیں، نہ میرا ان معارف کے حصول میں کچھ اختیار ہے اور نہ ان کے اظہار میں

کچھ دخل ہے[15]۔

چوتھے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ہمارا کلام اشارات و رموز اور بشارات کے ایسے خزانے ہیں کہ اکثر لوگوں کے لیے ان میں کوئی حصہ نہیں مگر یہ کہ حسن ظن کے ساتھ ان پر یقین رکھیں تو ان کو اس یقین کی وجہ سے ایسے ثمرات حاصل ہو سکتے ہیں جو ان کو نفع دیں[16]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے علوم و معارف کو دیکھ کر خواص ہی نہیں اخص الخواص حیران ہیں، آپ شان الحیات کے سیاح ہیں جہاں ایک گوشے میں ابن العربی علیہ الرحمہ تشریف فرماہیں، آپ خود فرماتے ہیں:۔

شان العلم سے بلند تر شان الحیات ہے کہ علم اس کا تابع ہے اور وہ تمام صفات کی اصل ہے ---- اور یہ شان الحیات ایسی عظیم الشان، شان ہے دوسری تمام شیون و صفات اس کے پہلو میں ایسی نسبت رکھتے ہیں جیسے چھوٹی نہر کو دریائے محیط سے نسبت ہے ---- عجیب بات ہے کہ شیخ بزرگوار (ابن العربی) نے اس وسیع مملکت کی سیر نہیں کی اور نہ اس کے انمول علوم و معارف کے پھول چنے ---- اس وقت جب کہ یہ فقیر اللہ سبحانہ کے کرم سے اس عظیم الشان، شان (شان الحیات) کی سیر میں مصروف تھا تو اس مقام کے نیچے مسافت بعیدہ طے کرنے کے بعد یہ بات مشاہدہ میں آئی کہ اس مقام پر شیخ (ابن العربی) کا حجرہ ہے جس میں وہ اقامت پذیر ہیں۔ شاید آخر میں اس مقام سے بہرہ مند ہونے کے بعد ترقی ہو[17]۔

مکتوبات شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے غیبی خزانوں سے آپ کو بہت کچھ عطا فرمایا، مکتوبات شریف اسرار و معارف کا بحر زخار ہیں جس کا احاطہ ممکن نظر نہیں آتا۔

حضرت مجدد لف ثانی علیہ الرحمہ معاشرے کے اس عظیم طبقے کے قافلہ سالار ہیں جس نے اسلام کے لیئے سب کچھ لٹایا، جو کچھ کہا، اللہ کے لیئے کہا،۔۔۔ جو کچھ کیا اللہ کے لیے کیا، مخلوق سے کچھ نہ چاہا۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی مقدس شخصیت اس گروہ احرار کی قائد و رھنما ہے، آپ کی شخصیت کے ارد گرد سب جمع نظر آرہے ہیں ؎

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۔ ۱۱۷۲ھ / ۱۸۶۴ء)، مسلک دیوبند کے مولوی رشید احمد گنگوہی (م۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء)، مسلک اہل حدیث کے نواب صدیق حسن خان (م۔ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) مسلک بریلوی کے قائد مولانا احمد رضا خان بریلوی (م۔ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء)، آپ کے خلیفہ مفتی ضیاء الدین قادری (م۔ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء)، جدید دانشوروں کی محبوب شخصیت ڈاکٹر محمد اقبال (م۔ ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء)۔۔۔ الغرض حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تعریف میں سب ہی رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوتے فرماتے ہیں:۔

اوحد زمانہ و فرید اوانہ، الجهبذ الراسخ فی الشریعة و

الطریقة، و الطود الساع فی المعرفہ و الحقیقة، ناصر السنة
و قامع البدعة، المسلک فی شرعة الھدی و اکرم بھا من
شرعة، سراج اللہ الموضوع لیستضئی بہ من شاء من
عبادہ المؤمنین، و سیف اللہ المسلول علی اعدائہ من
الکفرۃ و المبتدعین الامام العارف العالم الالمعی مولانا
الشیخ احمد الفاروقی الماتریدی الحنفی االنقشبندی
السرھندی۔ [۱۸]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

ان کی جلالت شان یہاں تک پہنچی کہ ان کے متعلق بے کھٹکے
کہا جا سکتا ہے کہ ان سے محبت رکھنے والا مومن و متقی اور
عداوت رکھنے والا فاجر و شقی ہے۔ [۱۹]

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔

جس کی کوشش کا نتیجہ (ہے) کہ میں اور آپ آج مسلمان تو
کہلاتے ہیں [۲۰]۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں۔

اولیاء اللہ میں آپ کا مرتبہ ایسا ہے جیسے انبیاء میں الوالعزم
حضرات کا۔۔۔ آپ کا طریقہ کتاب و سنت کی اتباع پر مبنی
ہے [۲۱]۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی [۲۲]، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی
مونگیری (م۔ ۱۳۴۶ھ / ۸۔۱۹۲۷ء) کے نام ایک خط میں ان کو حضرت مجدد
الف ثانی علیہ الرحمہ کا ایک اہم ارشاد یاد دلاتے ہوئے اور اس کو واجب الاطاعت

قرار دیتے ہیں، آپ فرماتے ہیں۔

بالفعل آپ جیسے صوفی صافی کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں، حضرت ممدوح اپنے مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں۔

"فساد مبتدع زیادہ تر از فساد صحبت صد کافر ست"

(ترجمہ: بدعتی کا فتنہ سینکڑوں کافروں کی صحبت کی فتنے سے بد تر ہے)

مولانا! خدارا انصاف آپ یا زید اور اراکین (ندوۃ العلماء)، مصلحت دین و مذہب کو زیادہ جانتے ہیں یا حضرت شیخ مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے امید نہیں کہ اس ارشاد ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ باطل جانیئے اور جب وہ حق ہے اور بیشک حق ہے تو کیوں نہ مانیئے۔ [۲۳]

مدینہ منورہ کے عارف کامل اور فاضل جلیل حضرت مفتی ضیاء الدین قادری مدنی (م۔ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء) کے جد اعلیٰ علامہ عبدالحکیم سیال کوٹی (م۔ ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۷ء) نے سب سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو "مجدد الالف الثانی" لکھ کر دوسرے ہزارے کے لئے آپ کی مجددیت کا اعلان فرمایا۔۔۔ بقول شیخ محمد عارف مدنی، مفتی ضیاء الدین مدنی اپنے سر پر دونوں ہاتھ رکھ کر، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے لئے فرمایا کرتے تھے۔۔۔

حضرت مجدد تو ہمارے سر کے تاج ہیں

مشرق کے عظیم شاعر و فلسفی ڈاکٹر محمد اقبال تو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے

اتنے متاثر ہوئے کہ اپنے مشہور " تصور خودی " کی بنیاد ہی حضرت مجدد کے تصور " وحدۃ الشہود " پر رکھی [24]۔۔۔ وہ حضرت مجدد کے فیض کی اس طرح بھیک مانگ رہے ہیں ۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے کہ تیرا فیض ہو عام اے ساقی ! [25]

وہ ظلمت کدہ ہند میں مہتاب کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور حضرت مجدد کی چوکھٹ پر کھڑے عرض کر رہے ہیں ۔

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی ! [26]

آپ نے ملاحظہ فرمایا، سب ہی علماء و دانشور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے گرد جمع ہیں اور ان کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔۔۔ جن امور میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اگر ہم حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے ارشادات کی روشنی میں ان کا جائزہ لیں تو اختلاف سے اتحاد کی طرف قدم بڑھا سکتے ہیں کیوں کہ آپ سب ہی کے محبوب ہیں۔۔۔ جسموں کا اتحاد کوئی معنی نہیں رکھتا، اصل اتحاد، فکر کا اتحاد ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم کو اتحاد فکر کی دولت سے مالا مال فرمائے تاکہ ہم محبت و یگانگت کی فضا میں سانس لے سکیں اور بےچین روحوں کو چین کا پیغام دے سکیں۔

اب ہم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے فارسی مکتوبات سے اختلافی مسائل کے بارے اقتباسات پیش کریں گے تاکہ سب پر واضح ہو جائے کہ باطل کیا ہے اور حق کیا ہے؟

تعلیقات و حواشی

۱ -- تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ فرمائیں۔

(ا) بدرالدین سرہندی: حضرات القدس، لاہور

(ب) بدرالدین سرہندی: مجمع الاولیاء (۱۶۳۴ء)، مخزونہ انڈیا آفس لائبریری، لندن

(ج) محمد مسعود احمد: سیرت مجدد الف ثانی، کراچی، ۱۹۸۳ء

(د) محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، کانپور، ۱۸۹۰ء

(ہ) احمد رضا خاں بریلوی: اطائب التہانی فی مجدد الف ثانی (قلمی) ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۰ء

۲ -- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، (ترجمہ اردو ادارۂ مجددیہ) مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء، مکتوب نمبر ۱۰۶، ص ۳۲۶

۳ -- ایضاً: مکتوبات، جلد دوم، (ترجمہ اردو ادارۂ مجددیہ) حصہ اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء، مکتوب نمبر ۱۶

۴ -- بدرالدین سرہندی: وصال احمدی، سیال کوٹ، ص ۴ و ۵

۵ -- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوبات نمبر ۱۶، ص ۶۵

۶ -- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۶۸، ص ۲۰۲

۷ -- ایضاً، مکتوبات، جلد اول، (ترجمہ اردو، ادارۂ مجددیہ)، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، مکتوب نمبر ۲۱۷، ص ۱۰۲

۸ -- سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ (م ۱۴۸ھ) کے بعد حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ (م۔ ۲۲۶ھ) کا نام آتا ہے کیوں کہ آپ نے طریقہ اویسیہ میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کیا۔ پھر ان کے بعد ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ (م۔ ۴۲۵ھ) کیوں کہ آپ نے بایزید بسطامی کی روحانیت سے سلوک کی تربیت پائی۔ (سفینۃ الاولیاء کانپور ۱۸۸۴ء، ص ۷۷) مشائخ سلسلہ نقشبندیہ نے اس طریقہ اویسیہ کو فضیلت دی۔ نتیجے اس سلسلے کے ان مشائخ کا نام لکھا جاتا ہے جو طریقہ اویسیہ میں شامل تھیں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ رہے۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد ان مشائخ کے نام آتے ہیں۔

۱۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ (م۔ ۱۸۳ھ) بغداد

۲۔ امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ (م۔۲۰۸ھ)، بغداد

۳۔ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ (م۔۲۰۰ھ)، بغداد

۴۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ (م۔۲۵۰ھ)، بغداد

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کے بعد ان مشائخ کے نام آتے ہیں:۔

۱۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ (م۔۲۹۷ھ)، بغداد

۲۔ حضرت ابی علی احمد الروذباری (م۔۳۲۲ھ)، مصر

۳۔ حضرت علی حسن بن احمد الکاتب علیہ الرحمہ (م۔۳۴۶۔۵۶ھ)، مصر

۴۔ حضرت سعید بن سلام المغربی علیہ الرحمہ (م۔۳۷۳ھ) نیشاپور

۵۔ حضرت ابوالحسن علی خرقانی علیہ الرحمہ (م۔۴۲۵ھ)، طوس

۶۔ حضرت ابی القاسم علی الکرگانی علیہ الرحمہ (م۔۴۵۰ھ)، مصر

(عبدالحمید طہماز: العلامۃ شیخ محمد الحامد رحمہ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ دمشق، ۱۹۸۱ء، ص ۲۰۹۔۲۱۰)

۹ --احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۲۲، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء، ص ۹۷

۱۰ -احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۶، ص ۳۸

۱۱ -ایضاً، مکتوب نمبر ۱، ص ۲۴

۱۲ -ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۷، ص ۲۴۷

۱۳ - حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے بھی اپنے ایک مکتوب میں ایسے معارف کے سمجھنے سے اپنے عجز کا اظہار فرمایا ہے۔ مسعود

(خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق، دہلی ۱۹۵۳ء، مکتوب شیخ، ص ۳۱۲۔۳۴۴)

۱۴ -احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۴، ص ۳۵

۱۵ -احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۸، ص ۲۵۶

۱۶ -احمد سرہندی: مکتوبات جلد دوم، مکتوب نمبر ۸، ص۔ ۴۲

۱۷ -احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۷۳، کراچی ۱۹۹۳ء، ص ۲۰۴۔۲۰۵

۱۸ زید ابوالحسن فاروقی: المجموعۃ السنیۃ، دہلی ۱۹۸۳ء، ص ۴۱

۱۹ - شیخ محمد صالح زوادی: نفائس الساضات فی تذییل الباقیات الصالحات، مکہ مکرمہ ۱۳۰۰ھ، ص ۳۰

۲۰ - محمد ہاشم جان مجددی: بیاض قلمی محررہ ۲۵ مئی ۱۹۶۳ء، کراچی

۲۱ -صدیق حسن خاں: تقصار الجیود الاحرار من تذکار جنود الابرار، بھوپال، ص ۳۴۶

۲۲ -مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کریں:۔

(ا) ڈاکٹر حسن رضا خاں : فقہ اسلامی میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کی خدمات، پٹنہ، ۱۹۸۱ء
(مقالہ ڈاکٹریٹ پٹنہ یونیورسٹی)

(ب) ڈاکٹر مجید اللہ قادری : کنزالایمان اور دیگر معروف قرآنی اردو تراجم، کراچی ۱۹۹۳ء (مقالہ ڈاکٹریٹ کراچی یونیورسٹی)

(ج) ڈاکٹر محمد عبدالباری صدیقی : حضرت احمد رضا بریلوی کے حالات اور اصلاحی کارنامے، کراچی (مقالہ ڈاکٹریٹ سندھ یونیورسٹی پاکستان)

(د) ڈاکٹر محمد مسعود احمد : محدث بریلوی، کراچی ۱۹۹۳ء

(ہ) ڈاکٹر اوشا سانیال : سنی اسلام اور احمد رضا خاں بریلوی، دہلی ۱۹۹۴ء (مقالہ ڈاکٹریٹ کولمبیا یونیورسٹی، امریکہ)

(و) ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد : فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی جائزہ، کراچی، ۱۹۹۱ء

(ز) ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی : اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی، بریلی (۱۹۹۶)، مقالہ ڈاکٹریٹ روہیلکھنڈ یونیورسٹی، بریلی

(ح) مجو حسین : مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، بھارت

۲۳ - مولانا احمد رضا خاں بریلوی : مکتوبات، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۹۱

۲۴ - تفصیلات کے لئے راقم کا مقالہ۔
"حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال"، (سیال کوٹ ۱۹۸۰ء) مطالعہ فرمائیں۔ اس کا انگریزی ترجمہ ادارہ مسعودیہ نے ۱۹۹۶ء میں کراچی سے شائع کر دیا ہے۔ اردو متن اس کتاب میں بھی شامل کیا جارہا ہے۔

۲۵ - اقبال : بال جبریل، لاہور، ص ۱۷

۲۶ - اقبال : بال جبریل، لاہور، ص ۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالہ

۳

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے افکار و خیالات

عقیدہ جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا گیا عقائد کی درستگی تمام اعمال کی بنیاد ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ عقائد کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ۔

> علماء اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کو درست کریں [1] کیوں کہ آخرت کی نجات انھیں بزرگواروں کی بے خطا آراء اور اقوال کی تابعداری پر موقوف ہے [2]۔

خالق و مخلوق

○ ----- ذات باری تعالیٰ کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا تصور یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات مقدس کے ساتھ خود موجود ہے اور تمام اشیاء اس تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہیں [3]۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے جن

خیالات کا اظہار فرمایا وہ عوام کے فہم سے۔ بہت ہی بلند ہیں۔ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:۔

> توحید سے مراد یہ ہے کہ قلب کو ما سوائے حق کی توجہ (سے) خلاصی حاصل ہو جائے۔ جب تک دل ما سوائے حق (غیر حق) کی گرفتاری میں پھنسا ہوا ہے، اگرچہ بہت ہی تھوڑا ہو، توحید والوں سے نہیں ہے (مکتوبات، ج ۱،م ۱۱۱، ص ۲۹۶)

آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

> ہاں ایک کہنا اور ایک جاننا ایمان کی تصدیق کے لئے ضروری ہے اور اس سے چارہ نہیں (ایضاً، ص ۲۹۶)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک توحید کی حقیقت یہ ہے کہ موحد کے دل سے غیر اللہ کا خیال تک نکل جائے (ہر وہ چیز غیر اللہ ہے جو مسلمان کو اللہ سے غافل کر دے)۔۔۔ البتہ جو اللہ کو ایک کہتا اور مانتا ہے وہ بھی موحد ہے۔۔۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اس کے خلاف ہیں کہ نقائص کو اللہ سے نسبت دی جائے۔۔۔ آپ فرماتے ہیں:۔

> اور نقائص کی باتیں حق سبحانہ و تعالیٰ کی جناب قدس سے مسلوب ہیں۔ اور حق تعالیٰ جواہر، اجسام اور اعراض کی صفات و لوازم سے پاک و منزہ ہے۔ نیز زمان و مکاں اور جہت کی بھی حضرت حق تعالیٰ کی شان میں گنجائش نہیں ہے کیوں کہ یہ سب چیزیں اسی کی مخلوق ہیں (مکتوبات، ج ۲،م ۶۷، ص ۲۳۴)

بعض حضرات حق تعالیٰ کے لئے غیب کی اس بنا پر نفی کرتے ہیں کہ اس سے تو کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اس خیال کی تردید

فرماتے ہوئے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

> حق تعالیٰ اپنے کلام مجید میں علم غیب کے ساتھ اپنی تعریف فرماتا اور اپنے آپ کو عالم الغیب فرمایا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ سے علم غیب کی نفی کرنا نہایت ہی قبیح اور برا ہے اور فی الحقیقت حق سبحانہ و تعالیٰ کی (ایک گونہ) تکذیب ہے (مکتوبات، ج ۱، م ۱۰۰، ص ۲۷۶)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کے قائل ہیں، وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ کا دیدار فرمایا اور ان حضرات کی تکذیب فرماتے ہیں جو اس بنا پر دیدار الٰہی کے قائل نہیں کہ یہ دنیا میں رہتے ہوتے ممکن نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

شب معراج میں آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رویت (باری تعالیٰ) دنیا میں واقع نہیں ہوئی بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے کیوں کہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رات جب مکان و زماں کے دائرے سے باہر پہنچ گئے اور تنگی مکاں سے نکل گئے تو ازل و ابد کو آن واحد پایا اور ابتداء و انتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا اہل بہشت کو جو ہزارہا سال کے بعد بہشت میں جائیں گے، دیکھ لیا۔ (ایضاً، ج ۱، م ۲۸۳)

تعظیم و تکریم قرآن

○ ------ دور جدید میں بعض اسلامی ممالک میں جو بین الاقوامی سازشوں کی زد میں ہیں قرآن کریم کی تعظیم و تکریم نہیں کی جاتی، نہ اس پر چولی چڑھائی جاتی ہے، نہ

جزدان میں لپیٹا جاتا ہے بلکہ بے کھٹکے زمین پر رکھ دیا جاتا ہے جب کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے قرآن عظیم کی تکریم و تعظیم ثابت ہے۔ جبھی تو تیرہ صدیوں تک مسلسل قرآن کریم کا احترام کیا گیا بلکہ اب بھی تمام ممالک میں کیا جاتا ہے افسوس قرآن کریم کی تعظیم و تکریم جو کبھی اختلافی مسئلہ نہ تھا، دشمنان اسلام کی سازشوں نے اس کو بھی اختلافی مسئلہ بنا دیا۔ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا موقف نہایت ہی معقول اور مدلل ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ۔

قرآن مجید خداوند جل سلطانہ کا کلام ہے جس کو حرف و آواز کے لباس میں ہمارے پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا گیا ہے اور اس کے ذریعہ بندوں کو امر و نہی کا حکم دیا گیا ہے۔۔۔ جس طرح ہم اپنے کلام نفسی کو تالو اور زبان ذریعہ حرف و آواز کے لباس میں لا کر ظاہر کرتے ہیں اور اپنے پوشیدہ مقاصد و مطالب کا اظہار کرتے ہیں اس طرح حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے کلام نفسی کو تالو اور زبان کے واسطے کے بغیر محض اپنی قدرت کاملہ سے حرف و آواز کا لباس عطا فرما کر اپنے بندوں کے لئے بھیجا ہے اور اپنے پوشیدہ اوامر و نواہی کو حرف و آواز کے ضمن میں رہ کر ظاہر فرما دیا ہے۔۔۔ اس کلام کی دونوں قسمیں یعنی نفسی و لفظی حق جل و علا کا کلام ہیں اور ان دونوں قسموں پر کلام کا اطلاق کرنا حقیقت کے طور پر ہے، جس طرح کہ ہمارے کلام کی دونوں قسمیں نفسی و لفظی حقیقت کے طور پر ہمارا کلام ہیں نہ یہ کہ قسم اوّل حقیقت ہے اور قسم ثانی مجاز کیوں کہ مجاز کی نفی جائز ہے اور کلام نفسی کی نفی کرنا اور اس کو کلام خدا نہ کہنا کفر ہے [۴]

جن اسلامی ممالک میں کلام لفظی کو کلام اللہ نہیں سمجھتے یہ حضرت مجدد الف

ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے حضور باادب رکھے۔ آمین !
حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب قرآنی اوراق نکالتے تو چومتے اور سر پر رکھتے، نہ معلوم ہم کو کیا ہو گیا، ہم کہاں سے کہاں چلے گئے !

شریعت و طریقت

○ ------ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے مکتوبات میں شریعت پر خاص زور دیا ہے اور اس خیال کو باطل قرار دیا ہے کہ شریعت و طریقت دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ آپ کے نزدیک شریعت، طریقت ہے اور طریقت، شریعت ہے ۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے مکتوبات میں اکبر بادشاہ اور جہاں گیر بادشاہ کے درباریوں، وزیروں اور عوام و خواص سب کو شریعت کی طرف متوجہ کیا اور اس کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ ہم مکتوبات سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو گا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو مسلمانوں کے لئے کتنا ضروری خیال فرماتے ہیں۔

(۱) مستقیم الاحوال مشائخ۔۔۔ شریعت و طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں حق سبحانہ، و تعالیٰ کی اطاعت کو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت میں جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کی وہ اطاعت جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کی اطاعت) کی صورت میں نہ ہو اسے عین ضلالت و گمراہی خیال کرتے ہیں

(مکتوبات، ج ۱، م ۱۵۲)

(۲) انسان جب تک پراگندہ تعلقات کے میل کچیل سے آلودہ ہے

(محبوب حقیقی) سے محروم و مہجور ہے۔ حقیقت جامع (دل) کے آئینے کو غیر اللہ کی محبت کے زنگ سے صاف کرنا ضروری ہے اور اس زنگ دور کرنے کے لئے سب سے بہتر مصقلہ (زنگ دور کرنے والی چیز) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روشن و بلند سنت کی پیروی کرنا ہے۔ اتباع سنت کا دارومدار نفسانی عادتوں کے ہٹانے اور ظلماتی رسموں کے دور کرنے پر ہے (مکتوبات، ج ۱، م ۴۳)

(۳) محبوب رب العالمین (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)۔ ۔۔ کی اتباع کے بغیر نجات ممکن نہیں (ایضاً، م ۷۸)

(۴) پس لازم ہے کہ ہمیشہ اپنی ہمت کو احکام شرعیہ کی بجا آوری میں صرف کیا جائے اور اہل شریعت علماء و صلحاء کی تعظیم و توقیر کرنی چاہئے اور شریعت کو رواج دینے میں کوشاں رہنا چاہئے اور گمراہ اور اہل بدعت کو ذلیل و خوار رکھنا چاہئے (ایضاً، م ۶۵)

(۵) جو کچھ کل قیامت کے دن کام آئے گا حضرت صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)۔۔۔ کی متابعت ہے (ایضاً، م ۱۸۴)

(۶) آپ کی امت آپ ہی کی متابعت کی برکت سے خیر الامم قرار دی گئی اور ان میں کے اکثر اہل جنت میں سے ہیں اور کل بروز قیامت آپ ہی کی متابعت کی بدولت تمام امتوں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے اور وہاں کی نعمتیں حاصل کریں گے (ایضاً، م ۲۴۹)۔

(۷) اگر ان دو باتوں میں استحکام ہو جائے تو پھر کوئی غم نہیں۔

(۱) صاحب شریعت علیٰ آلہ الصلوۃ والسلام کی متابعت۔

(ب) شیخ طریقت سے عقیدت و محبت (ایضاً، ج ۲، م ۱۲)

سجدۂ تعظیمی

○ ------ سجدۂ تعظیمی کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا موقوف بالکل واضح ہے جہاں گیر بادشاہ کے ایک مقرب۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

بعض فقہا۔ نے اگرچہ بادشاہوں کے لئے سجدہ تحیتہ جائز رکھا ہے لیکن بادشاہوں کے لئے مناسب یہی ہے کہ اس امر میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع کریں اور اس قسم کی ذلت و انکساری حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لئے پسند نہ کریں۔ حق سبحانہ اللہ و تعالیٰ نے ایک جہاں کو ان کے تابع اور محتاج بنایا ہے، اس نعمت کا شکر بجالائیں اور اس قسم کی تواضع کو جس سے کمال درجہ کا عجز و انکسار ظاہر ہوتا ہے جناب قدس تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ مسلّم رکھیں اور اس امر میں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بنائیں اگرچہ بعض نے اس امر کو جائز رکھا ہے لیکن مناسب یہی ہے کہ ان کا حسن تواضع اس امر کو پسند نہ کرے [۶]

۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۸ء میں جب جہاں گیر بادشاہ نے اپنے دربار میں بلایا تو آپ نے سجدہ تعظیمی سے انکار کر دیا جس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں مگر غیر اللہ کے آگے سر نہ جھکایا۔

گردن نہ جھکی جس کی جہاں گیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے گرمیٔ احرار ؒ

نور و بشر

○ ------ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ نور فرمایا [۸] اور دوسری جگہ بشر کہلوایا [۹] ---- انسان حیران ہے، کیا کہے کیا نہ کہے ! ---- یہی حیرانگی اختلاف کا سبب بنی---- "نور کے لباس بشر" میں ہونے کی اللہ نے یہ حکمت بیان فرمائی کہ بشر کو جب ہی انس پیدا ہوتا ہے جب اس کا ہادی و رہبر لباس بشری میں ہو اس لئے فرمایا----

اگر نبی فرشتہ کر کے بھیجتے جب بھی اسے مرد (بشر) ہی
بناتے اور ان پر وہ شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں۔ [۱۰]

یعنی مشیت ایزدی یہی ہے انسانوں کو جو بھی ہدایت کے لئے بھیجا جائے خواہ وہ نور ہی کیوں نہ ہو انسان ہی کی شکل میں اور لباس بشری میں بھیجا جائے گا---- حقیقت یہ ہے کہ چاہنے والے اور محبت کرنے والے محبوب کی حقیقت کی کھوج نہیں لگاتے، وہ تو اس کے حسن و جمال پر مٹتے ہیں، یہ محبت کی فطرت ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری نظر یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی طرح لباس بشری میں الجھ کر نہ رہ جائے۔

اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا موقف بالکل واضح ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

جاننا چاہئیے "خلق محمدی" دوسرے تمام افراد انسانی کی پیدائش

کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں کوئی بھی فرد ان کی پیدائش کے
ساتھ مناسبت نہیں رکھتا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود
عنصری پیدائش کے حق جل و علا کے نور سے پیدا ہوتے ہیں
جیسا کہ علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

خلقت من نور اللہ [11]

(میری پیدائش اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوئی ہے)

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔ "سب سے پہلے اللہ نے
میرے نور کو پیدا کیا۔۔۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔۔۔ "میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومن میرے
نور سے پیدا ہوتے ہیں"

لہذا لازمی طور پر حق جل و علا اور تمام حقائق کے درمیان آپ
واسطہ ہیں اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے واسطے کے بغیر کسی
بھی مطلوب تک وصول محال ہے [12]

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

جن محجوبوں نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہا
اور دوسرے لوگوں کی طرح خیال کیا وہ آپ کی ذات کے منکر
ہو گئے۔ جس طرح کفار نے انبیاء علیہم السلام کو دوسرے لوگوں
کی طرح جانا اور کمالات نبوت کے منکر ہو گئے۔ [13]

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں۔

عام لوگ ظاہری شرکت دیکھتے ہیں اور خواص بلکہ اخص الخواص

کو اپنے رنگ میں تصور کر کے انکار و اعتراض میں آجاتے ہیں اور محروم رہ جاتے ہیں۔ [۱۴]

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

> جن محروموں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح ان کو تصور کیا تو لازمی طور پر وہ (آپ کے) منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو رسالت اور رحمت عالمیاں کے عنوان سے جانا اور باقی تمام لوگوں سے ممتاز دیکھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہو گئے اور نجات پا گئے۔ [۱۵]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو بہت ہی بلند ہے، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک مسلمانوں میں صرف وہ لوگ قرآن عظیم کے اسرار تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں جنہوں نے خود کو بشری آلودگی سے پاک کر لیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

> قرآن کریم کے پوشیدہ اسرار تک وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جو بشریت کے تعلقات کی آلودگی سے پاک ہو گئے ہوں۔ [۱۶]

دنیوی اور اخروی زندگی

○ ------ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نیکو کار مسلمانوں کو اچھی زندگانی کی بشارت دی [۱۷] ---- شہیدوں کو حیات جاوید کی خوشخبری سنائی [۱۸] ---- اپنے دوستوں اور محبوبوں کو دنیا و آخرت کی خوشخبریاں سنائیں [۱۹] ---- پھر انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی کیا بات کی جائے اور امام الانبیاء تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

طیبہ کی حقیقت تک کس کی رسائی ہو؟۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

آپ نے سنا ہو گا الانبیاء یصلون فی القبور ۔۔۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔۔۔ ہمارے پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوۃ والسلام شب معراج میں جب حضرت کلیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔۔۔ اس مقام کے معاملات نہایت عجیب و غریب ہیں۔ [20]

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

اور آج کل چوں کہ میرے فرزند اعظم مرحوم (محمد صادق) کی وفات کی وجہ سے اس مقام (عالم برزخ) کی طرف توجہ اور نظر کرنے کا بہت اتفاق ہوتا ہے اس لئے نہایت ہی عجیب و غریب اسرار ظاہر ہوتے ہیں اگر ان کا تھوڑا سا حصہ بھی بیان کیا جائے تو فتنہ کا باعث ہو جائے گا۔ [21]

پھر فرماتے ہیں۔

قبر بھی جنت کے باغوں میں ایک باغیچہ ہے، اگر چہ عقل کوتاہ اندیش ان باتوں کے تصور سے عاجز ہے لیکن وہ اور ہی آنکھ ہے جو ان عجائبات کا تماشا دیکھتی ہے۔ [22]

ان نگارشات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی نگاہ بلند عالم برزخ کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر رہی تھی نیز یہ کہ مٹی میں ملنے کا تصور انبیاء و شہداء اور صلحاء کے بارے میں کیا ہی نہیں جا سکتا، ہاں گنہ گار و سیہ کار اور گستاخ و بے ادب مر کر مٹی میں مل جاتے

تو کچھ تعجب کی بات نہیں، اس کے لئے یہ عقیدہ درست ہے۔

نور ہی نور

○ ------ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ تھا یا نہیں۔۔۔۔اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے:۔

> چوں کہ آں سرور علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام کا وجود عالم ممکنات سے نہیں ہے بلکہ اس عالم کے فوق سے ہے تو لازمی طور پر آپ علیہ و علی آلہ الصلوۃ والتسلیمات کا سایہ نہ تھا، اور پھر یہ بھی ہے کہ عالم شہادت میں کسی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور آپ سے زیادہ عالم میں کوئی چیز لطیف ہی نہیں تو سایہ کی کیا گنجائش ہے؟ علیہ و علی آلہ الصلوۃ و التسلیمات۔ [۲۳]

عظمت مصطفیٰ

○ ------ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے محبوب بھی ہیں اور مطلوب بھی اس لئے آپ کی محبت کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے [۲۴] اور اطاعت کی بھی تاکید کی گئی ہے [۲۵] ۔۔۔۔ پھر بھی اختلاف پایا جاتا ہے اور تعظیم سے روکا جاتا ہے۔۔۔۔اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے بڑی دل لگتی بات فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں:۔

> حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم کی شان کو اس دنیا میں کیا پاسکتے ہیں اور آپ کی عظمت و بزرگی کو اس

جھاں میں کیا پہچان سکتے ہیں کیوں کہ اس دور ابتلاء (دنیا) میں
سچ، جھوٹ کے ساتھ اور حق، باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔۔۔ لیکن
قیامت کے دن آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہو جائے گی جب
کہ آپ پیغمبروں کے امام ہوں گے اور ان کی شفاعت کرنے
والے ہوں گے اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ
تمام انبیاء و المرسلین من الصلوۃ افضلھا و من التسلیمات اکملہا ان
کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔[۲۶]

سچ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی انسان نے اپنے رب کو جانا اور مانا، آپ سے رخ پھیرنا سراسر احسان فراموشی ہوگی۔ احسان مندی کا تقاضا یہ ہے کہ محسن کا احسان مانا جائے، اس کا کہا مانا جائے، اس کو یاد رکھا جائے اور اس کی عظمت کو تسلیم کیا جائے۔۔۔ قرآن کریم میں بار بار ان امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ہم کو قرآن کریم کا دل کی آنکھوں سے مطالعہ کرنا چاہئیے، سر کی آنکھیں تو ہم کو دھوکہ دیتی رہتی ہیں۔

علم عطائی

○ ------ کیا ہم اور کیا ہمارا علم؟۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں۔۔۔ ہم تو ان کے علم کا اندازہ لگانے سے بھی قاصر ہیں جنہوں نے استادوں سے سیکھا اور کتابوں سے پڑھا ہے۔۔۔ ان کے علم کی کیا بات کریں جن کو اللہ نے اپنے کرم سے سکھایا اور پڑھایا؟ ؟[۲۷]۔۔۔ ان کے غلاموں کا حال یہ ہے کہ جب ہم ان کے علم کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ انھیں غلاموں میں ایک حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی تھے۔۔۔

آپ فرماتے ہیں۔

حق جل سلطانہ، کے انعامات سے کیا کیا تحریر کرے اور اس کا شکریہ کس طرح ادا کرے؟۔۔۔ وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا رہتا ہے ان میں سے بیشتر حصہ تحریر ہوتا رہتا ہے اور ہر اہل اور نا اہل کے گوش گزار ہوتا رہتا ہے لیکن وہ اسرار و حقائق جن کے ساتھ یہ فقیر ممتاز ہے اس کا ذرا سا حصہ بھی اظہار نہیں کیا جاسکتا بلکہ رمز و اشارے سے بھی ان دقائق کا ذکر نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ یہ دولت جس کے پوشیدہ رکھنے میں ہم کوشش کرتے ہیں انبیاء علیہما الصلوت و التسلمات بھی اس دولت میں شریک ہیں اور انبیاء علیہم الصلوۃ و التسلیمات کی متابعت کرنے والوں میں سے جس کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت میں شریک ہے۔۔۔ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو قسم کے علم سیکھے ہیں، ان دو علموں میں سے ایک یہ ہے جو میں نے تمہارے درمیان پھیلا دیا اور بیان کیا اور دوسرا علم وہ ہے کہ اگر میں تم پر ظاہر کر دوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔۔۔ اور علم، علم اسرار ہے کہ ہر شخص کا فہم وہاں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔۔۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ [۲۸]

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اپنا خاص علم عطا فرماتا ہے جس کا بار بار قرآن حکیم میں ذکر کیا گیا ہے [۲۹]، یہ بھی معلوم ہوا کہ

متابعت کے طفیل اس علم کا کچھ حصہ آپ کے غلاموں کو بھی ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ وہ علوم ہیں جن تک عام فہم کی رسائی نہیں، جب ہم علم کے حوالے سے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور ان کے علوم و معارف کا انکار کرتے ہیں تو ہم طفل ناداں معلوم ہوتے ہیں۔۔۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> حدیث مبارکہ "میری آنکھیں سو جاتی ہیں. لیکن میرا دل نہیں سوتا" ۔۔۔ اپنے اور اپنی امت کے احوال کے جاری ہونے سے غافل نہ ہونے کی خبر دیتی ہے، -یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں "نیند" وضو کو توڑنے والی نہیں ہوتی اور چوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی حفاظت کے بارے میں جانوروں کے محافظ کی طرح ہیں اس لئے غفلت آپ کے منصب نبوت کے مناسب نہیں ہے۔ [۳۰]

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں غفلت نام کی کوئی شے نہیں کیوں کہ نبی اس کو کہتے ہیں جو غیب کی خبریں بتائے اور غافلوں کو ہشیار کرے، جو خود غافل و بے خبر ہو وہ دوسروں کو کیا ہشیار کر سکتا ہے۔۔۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

○ ۔۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک روز قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ سامنے آگئی جس میں اللہ و رسول کے لئے

مسلمانوں سے ایسی محبت کا مطالبہ کیا گیا ہے جس کے سامنے والدین، بھائیوں، بیویوں، رشتہ داروں، مال و دولت، مال تجارت، شاندار دل پسند مکانوں کی محبت ہیچ نظر آئے۔۔۔۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں۔

> اس آیت کریمہ کو پڑھتے ہی بہت گریہ طاری ہوا اور خوف غالب آگیا۔۔۔ اس اثنا میں اپنے حال کا جائزہ لیا تو میں نے اندازہ لگایا کہ میں ان چیزوں میں سے کسی چیز میں گرفتار نہیں ہوں۔ [۳۱] محبت صادق، دیوانگی و جنوں چاہتی ہے ع

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے مکتوبات میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

لن یؤمن احد کم حتی یقال لہ انہ مجنون [۳۲]

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہ ہو گا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے [۳۳]۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ نفیس نکتہ بیان فرماتے ہیں۔

> یہ بات (شرعی اور عقلی طور پر) طے شدہ اور ثابت ہے کہ جس چیز میں محبوب کے اخلاق وعادات پائے جائیں، محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ چیز بھی محبوب ہو جاتی ہے اور آیہ کریمہ فاتبعونی یحببکم اللہ [۳۴] (یعنی تم میری پیروی کرنے لگو تاکہ اللہ تم سے محبت کرنے لگے) میں اس امر کا بیان ہے۔ پس ہر عقلمند اور سمجھدار پر واجب ہے کہ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے

حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کامل طریقہ پر اتباع کرے۔ [۲۵]

ہمیں کامل اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔۔۔ اعمال و اقوال، احوال و اذواق میں اتباع۔۔۔ محبت و نفرت میں اتباع یعنی جس سے آپ محبت کریں اس سے ہم محبت کریں، جس سے آپ نفرت کریں اس سے ہم نفرت کریں۔ محبت و نفرت کے جذبات کا صحیح استعمال یہی ہے۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ محبوب سے محبت اور محبوب کے دشمنوں سے نفرت آدابِ محبت میں پہلا ادب ہے۔۔۔ اللہ و رسول کی محبت، اللہ و رسول کے دشمنوں اور گستاخوں سے نفرت کئے بغیر قائم نھیں رہ سکتی۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے ایک مکتوب میں اس نفسیاتی نکتہ پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ ہم اس مکتوب سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ایمان کی تحقیق میں کفر سے تبرّی (بیزاری کا اظھار) کئے بغیر چارہ نھیں۔ تبرّی کا ادنیٰ درجہ دل سے بیزاری ہے اور تبرّی کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل اور جسم دونوں سے ہو اور تبرّی سے مراد حق جل و علا کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھنا ہے خواہ دشمنی قلب سے ہو جب کہ ان سے نقصان پہنچنے کا خوف ہو، خواہ دل اور جسم دونوں سے ہو جب کہ ان سے ضرر کا خوف نہ ہو۔ [۲۶]

۲۔ خدائے عزّو جل کی محبت اور اس کے رسول علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی محبت ان کے دشمنوں کی دشمنی کے بغیر صورت پذیر نھیں ہوتی۔ [۲۷]

۳۔ دوستوں کی محبت کے لئے شرط ہے کہ ان کے دشمنوں سے تبرّی (بیزاری کا اظھار) کیا جائے۔ [۲۸]

۴۔ اس فقیر کی نظر میں رضائے حق جل و علا حاصل کرنے کے لئے

اس تبرّی (بیزاری کا اظہار) کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ [۳۹]

میلاد شریف

○ ----- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر پاک کی محفل پہلے اللہ نے سجائی [۴۰] پھر انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں میں سجائی، آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محفل سجائی [۴۱] ---- پھر خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم [۴۲] نے سجائی---- پھر اس سنت الٰہی اور سنت انبیاء پر عمل کرتے ہوئے صلحاء امت نے محفلیں سجائیں---- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایسی محافل کے انعقاد کی اجازت دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> مجلس میلاد شریف اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت شریف اور منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ [۴۳]

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

> ناجائز تو یہ ہے کہ قرآن حکیم کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے اور قصیدے پڑھنے میں راگ اور موسیقی کے قواعد کی رعایت اور پابندی کی جائے [۴۴]، تالیاں بجائی جائیں۔ اگر اس طرح پڑھیں کہ کلمات قرآن میں تبدیلی واقع نہ ہو اور قصیدے پڑھنے میں شرائط موسیقی کا لحاظ نہ ہو اور غرض صحیح کے تحت پڑھے جائیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ [۴۵]

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے بعض مکاتیب میں مولود خوانی کو منع بھی

فرمایا ہے [۴۶] اس کی ایک وجہ تو یہ ہے جو آپ نے مندرجہ بالا مکتوب میں بیان فرمائی دوسری وجہ یہ ہے کہ عارف کامل اپنے مرید کا طبیب روحانی ہوتا ہے اور طبیب، مریض کی صحت کی بقا کے لیے بعض لذیذ و نفیس ماکولات و مشروبات پر پابندی لگا دیتا ہے اور کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا۔ یہ پابندی عارضی ہوتی ہے، جسمانی صحت کے بعد اجازت دے دی جاتی ہے اس طرح روحانی مریضوں کا حال ہے، ان کی روحانی صحت کے لیے ایک وقت متعین تک بعض جائز اعمال سے روکا جاتا ہے، روحانی صحت کے بعد اجازت دے دی جاتی ہے۔

> حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے جس روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی اہل خانہ کو خوشی منانے اور قسم قسم کے کھانے پکانے کی ہدایت فرمائی۔

(مکتوبات، جلد ۳، مکتوب ۱۰۶)

شفاعت

○ ...... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نہ صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسم کی شفاعت بلکہ ابرار کی شفاعت کے بھی قائل ہیں، خود آپ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کرم سے شفاعت میں حصہ عطا فرمایا [۴۷] ....ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

> اور اس قیامت کے روز بدوں کے حق میں نیک لوگوں کا حضرت رحمان جل سلطانہ، کی اجازت سے شفاعت کرنا حق ہے۔ پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوۃ و التسلیمات نے فرمایا شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

(میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے)۔ ۴۸

محبت اہل بیت و صحابہ

○ ------ اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے تابع ہے، جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی اس کو ہر اس شخص اور اس شے سے محبت ہوگی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتی ہو۔۔۔۔ یہ محبت کی فطرت ہے کہ محبت والا محبوب کے دوستوں اور محبوب کی ہر شے سے محبت کرتا ہے اس لئے جو تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرتا ہے وہ یقیناً اہل بیت، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہے۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:۔

> فاطمہ میرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے پس جس کسی نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ ۴۹

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرماتے ہیں:۔

> جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے حق تعالیٰ کو ناراض کیا۔ ۵۰

اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے یہ حدیث نقل فرمائی:۔

یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ
میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت
فرما اور اس شخص سے بھی محبت کر جو اِن دونوں سے محبت
رکھے۔ ۵۱

ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں شامل ہیں بلکہ عرف عام میں بیوی بچوں سے مراد اہل بیت ہی ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔

اے میری بیٹی! کیا اس کو محبوب نہیں رکھتی جس سے میں
محبت کرتا ہوں؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

جی ہاں!

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تو بھی اس سے محبت رکھ۔ ۵۲

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے یہ حدیث پاک نقل فرمائی۔

جس نے ان اصحاب سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ
سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے
میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ ۵۳

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اہل بیت و صحابۂ کرام سے متعلق یہ حدیث شریف بھی نقل فرماتے ہیں۔

تم میں سے پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہو گا جس کو

میرے اہل بیت اور میرے اصحاب کے ساتھ محبت ہوگی۔ ۵۴

بعض لوگوں کا اہل بیت کی طرف زیادہ جھکاؤ ہے اور بعض اصحاب کرام کی طرف اس حد تک مائل ہیں کہ اگر کوئی اہل بیت سے محبت کرتا ہے تو اس کو شیعہ سمجھنے لگتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اس خیال خام کی تردید فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

> وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت و جماعت کو اہل بیت کا محب نہیں سمجھتا اور اہل بیت سے محبت کرنا شیعوں کا خاصہ جانتا ہے۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا شیعیت نہیں بلکہ اصحاب ثلاثہ (حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم) کی شان میں تبرا (لعن طعن) کرنا شیعیت ہے اور صحابہ کرام سے بیزاری قابل مذمت و ملامت ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا ہی شیعیت ہے تو جن و انس گواہ رہیں میں شیعہ ہوں۔ ۵۵

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

> اہل بیت کرام سے محبت رکھنا ان بزرگواروں کے نزدیک جزو ایمان ہے اور بوقت موت ایمان پر خاتمہ میں اہل بیت کے ساتھ محبت رکھنے کو بڑا دخل ہے۔ ۵۶

سچی بات یہ ہے کہ اہل بیت، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ثمر ہے جس کو آپ سے محبت ہوگی یقیناً اس کو ان سب سے محبت ہوگی، جو تقسیم ہوا وہ محروم ہوا۔

تفضیل شیخین

○ ...... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا آخری دور، دور جہانگیری تھا، جہاں گیر بادشاہ کی ملکہ نور جہاں کا تعلق شیعہ فرقے سے تھا۔ اس کا باپ دیوان کُل تھا اور بھائی آصف جاہ وکیل مطلق تھا۔ ان کے اختیار و اقتدار کی وجہ سے یہ خیال پھیلنے لگا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم.... حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں حالاں کہ شیخین کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اس خیال کی اصلاح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

اور حضرات خلفاء اربعہ کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے کیوں کہ اہل حق کا اجماع اس پر ہے کہ پیغمبروں کے بعد افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں بعد ازاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ.... حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"جو بکر و عمر دونوں اس امت میں سب سے افضل ہیں جو کوئی مجھ کو ان دونوں پر فضیلت دے وہ مفتری ہے اور میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جتنے مفتری کو لگاتے ہیں۔"(ترمذی شریف)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امت محمدیہ میں سب سے افضل ہیں اور آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فضیلت ہے۔

محبت و صحبت اولیاء

○ ...... اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے آغاز ہی میں صلحاء کا ذکر فرمایا ہے پھر اپنے دوستوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور ان کے بلند درجات، مقامات و کمالات کا ذکر فرمایا ہے [59]۔ ذکر کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان کو یاد رکھا جائے، ان سے محبت کی جائے ان کی پیروی کی جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ خود ایک عارف کامل تھے اور اس کا ادراک رکھتے تھے کہ اولیاء کاملین کی صحبت اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں۔

> اس گروہ (اولیاء اللہ) کی صحبت جو ان کی معرفت پر مترتب ہوتی ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے، دیکھئے کس صاحب نصیب کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔ [60]

دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں۔

> ان کی صحبت کی برکتیں کیا بیان کی جائیں، یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ حق تعالیٰ عزوجل کے دوست کسی شخص کو قبول کر لیں چہ جائیکہ اس کو محبت و قرب سے ممتاز فرمائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشیں کبھی بد نصیب نہیں ہوتا۔ غرضیکہ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور آداب صحبت کو مد نظر رکھیں تاکہ تاثیر پیدا ہو۔ [61]

تیسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

> اور اپنے پیر کامل کی طرف، جو اس دولت (جمعیت قلب) کے حاصل کرنے کا وسیلہ ہے، پوری توجہ کریں در حضور و غیبت میں اس دولت عظمیٰ کے وسیلوں (پیروں) کے آداب کی رعایت

کو اچھی طرح مد نظر رکھیں۔ ۶۲

آپ کے ایک دوست نے حکومت میں کوئی اہم عہدہ قبول کر لیا تو اس کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

> فقراء کے آستانوں کی خاک روبی، دولت مندوں کے ہاں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ آج اگر یہ بات آپ کو معقول معلوم ہو یا نہ ہو، آخر کار معقول معلوم ہو جائے گی مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ ۶۳

اس میں شک نہیں مرشد کامل کی صحبت اللہ کی عظیم نعمت ہے، یہ راز ان کے دامن سے وابستہ ہو کر ہی معلوم ہوتا ہے، کوئی تو بات تھی جو ہمایوں بادشاہ شاہ محمد غوث گوالیاری کے دامن سے وابستہ ہوا۔۔۔ شاہجہان بادشاہ حضرت میاں میر علیہ الرحمہ کے دامن سے وابستہ ہوا، اورنگ زیب عالم گیر، حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کے دامن سے وابستہ ہوتے، ڈاکٹر اقبال نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی قبر انور سے فیض پایا اور دنیا میں اسلامی انقلاب کے داعی بنے۔۔۔ اہل اللہ کی صحبت سے انکار کرنا حقیقت میں زندگی سے انکار کرنا ہے، جس نے کاملین کی محبت و صحبت کا مزہ چکھا ہی نہیں وہ معذور ہے اور ایک عظیم حقیقت سے بے خبر ہے۔

وسیلۂ انبیاء و اولیاء

○ ------ یہ سادہ سی بات سمجھ میں آنے والی ہے کہ مختار کے جتنے قریب ہو گے اختیار بڑھتا جائے گا۔۔۔ قادر کے جتنے قریب ہو گے، قدرت بڑھتی جائے گی۔۔۔ قوی کے جتنے قریب ہو گے، قوت بڑھتی جائے گی۔۔۔ یہ مناظر دنیا میں ہم دیکھتے رہتے

ہیں.... انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں اس لئے حسب درجات و مقامات اس تعالی کے کرم کے طفیل اپنی قوت قدرت، اختیار و تصرفات کو بروئے کار لاتے ہیں....

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں اپنے مشاہدات کا ذکر فرماتے ہیں جو غایت ہی حیرت ناک ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

> مدت ہوئی بعض احباب حضرت خضر علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں دریافت کرتے رہتے تھے۔ چوں کہ فقیر کو ان کے احوال پر پوری طرح اطلاع نہیں دی گئی تھی اس لئے جواب میں توقف کر رہا تھا.... اتفاقاً آج صبح کے حلقے میں دیکھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علی نبینا و علیہ الصلوۃ و التسلیمات روحانیوں کی صورت میں تشریف فرما ہیں اور روحانی ملاقات میں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں اور حضرت حق سبحانہ و تعالی نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ عالم اجسام کی صورت میں متشکل ہو کر وہ کام انجام دیں جو عالم اجسام سے وقوع میں آتے ہیں۔ [۱۲]

اور اولیاء اللہ کے تصرفات کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

> آپ نے دریافت کیا تھا "صاحب تصرف پیر کسی مستعد مرید کو اپنے تصرف سے اس کی قابلیت سے زیادہ بلند مرتبے پر پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟" .... ہاں پہنچا سکتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب ہوں نہ کہ ان مراتب پر جو اس کی استعداد

کے مناسب نہ ہوں۔[65]

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک انبیاء۔ علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ رحمہم اللہ تصرفات فرماتے ہیں۔ ان کے لئے یہ عقیدہ رکھنا کہ مر کر مٹی میں مل گئے، درست نہیں۔

وسیلہ کے بغیر انسان ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا.... کھانے کمانے، چلنے پھرنے، لکھنے پڑھنے، سب ہی کے لئے وسیلے کی ضرورت ہے.... دور جدید تو وسیلوں کا دور ہے، ان وسیلوں سے ہم دور دراز کا سفر کر سکتے ہیں، میلوں فاصلوں سے باتیں کر سکتے ہیں اور ہجر و فراق میں وصل و ملاقات کا لطف اٹھا سکتے ہیں.... وسیلوں کو ترک کر دیں تو سفر زندگی یکایک رک جائے.... اللہ نے اپنے کرم سے وسیلوں کو پیدا کیا، ہمیں شکر ادا کرنا چاہیے، وہ اپنے کرم سے بغیر وسیلے ہی اپنے انعام و کرام سے نواز سکتا ہے پھر بھی فرمایا و ابتغوا الیہ الوسیلۃ و جاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون[66] (اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ) ہاں اس تک رسائی کے لئے وسیلے تلاش کرو، نیک اعمال کا وسیلہ، نیک لوگوں کا وسیلہ کہ جب نیک عمل وسیلہ بن سکتا ہے عمل کرنے والا تو بدرجہ اولیٰ وسیلہ بن سکتا ہے کیوں کہ عمل اس کا تابع ہے، وہ عمل کا تابع نہیں.... وسیلہ اس لئے اختیار کرو تاکہ تم مراد کو پہنچو.... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے کئی مقامات پر وسیلہ ذکر فرمایا، اللہ کے محبوبوں کا وسیلہ.... ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

> آپ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ کے بغیر کسی کو مطلوب تک وصول محال ہے۔[67]

گورنر پنجاب قلیچ خاں کے بیٹے قلیچ اللہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

بہر حال اس گروہ (اہل اللہ) کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور ان لوگوں کے ساتھ التجا و عاجزی اپنا شعار بنائیں اور منتظر رہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ان لوگوں کی محبت کے وسیلے سے اپنی محبت سے مشرف فرمائے اور پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے اور ان جنجالوں (غیر شرعی دنیوی تعلقات) سے بالکل آزاد کر دے[۶۸]

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

اور جو روشن شریعت میں مضبوط قدم رکھتے ہیں اور عالم حقیقت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں ان سے دعا طلب کرنی چاہئے اور مدد لینی چاہئے تاکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت ان کے دریچے سے ظاہر ہو کر اپنی بارگاہ کی طرف پوری طرح جذب کر لے اور مخالفت کی اس میں کوئی گنجائش نہ رہے۔[۶۹]

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

اور اسی طرح ضرورت مند لوگ زندہ اور مردہ عزیزوں (بزرگوں) سے خوف وہلاکت کے وقت مدد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان عزیزوں کی صورتیں حاضر ہو گئی ہیں اور ان کی مصیبت کو دور کر دیا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس عزیز کو اس مصیبت کے دور کرنے کی اطلاع ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔[۷۰]

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

اور اسی طرح سے مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ مشکلات کو حل کرتے ہیں۔[۷۱]

بظاہر یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے مگر تاریخ میں ایسی مثالیں مل جاتی ہیں بلکہ بعض واقعات تو خود راقم کے سامنے گزرے ہیں اور خود پر گزرے ہیں اس لئے راقم کے لئے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ [2]"..... حقیقت یہ ہے کہ غیب کی دنیا عجیب و غریب ہے، ہمیں کچھ نظر نہیں آتا، فرشتے ہمارے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتے..... ہمیں تو بغیر آئینہ کی مدد کے اپنا چہرہ تک نظر نہیں آتا حالاں کہ سب کو نظر آتا ہے، جب اپنے وجود ہی پر پردہ پڑا ہوا ہے تو اور کیا نظر آئے گا، باتیں بہت بناتے ہیں جیسے سب کچھ جانتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ان لوگوں کو جو ایسی باتوں پر شک یا بحث کرتے ہیں مخاطب فرما کر کہتے ہیں:۔

اہل اللہ پر، خصوصاً جب کہ پیری و مریدی کا نام درمیان میں ہو (یعنی جب کہ وہ پیر و مرشد بھی ہو) اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھلا ہوا ہو، اعتراض نہیں کرنا چاہئے اور اس کو زہر قاتل سمجھنا چاہئے۔ [3]"

جب غلاموں کو وسیلہ و واسطہ بتایا جا سکتا ہے تو انبیاء علیہم السلام بالخصوص تاجدار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ و واسطہ کیوں نہیں بتایا جا سکتا جس کی تائید و تصدیق قرآن سے بھی ہوتی ہے [4]"..... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں اس درجہ تک پہنچے مگر امت نبی کے واسطے سے پہنچتی ہے تو وہ پیغمبر درمیان میں حائل ہوتا ہے۔ [5]"

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فرض کا اپنا ثواب ہے مگر اگر

کوئی اس نیت سے فرض ادا کرے کہ یہ صدقہ ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تو مزید برکتوں سے بھی سرفراز ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔

> کوئی شخص فرائض میں کسی فرض کو ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ متابعت کی نیت بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس فرض کو ہمارے نبی نے ادا کیا ہے اس لئے ہم بھی ادا کرتے ہیں تو اس صورت میں امید ہے کہ وہ ادائے فرض کے ثواب کے علاوہ متابعت کا ثواب علیحدہ پاتے اور اس نبی کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے سے مزید برکات سے بھی مستفید ہو۔ [۹]

ہم اس خیال میں الجھے ہوئے ہیں کہ نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا کیسا ہے اور ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جس کو کوئی زبان نقل نہیں کر سکتی اور کوئی قلم لکھ نہیں سکتا مگر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ادائے فرض میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانے والا اور اس نیت سے نماز پڑھنے والا کہ یہ نماز تو پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو پڑھ کر دکھائی، یہ فرض نماز سنت سے گزر کر فرض ہوئی تو یقیناً متابعت کے ثواب اور مزید برکات سے ضرور مستفید ہو گا۔

محافل عرس

○ .... عالم اسلام میں چند صدیوں سے یہ رواج ہو گیا ہے کہ بزرگان دین کے ایام وصال پر ان کی یاد میں محفل منعقد کی جاتی ہے جس میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے، کلمہ طیبہ اور درود پاک کا ورد ہوتا ہے، نعت و منقبت بھی پڑھی جاتی ہے اور اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بھی ہوتا ہے۔ ایسی محافل کو "عرس" کا

نام دیا جاتا ہے.... اللہ کے محبوبوں کی یاد میں محفلیں سجانے کا تو قرآن کریم میں بھی حکم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا وذکرھم بایام اللہ ".... خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں ^٨.... پھر جو کچھ عرس میں ہوتا ہے قرآن و حدیث میں اس کی تائید تو ہے ممانعت نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کا دھلی میں عرس ہوتا تھا ^٩ اور آپ اس میں شریک ہوتے تھے چناں چہ ایک مکتوب میں شیخ فرید بخاری کو تحریر فرماتے ہیں۔

> حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے عرس کے زمانے میں دھلی پہنچ کر یہ خیال تھا کہ آپ کی عالی خدمت میں بھی حاضر ہوں کہ اس اثناء میں روانگی کی خبر پھیل گئی، مجبوراً توقف کر کے چند نامر بوط کلموں سے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں ^٨٠

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کے صاحب زادے اور اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمہ کے مرشد کریم حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ بھی اپنے والد ماجد کا عرس کیا کرتے تھے، چناں چہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

> چند روزے سے اس مسکین کے درد میں آرام ہے چناں چہ ڈولی میں بیٹھ کر چند گھڑیوں کے لئے اپنے پیر دستگیر (حضرت مجدد) قدس سرہ کی مجلس عرس میں حاضر ہوا۔ ^٨١

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ خود عرس میں شریک ہوتے تھے اور سرہند میں آپ کے صاحب زادگان آپ کا عرس کرتے اور خود شرکت فرماتے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ عرس کے خلاف نہ تھے بلکہ ان امور کے

خلاف تھے جو اس میں خلاف شرع شامل کر لئے جاتے ہیں سو یہ عرس کے ساتھ کیا خاص ہے ہر ایسی محفل کی مخالفت کی جاتی گی جس میں خلاف شرع امور کا ارتکاب ہو رہا ہو۔ بعض بے کھٹکے آلات موسیقی کی اجازت دیتے ہیں اور عرس میں مزامیر کے ساتھ قوالیاں کراتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے۔"

> سرود و غنا کی حرمت میں آیات و احادیث اور روایات فقہیہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہئیے کیوں کہ کسی فقیہ نے کسی زمانے میں بھی سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔ [٨٢]

چادر پوشی

○ ------ کسی چیز کو کپڑے سے ڈھکنا اس کی تکریم کی نشانی ہے.... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ پر غالباً بردیمانی کا غلاف چڑھایا.... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبر انور کو چادر سے ڈھکا.... قرآن کریم پر کپڑے کی چولی چڑھائی جاتی ہے اور کپڑے کا جزدان بنا کر اس میں رکھا جاتا ہے.... عورت و مرد کا کپڑے پہننا اور عورتوں کا چادر سے بدن کو ڈھانکنا یہ سب انسانی وجود کی تکریم کی نشانیاں ہیں.... اور تو اور بستروں پر نفیس چادریں اور فرش پر سفید چاندنیاں، گھر والوں یا آنے والوں کے اعزاز و اکرام کی نشانیاں ہیں، اس پر کوئی روک ٹوک نہیں....

ماکولات یا مشروبات میں تحفے تحائف آتے ہیں تو خوان پوش ڈھکے ہوتے ہیں... الغرض کسی شے کو کپڑے سے ڈھکنا اس کی تکریم کی نشانی ہے، غالباً اس لئے بعض محتاط علماء نے بزرگوں کی قبر پر صرف ایک چادر ڈالنے کی اجازت دی ہے، پرانی ہو جائے تو دوسری چادر [83] ....

۱۰۲۹ھ سے ۱۰۳۲ھ تک حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ جہاں گیر بادشاہ کی خواہش پر اس کے ہمرکاب رہے، اس زمانے میں آپ نے اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دی [84]، مزار مبارک پر مراقب تھے کہ اس دوران مزار مبارک کی چادر بدلی گئی جب مراقبے سے فارغ ہوئے تو یہ چادر خادموں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دی، آپ نے سرد آہ کھینچی اور فرمایا۔

> لباسے ازیں نزدیک بہ حضرت خواجہ نہ بود لا جرم آں را بما لطف نمودند۔ برائے تکفین ما نگہ دارشتہ باش۔ [85]
>
> (ترجمہ) اس لباس سے قریب حضرت خواجہ کے قریب کوئی لباس نہ تھا لامحالہ وہی عطا فرمادیا، ہماری تکفین کے لئے یہ محفوظ رکھا جائے۔

اس واقعہ سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں.... پہلی بات تو یہ کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف پر چادر ڈالی جاتی تھی، دوسری بات یہ کہ چادر بدلی جاتی تھی، تیسری بات یہ کہ چادر مخمل و ریشم اور زردوزی کی نہ تھی، سیدھی سادی تھی، چوتھی بات یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اس کو بخوشی قبول فرمایا بلکہ تبرک سمجھ کر اپنے کفن کے لئے محفوظ کرایا، اگر آپ کے نزدیک چادر کا چڑھانا ناجائز ہوتا تو ہرگز قبول نہ فرماتے.... تبرکات کی تصدیق تو خود قرآن کریم

سے ہوتی ہے، تابوت سکینہ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات سے معمور تھا اور اس کو فرشتے اٹھا کر لاتے ۸۶م ، تبرکات نے اس کو اور مقدس کر دیا۔۔۔

ایصال ثواب

○ ...... مرنے کے بعد انسان کی اپنی کمائی کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے، ہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دوسروں کی نیک کمائی سے مرنے والوں کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے اسی لئے بزرگوں نے ایصال ثواب کا طریقہ اپنایا ہے، اس کو روکنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مجبور و معذور انسان کی مدد یا مخدوموں کو تحفے تحائف پیش کرنے سے روکے اور یہ سراسر ظلم ہے۔ خواص اور اخص الخواص کی بات الگ ہے عام مرنے والے مسلمان اپنے عزیزوں کے اعمال خیر کے انتظار میں رہتے ہیں۔۔۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

> نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میت قبر میں اس ڈوبنے والے کی طرح ہے جو مدد کے لئے پکار رہا ہے، وہ مردہ اپنے والد، والدہ، بھائی یا دوست کی طرف سے ہر وقت دعا کا منتظر رہتا ہے، جب قبر میں کسی کی دعا پہنچ جاتی ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ ۸۷

بہت سی احادیث مبارکہ سے ایصال ثواب کی تاکید ہوتی ہے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ بچشم خود ملاحظہ فرماتے ہیں کہ ایصال ثواب سے مرحومین مستفیض ہو رہے ہیں۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ

الرحمہ خود بھی کھانا پکا کر ایصال ثواب کیا کرتے تھے [88] اور فاتحہ مروجہ بھی دیا کرتے تھے چناں چہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

آپ نے جو نیاز درویشوں کے لئے روانہ کی تھی وہ مل گئی ہے اور اس پر سلامتی کے لئے فاتحہ بھی پڑھ دی گئی ہے۔ [89]

ہمارے معاشرے میں بھی ایصال ثواب کا رواج ہے اس کے لئے قرآن خوانی ہوتی ہے، کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد ہوتا ہے اور مرحوم کے لئے جانور ذبح کر کے کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے [90] بعض ایسے ذبیحہ کے گوشت کو محض اس لئے حرام کہتے ہیں کہ وہ کسی کے نام کیا گیا گو ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا۔ قرآن کریم میں ایسے گوشت کی حلت کے لئے واضح حکم موجود ہے اور منع کرنے والوں کو حد سے گزر جانے والے قرار دیا گیا ہے۔ ہم قرآن حکیم کو چھوڑ کر اپنے دل سے فیصلہ کر لیتے ہیں۔۔۔۔ ارشاد ربانی ہے۔

وما لکم الا تاکلون مما ذکر اسم اللہ علیہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ ط وان کثیرا لیضلون باھواءھم بغیر علم ط ان ربک ھو اعلم بالمعتدین O [91]

(ترجمہ) اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا، وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا، مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بیشک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

یہ آیت بالکل واضح ہے کسی تفسیر و تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس کی روشنی میں ہمیں اپنے طرز عمل کا جائزہ لینا چاہئے اور اپنے گریبان میں جھانکنا چاہئے۔۔۔۔ ہم حقیقہ

کرتے ہیں بچہ کے نام ہی کا بکرا ہوتا ہے.... ہم قربانی کرتے ہیں اپنے نام ہی سے کرتے ہیں مگر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں، سب کھاتے ہیں، کوئی اعتراض نہیں کرتا.... جب صاف حکم ہے کہ جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو حلال ہے تو ہم کو موشگافیاں کر کے اپنے من سے حلال کو حرام نہ بنانا چاہئیے.... اس قسم کے ذبیحہ سے نفرت کی بنا پر کہیں لوگ یہ گمان نہ کرنے لگیں کہ جس ذات سے اس جانور کو نسبت دی گئی ہے، نفرت کرنے والے کو اس سے نفرت تو نہیں؟ (نعوذ باللہ).... بہر حال ایصال ثواب اور فاتحہ مروجہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے اور وہ خود اس پر عامل رہے ہیں....

بدعات

○ ..... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سنت پر جتنا زور دیتے ہیں اتنا ہی بدعات سے پرہیز کی ہدایت کرتے ہیں، یہ ہدایت کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک طبیب حاذق، مباح چیزوں سے مریض کو پرہیز بتاتا ہے۔ بدعت کے بارے آپ کا موقف نہایت حکیمانہ اور مدبرانہ ہے.... اس موقف کو سمجھنے کے لئے تاریخی پس منظر کو ضرور سامنے رکھنا چاہئیے جب کہ اکبر بادشاہ نے حکماً اسلامی شعائر پر پابندی لگادی تھی، کفار و مشرکین اور عقلیت پرستوں کا غلبہ ہو گیا تھا، ایسے ماحول میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے احیاء سنت کی تحریک چلائی اور مردہ سنتوں کو زندہ کیا۔ بیشک ایک سنت ہزار مستحبات و مباحات پر بھاری ہے.... آپ فرماتے ہیں،

پس سب سے بڑی نیکی شریعت کے رواج دینے اور اس کے

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں نہ تھیں اگر چہ صبح روشن کی مانند ہو، اس ضعیف کو اس جماعت کے ساتھ جن کے لئے وہ (بدعات) مستند ہیں اس نئے کام کے کرنے میں گرفتار نہ کیجیو اور اس نئی چیز کی خوبی کا دیوانہ نہ بنائیو! [۹۴]

ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بدعات حسنہ کو گو تسلیم فرماتے تھے مگر سنت ہی میں مستغرق رہنے کی اپنے کریم سے دعا مانگتے تھے، بیشک اخص الخواص کو سنت میں انہماک ہی زیب دیتا ہے، عوام کے لئے یہ بدعات جو مستحبات و مباحات کا درجہ رکھتی ہیں، ان کی تمدنی اور تہذیبی ضرورت ہیں [۹۵] .... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بدعات پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مگر اس وقت جب کہ اسلام ضعیف ہے، بدعتوں کی ظلمتوں کو برداشت کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، اس وقت متقدین اور متاخرین کا فتویٰ جاری نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ ہر وقت کے احکام علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ اس وقت پورا عالم بدعت کی کثرت کی وجہ سے بحر ظلمات کی طرح نظر آرہا ہے اور سنت کا نور اپنی غربت و قلت کے باعث اس بحر ظلمات میں کرم ہائے شب افروز (جگنو) کی طرح محسوس ہو رہا ہے۔ [۹۶]

عہد اکبری کے آخری دور میں جو دور مجددی ہے، کفار و مشرکین کے غلبے نے مسلم معاشرے میں .بہت سی بدعات کو رواج دے دیا تھا، ہمارا ملک جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کہلاتا ہے چند روز ہوئے (نومبر ۱۹۹۶ء) سندھ کے گورنر ہاؤس میں ہندو عورتوں نے دیوالی کی خوشی میں چراغاں کیا اور رقص پیش کیا (انا للہ و انا الیہ

راجعون)۔۔۔۔ یہ تو ہمارا حال ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، جس حکومت میں اسلام کا نام و نشان مٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی، اس کا کیا حال ہو گا؟

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بدعات حسنہ کے تو قائل ہیں مگر ایسی بدعات کو حسنہ قرار نہیں دیتے جو سنت میں کمی بیشی کر کے ایجاد کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا موقف یہ ہے۔

> جاننا چاہئیے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے اچھا سمجھا ہے جب ان کو اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنت کی رافع کرنے والی ہیں۔ یہی حال تمام مبتدعات و محدثات کا ہے کیوں کہ وہ سنت پر زیادتی ہیں، خواہ کسی طرح کی ہو اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع (سنت) ہے۔ ۹۷

غالباً ایسی بدعات کے لئے حدیث میں آیا ہے۔

> جب کوئی قوم بدعت جاری کرتی ہے تو اس سے اس جیسی ایک سنت اٹھالی جاتی ہے (رواہ احمد)

دوسری حدیث میں ہے۔

> کوئی قوم اپنے دین میں بدعت جاری نہیں کرتی مگر اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک ان میں اٹھالیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس سنت کو قیامت تک ان کی طرف نہیں لوٹاتا۔

جہاں تک ان بدعات کا تعلق ہے جو سنت میں کمی بیشی کر کے ایجاد نہیں کی گئیں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ان کی تائید فرماتے ہوئے یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

> جس نے کسی اچھی سنت کو جاری کیا تو اس کے لئے اس کے

جاری کرنے کا اجر ہے اور جس نے اس پر عمل کیا اس کا اجر
بھی اس کے لئے ہے۔ [98]

اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

اس طرح ہر وہ نیک کام جو کسی امتی سے وجود میں آتا ہے اس
عمل کا جس قدر اجر عامل کو ملے گا اس قدر اجر پیغمبر علیہ
الصلوۃ والسلام کو بھی ملتا ہے بغیر اس کے کہ عامل کے اجر میں
کسی قسم کی کمی واقع ہو۔ [99]

سبحان اللہ! چوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم غلاموں کو نیک کام ایجاد کرنے کی اجازت دی ہے اس لئے امت محمدیہ کے ہر نیک کام کا اجر آپ کو بھی ملے گا بلکہ آپ ہی تو قاسم ہیں۔ خود تقسیم فرمارہے ہیں خود لے رہے ہیں، ہم کو خوش کر رہے ہیں....

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، کاملین اور اخص الخواص کی طرف سے مستحبات و مباحات کو قبول کرنے اور نہ کرنے اور مستحبات و مباحات کو ان کے لئے فرض قرار دینے کی عجیب و غریب حکمتیں بیان فرماتے ہیں، قرآن کریم میں بھی ایسی بدعات کو جو رضاء الہی کے لئے ایجاد کی جائیں پابندی سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے [100]....
ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض نفلی عبادتوں کے ادا کرنے میں
(حق تعالیٰ کی) مرضی نہیں پاتے اور اس کے ترک کا اذن پالیتے
ہیں اور کبھی نیند کو بیداری سے بہتر سمجھتے ہیں۔ [101]

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

جب ان بزرگوں کے حرکات و سکنات (حق تعالیٰ کے) کے اذن

> پر موقوف ہیں تو بیشک دوسروں کے نفل بھی ان کے لئے فرض ہوں گے مثلاً ایک فعل شریعت کے حکم سے ایک شخص کی نسبت نفل ہے اور وہی فعل دوسرے شخص کے لئے الہامی حکم سے فرض ہے۔ پس دوسرے لوگ کبھی نوافل ادا کرتے ہیں اور کبھی مباح امور کے مرتکب ہوتے ہیں مگر یہ بزرگوار جب کام کو مولیٰ جل سلطانہ کے امر و اذن سے کرتے ہیں وہ سب فرض ہی ہوتے ہیں۔ دوسرے کے مستحب و مباح ان کے لئے فرائض کا درجہ رکھتے ہیں اس تحقیق سے ان بزرگوں کی بلندی شان معلوم کرنا چاہیئے۔ [۱۰۲]

اس راز کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ بعض حلال و مباح چیزیں صحت مند افراد کے لئے بہت ہی مفید ہوتی ہیں وہی اشیاء بیمار افراد کے لئے مضر ہی نہیں مہلک بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں بڑی دل لگتی بات فرماتے ہیں۔

> اول مرض دور کرنا چاہیئے جو ذکر نفی و اثبات سے وابستہ ہے پھر دوسرے عبادات و حسنات جو بدن کے لئے غذائے صالح کا حکم رکھتی ہے مشغول ہونا چاہیئے۔ مرض دور کرنے سے پہلے جو غذا کھائیں گے وہ فاسد و مفسد ہوگی۔ [۱۰۳]

اس اقتباس سے بدعات کے بارے میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا حکیمانہ موقف اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔۔۔۔

○ ------ جب منزل تک پہنچانے والی راہ کا علم نہ ہو تو رہبر و رہنما بنایا کرتے ہیں، حکمت و دانائی کا یہی تقاضا ہے.... راہنما ایک ہی ہوتا ہے بیک وقت دو رہنما نہیں ہوتے، اس لئے مسلمانوں نے اماموں کو اپنا اپنا رہنما بنایا، قیامت کے دن بھی ہم اماموں کے حوالے سے پکارے جائیں گے [۱۰۴] .... یہ امام بھی اللہ کی عظیم رحمت و نعمت ہیں، [۱۰۵] چاروں نے ایک ہی چشمہ صافی سے فیض پایا ہے پھر کیوں نہ ہم جام بھر بھر کر پئیں.... تقلید زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے.... ایک تہذیبی، تمدنی اور معاشرتی ضرورت، اس کے بغیر چارہ نہیں.... جو لوگ انسانی افکار اور انسانی معاشرے پر گہری نظر رکھتے ہیں وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے.... دین و مذہب کے حوالے سے وہ ذات تقلید کی سب سے زیادہ مستحق ہے جو عہد نبوی سے سب سے زیادہ قریب ہو اور قرآن و حدیث فہمی میں سب سے ممتاز ہو.... بلاشبہ وہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ (م۔ ۱۵۰ھ) ہیں.... آپ کی شان کیا بیان کی جائے.... قرآن حکیم کی سورہ جمعہ آیت نمبر ۲ و ۳ نازل ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ فرمایا [۱۰۶] .... اس طرح آپ کا ذکر قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی.... آپ کے جد امجد نے خاندان نبوت سے دعائیں لیں [۱۰۷] اور فیض حاصل کیا.... آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت فرمائی [۱۰۸] .... اور ان سے فیض حاصل کیا [۱۰۹] .... آپ نے احادیث اور فتاویٰ کے ان نادر مجموعوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جو صحابہ کرام نے مدون کئے تھے.... آپ نے احادیث کا ایک عظیم ذخیرہ اس وقت مدون فرمایا جب بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابو داؤد شریف

وغیرہ کتب احادیث بھی مدون نہ ہوئی تھیں "[110]... آپ نے کوفہ میں صحابی رسول، فقیہ امت، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مسند پر بیٹھنے کا شرف حاصل کیا[111]... آپ نے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ پر برسوں غور و فکر کر کے مسائل مستنبط فرمائے "[112] اور قانون شریعت کا ایک عظیم ذخیرہ عطا فرما کر مستقبل میں آنے والے فقہاء پر احسان فرمایا[113]... آپ سابقون الاولون کے پیرو کار تھے جن سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی "[114]... آپ کا عہد مبارک خیر القرون کی بشارت سے مشرف ہوا[115]!!... آپ ملت اسلامیہ کے عظیم محسن ہیں... سعادت مند، محسن کا احسان مانتے ہیں، بد بخت و بد نصیب احسان فراموش ہوتے ہیں... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ان ملت اسلامیہ کے سعادت مندوں میں ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے احسانات یاد رکھے اور ملت اسلامیہ کو ان کے بے مثال علم و تقویٰ سے آگاہ فرمایا... ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

> امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے وضو کے مستحبات میں سے کسی ایک مستحب کے ترک ہونے کی وجہ سے چالیس سال کی نمازوں کو قضا فرمایا تھا[116]

غور فرمائیں جس کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم ہو کہ دور جدید کے علماء کی ایک جماعت بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی وہ ملت کی امامت کے لائق نہ ہو گا تو کون ہو گا؟... حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ، حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فیض یافتہ تھے، خاندان نبوت کا یہی فیض ہے جس نے فقہ حنفی کو بہت بلند کر دیا ہے... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اپنے روحانی مشاہدات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعیہ کے ساتھ

موافقت رکھتے ہیں اور نبوت کے کمالات کو فقہ حنفی کے ساتھ مناسبت ہے ۱۱۸

پھر اسی مکتوب میں آگے چل کر فرماتے ہیں۔

اور اس وقت حضرت خواجہ پارسا قدس سرہ کی اس بات کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو انھوں نے "فصول ستہ" میں نقل کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ بنینا و علیہ الصلوۃ والسلام نزول کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے۔ ۱۱۹

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے مگر ایک دوسرے مکتوب میں اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اور یہ جو خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے "فصول ستہ" میں لکھا ہے، "حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام نزول کے بعد امام ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے"..... ممکن ہے کہ اس مناسبت کے باعث لکھا ہو جو کہ امام ابو حنیفہ کو حضرت روح اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہے یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہو گا نہ یہ کہ وہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیوں کہ آپ علیٰ بنینا و علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ علمائے امت کی تقلید کریں ۱۲۰ ....

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پیروی سنت میں امام ابو حنیفہ کی استقامت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عجیب معاملہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے
پیش پیش ہیں حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح
متابعت کے لائق جانتے ہیں اور ان کو اپنی رائے پر مقدم کرتے
ہیں اور اس طرح صحابہ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ و علیہم
الصلوٰۃ و التسلیمات کی شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر
مقدم رکھتے ہیں، دوسروں کا حال ایسا نہیں ہے۔ ۱۲۱

اس لئے امام ابو حنیفہ نے وہ مقام حاصل کیا جو دوسرے حاصل نہ کر سکے چناں چہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ کی مثال حضرت عیسیٰ روح
اللہ کی مانند ہے جنہوں نے ورع و تقوی کی برکت اور سنت کی
متابعت کی بدولت اجتہاد و استنباط میں وہ بلند مقام حاصل کیا ہے
کہ دوسرے حضرات کی فہم اس کے سمجھنے سے عاجز و قاصر
ہے۔ ۱۲۲

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو ورع و تقوی اور کمال اتباع سنت نبوی نے فقہ کا دریائے بیکراں بنا دیا.... حضرت مجدد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

بلا تکلف و تعصب کہا جا سکتا ہے کہ مذہب حنفی کی نورانیت
کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے.... ۱۲۳

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

اور ظاہری طور پر بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اہل اسلام کا سواد
اعظم (اکثریت) امام ابو حنیفہ علیہم الرضوان کا متبع ہے۔ ۱۲۴

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، امام ابو حنیفہ کی شان اجتہاد پر گفتگو کرتے

ہوئے مخالفین کے بارے میں ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

> وہ ان کے اجتہادات کو دقت معانی کے باعث کتاب و سنت کے مخالف جانتے ہیں اور ان کے اصحاب کو، اصحاب رائے خیال کرتے ہیں، یہ سب کچھ ان کے علم کی حقیقت و درایت تک نہ پہنچنے اور ان کے فہم و فراست پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے ہے.... اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے آپ کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ لیا ہے، فرماتے ہیں....
>
> **الفقهاء کلهم عیال ابو حنیفه**
>
> (سب کے سب فقہاء ابو حنیفہ کی عیال ہیں)
>
> ان کم نظر معترضین کی جرأت پر افسوس ہے کہ اپنے قصور کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں....[۱۲۵]

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بجا طور پر اظہار افسوس فرمایا، ایسی عظیم الشان ہستیوں کی تقلید سے انکار کرنا اور دور جدید کے کسی عالم کو اپنا پیشو اور امام بنانا انصاف و دانائی کے سراسر خلاف معلوم ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث کا مطلب و مفہوم سمجھنے کے لئے کسی نہ کسی عالم کی ضرورت تو ہوگی تو اس فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خیر القرون کو چھوڑ کر شر القرون کے کسی مولوی کی تقلید کرنا نہایت حیرت ناک ہے اور امام ابو حنیفہ کے ورع و علم کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی باتیں نہ ماننا اور بھی حیرت انگیز ہے.... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایسے مخالفین کے بارے گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> حق سبحانہ و تعالیٰ ان حضرات کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ دین کے پیشوا اور اہل اسلام کے سردار کی دل آزاری نہ کریں اور اسلام

کے سوادِ اعظم کو ایذا نہ دیں۔ [126]

آگے چل کر اسی مکتوب میں بڑی دل لگتی بات فرمائی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

وہ لوگ جو دین کے اکابر کو "صاحبِ رائے" جانتے ہیں اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوار اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور یہ کتاب و سنت کی متابعت چھوڑ دیتے تھے تو ان کے فاسد خیال کے مطابق اہلِ اسلام کا سوادِ اعظم گمراہ اور بدعتی ہوا بلکہ گروہ اسلام سے بھی باہر ہو گا۔ اس قسم کا اعتقاد وہی بیوقوف جاہل کر سکتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے یا پھر وہ زندیق جس کا مقصد دینِ اسلام کے نصف حصہ کو باطل کرنا ہے۔ [127]

حقیقت یہ ہے ملت اسلامیہ میں جن افکار و نظریات نے انتشار پیدا کیا، یہ افکار و نظریات انتشار پیدا کر رہے ہیں وہ دور غلامی کی یادگار ہیں، ہماری آزادی بھی دور غلامی سے کم نہیں اس لئے ان افکار و نظریات کی حقیقت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔۔۔۔ راقم کے نزدیک مذہبی سطح پر دورِ جدید میں جو نئے نئے افکار آ رہے ہیں ان کا تعلق سیاست اور صرف سیاست سے ہے۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک بین الاقوامی سازش ہے جس کے نرغے میں پورا عالم اسلام ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، ملت اسلامیہ کے لئے تقلید کو لازمی قرار دیتے ہیں، آپ کے نزدیک اولیاء اللہ اور صوفیہ باوجود اپنی عظمت و بزرگی کے تقلید کے مکلف ہیں۔۔۔۔ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

احکام اجتہادیہ میں مجتہد کرام کی تقلید کرنے میں ولایت خاصہ والے حضرات، تمام مؤمنین کے برابر ہیں، ان کے کشوف و الہامات ان کو فضیلت نہیں بخشتے اور تقلید سے باہر نہیں

> دین و شریعت کا پابند ہونا اہل سنت و جماعت کے طریقے کے سلوک سے وابستہ ہے جو عام فرقہ ہائے اسلامیہ کے درمیان فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا فرقہ) کے نام سے منسوب ہے۔ ان بزرگوں کے اتباع کے بغیر نجات نا ممکن ہے اور ان لوگوں کی آراء کی پیروی کے بغیر فلاح دشوار ہے۔ اس بات پر تمام عقلی و نقلی اور کشفی دلائل شاہد ہیں۔ ان میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے.... اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کے صراط مستقیم سے رائی کے دانے کے برابر بھی ہٹ گیا ہے تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہیئے، اس کی مجالست کو سانپ کا زہر سمجھنا چاہیئے۔ [۱۲۰]

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے سچ فرمایا بیشک ایسے پراگندہ خیالوں کی صحبت عمر رسیدہ، صحیح العقیدہ مسلمانوں پر، اثر انداز ہوتی ہے، یہ راقم کا ذاتی مشاہدہ ہے۔ اس لئے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے نہایت ہی سخت لہجے میں ایسے آزاد خیالوں کی صحبت سے دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے، اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہمارے زمانے کی طرح بہت سے آزاد خیال اور بے لگام مسلمان پیدا ہو گئے تھے.... اگر ایمان و اسلام محبوب ہے تو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اس نصیحت کو یاد رکھنا چاہیئے، ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں۔

> بے باک، (آزاد خیال) طالب عالم، خواہ کسی فرقے سے ہوں، دین کے چور ہیں۔ ان کی صحبت سے پرہیز کرنا ضروریات دین سے ہے۔ یہ فتنہ فساد جو دین میں پیدا ہو گیا ہے اس جماعت کی بد بختی کی وجہ سے ہے کہ انھوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی

آخرت کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ ۱۳۱

انسان صحبت سے بنتا بگڑتا ہے اس لئے، اچھی اور بری صحبت میں تمیز ہی انسان کو انسان بناتی ہے۔۔۔ اگر یہ تمیز نہیں تو انسان، انسان ہی نہیں۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ! انھیں کا نقش قدم "صراط مستقیم" ہے، انھیں کے افکار و خیالات "حبل اللہ" ہیں ۔۔۔۔ آئیے، انتشار و افتراق کے اس تاریک دور میں اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیں اور قدم سے قدم ملا کر چلیں، منزل ہمارا انتظار کر رہی ہے۔۔۔۔ !

۲ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ	احقر محمد مسعود عفی عنہ
۱۴ / نومبر ۱۹۹۶ء	۲ / ۱۷۔ سی، پی۔ ای۔ سی۔ ایچ
شب جمعۃ المبارک	سوسائٹی کراچی۔ ۷۵۴۰۰

تعلیقات و حواشی

۱ ۔۔۔۔۔۔۔ اس وقت دنیا میں مختلف جماعتیں مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں، جو غیر مسلم طالب تحقیق اسلام ہوتا ہے گومگو کے عالم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایک جبلی نومسلم، آکسفورڈ یونیورسٹی کے سابق پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اس گتھی کو بڑی آسانی سے سلجھایا۔ انھوں نے فرمایا کہ سارے جہاں کے دشمنان اسلام اہل سنت و جماعت علماء اور حکومتوں کے دشمن ہیں اسلام کے بقیہ سارے دعویداروں کے ظاہراً یا باطناً حمایتی و مددگار ہیں، اس لئے سچا اسلام وہی ہے جو علماء اہل سنت و جماعت پیش کر رہے ہیں۔ آجکل ڈاکٹر صاحب مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی حیات اور اہل سنت و جماعت کی تعلیمات پر کام کر رہے ہیں رضا اکیڈمی (یو۔ کے) سلسلہ شائع کر رہی ہے۔۔۔۔ مسعود

۲ ۔۔۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۱۹۲، ص ۵۰

۳ ۔۔۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۲۹۰، کراچی، ص ۵۲۰

نوٹ:۔ ۔۔۔۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے علاوہ تقریباً تمام سلاسل "وجودیت" یا "محبت" کے قائل ہیں لیکن مولانا احمد رضا

خاں بریلوی "تحیت" کے قائل ہونے کے باوجود فرماتے ہیں۔

"مشاہدہ وجود ہے اور عبد، عبد ہے ہرگز عبد نہ رب ہو سکتا ہے نہ رب عبد ہو سکتا ہے"۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۱۰۲۔۲۰۲)

آپ نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا گہرا مطالعہ فرمایا تھا وحدت اور عبدیت کے اس تصور سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تصور وحدۃ الشہود کی تائید ہوتی ہے۔۔۔۔ مسعود

۴ ــــــــ مجدد سرہندی: مکتوبات مکتوب نمبر ۷۰، جلد دوم، ص ۷۰۔۲۲۹

۵ ــــــــ مجدد سرہندی: مکتوبات مکتوب نمبر ۹۲، جلد دوم کراچی، ص ۲۹۹

۶ ــــــــ مجدد سرہندی: مکتوبات مکتوب نمبر ۹۲، جلد دوم کراچی، ص ۲۹۹

۷ ــــــــ اقبال: بال جبریل، لاہور

نوٹ: ــــ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے سجدہ تعظیمی کی حرمت کے بارے میں ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے۔

الزبدة الزکیہ لتحریم سجود التحیة (۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء) یہ رسالہ کئی بار مطبوعہ ہے۔۔۔۔

مسعود

۸ ــــــــ قرآن کریم سورۃ مائدہ آیت نمبر ۵۰

۹ ــــــــ قرآن کریم سورۃ کہف آیت نمبر ۱۱

۱۰ ــــــــ قرآن کریم سورۃ ... آیت نمبر ۹

۱۱ ــــــــ مجدد سرہندی: مکتوبات جلد دوم مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۲۰۹

۱۲ ــــــــ مجدد سرہندی: مکتوبات جلد سوم مکتوبات نمبر ۱۲۲، ص ۲۴۸

۱۳ ــــــــ ایضاً مکتوبات نمبر ۹۲

۱۴ ــــــــ ایضاً جلد دوم مکتوب نمبر ۹۲، ص ۲۰۲

۱۵ ــــــــ مجدد سرہندی: مکتوبات جلد سوم مکتوب نمبر ۹۲

۱۶ ــــــــ ایضاً مکتوب نمبر ۴۷، ص ۲۱

۱۷ ــــــــ قرآن کریم سورۃ نحل آیت نمبر ۷۹

۱۸ ــــــــ قرآن کریم سورۃ حجرات آیت نمبر ۱۵

۱۹ ــــــــ قرآن کریم سورۃ یونس آیت نمبر ۹۲

۲۰ ــــــــ مجدد سرہندی: مکتوبات جلد دوم مکتوب نمبر ۱۰۹، ص ۹۵

۲۱ ــــــــ مجدد سرہندی: مکتوبات جلد دوم مکتوب نمبر ۱۰۹، ص ۹۵

۲۲ ــــــــ ایضاً، ص ۹۵

۲۳ ...... مجدد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۲۰۰

۲۴ ...... قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۳

۲۵ ...... قرآن حکیم، سورہ توبہ، آیت نمبر ۲۲

۲۶ ...... مجدد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۷، ص ۲۰

۲۷ ...... قرآن کریم: سورۃ ابراہیم، آیت نمبر ۱۰ / سورۃ انبیاء، آیت نمبر ۳۰ / سورۃ مومنون، آیت نمبر ۲۴۔۳۰ / سورۃ شعراء، آیت نمبر ۱۸۶ / سورۃ یٰس، آیت نمبر ۱۵ / سورۃ ہود، آیت نمبر ۲۷

۲۸ ...... مجدد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۸، ص ۲۹۹

۲۹ ...... قرآن حکیم، سورہ یوسف، آیت نمبر ۱۰۸ / آیت نمبر ۹۰ / آیت نمبر ۲۲ / سورہ قصص، آیت نمبر ۱۴ / سورہ کہف، آیت نمبر ۱۵

۳۰ ...... مجدد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۲۷۵۔۲۷۲

۳۱ ...... مجدد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۸، ص ۹۹

۳۲ ...... (ا) ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۶۵، ص ۲۰۵

(ب) ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۸۱، ص ۲۰۵

۳۳ ...... بعض حضرات کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور محبت و الفت سے متعلق آیات بیان نہ کرنی چاہئیے کہ لوگ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، یہ بات راقم سے دو عمر رسیدہ علماء نے کہی جن کا تعلق مسلک دیوبند سے تھا دوسرے کا تعلق مسلک اہل حدیث بھری سے تھا۔ یہ بات راقم کے لئے حیران کن تھی۔ ... مسعود

۳۴ ...... قرآن کریم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۳

۳۵ ...... مجدد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوبات نمبر ۲۳، ص ۵۲۱

۳۶ ...... مجدد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۹، ص ۷۷۲

۳۷ ...... ایضاً، ص ۷۷۲

۳۸ ...... ایضاً، ص ۸۷۲

۳۹ ...... ایضاً، ص ۷۸۲

۴۰ ...... قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۸

۴۱ ...... قرآن حکیم، سورہ صف، آیت نمبر ۶

۴۲ ...... محمد میر شاہ گیلانی: شرح شمائل ترمذی، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۸۲، ابو داؤد شریف، ج ۲، ص ۲۹۲

۴۳ ...... مجدد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۲۷

۴۴ ...... ایضاً، مکتوب نمبر ۲۷

نوٹ:...... مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بھی نعت خوانی یا قوالی میں آلات موسیقی کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں:-

مزامیر (آلات موسیقی) ہیں کے ساتھ سننے کے لئے حضور پر نور نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانے (کی ادائی حدیث) مطلقاً حرام ہیں۔ (مسائل سماع مولانا احمد، ص ۲۲)

ایک جگہ فرمایا:-

ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر۔ (احکام شریعت حصہ اول، ص ۲۲)

۴۵ ...... احمد سرہندی: مکتوبات جلد سوم، مکتوب نمبر ۲۷

۴۶ ...... ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۷۲

۴۷ ...... احمد سرہندی: مکتوبات جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۹، ص ۲۲۹

۴۸ ...... احمد سرہندی: مکتوبات جلد سوم، مکتوب نمبر ۷۱، ص ۵۹

۴۹، ۵۰ ... احمد سرہندی: مکتوبات جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶

۵۱ ...... احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۳۶، جلد دوم، ص ۱۲۵

۵۲ ...... ایضاً، ص ۱۲۶

۵۳ ...... (ا) ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶

(ب) ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۲۰۲

(ج) ایضاً، مکتوب نمبر ۹۱

(د) ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۰۳، نمبر ۱۸۷، نمبر ۱۹۱

۵۴ ...... احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۳۶، ص ۱۲۵

۵۵ ...... ایضاً، مکتوب نمبر ۳۶

۵۶ ...... ایضاً، مکتوب نمبر ۳۶

۵۷ ...... احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۷۶، جلد دوم، مکتوب ۱۷، جلد سوم، ص ۶۱

۵۸ ...... قرآن حکیم، سورہ فاتحہ، آیت نمبر ۶

۵۹ ...... قرآن حکیم، سورہ یونس، آیت نمبر ۶۲

۶۰ ...... احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۱۰۶، جلد اول

۶۱ ...... احمد سرہندی: مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۸۷

۶۲ ...... ایضاً، مکتوب نمبر ۲۱۸

۶۳ ...... ایضاً، مکتوب نمبر ۱۲۲

۶۴ ------احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۸۲

۶۵ ------ایضاً، جلد، مکتوب نمبر ۲۱۲، ص ۹۱

۶۶ ------قرآن حکیم، سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳۵

۶۷ ------احمد سرہندی: مکتوب نمبر ۱۲۲، جلد سوم، ص ۲۷۸

۶۸ ------احمد سرہندی: جلد اول، مکتوب نمبر ۷۲، ص ۲۲۵

۶۹ ------احمد سرہندی: جلد اول، مکتوب نمبر ۷۸، ص ۲۳۶

۷۰ ا ۷۱ ---احمد سرہندی: مکتوبات جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۶، ص ۲۱۴

۷۲ ------راقم کے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ نے دہلی میں رہتے ہوئے راقم کی کوئٹہ (بلوچستان) اور ٹھٹھہ (سندھ) میں مدد فرمائی اور حیدر آباد (سندھ) میں عزیزوں کی مدد فرما کر ایک بڑے حادثے سے بچایا۔ مسعود

۷۳ ------احمد سرہندی: مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۷۹، ص ۲۲۷

۷۴ ------قرآن کریم، سورۃ نساء، آیت نمبر ۶۴

۷۵ ------احمد سرہندی: مکتوبات جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۸، ص ۲۵۴

۷۶ ------احمد سرہندی: مکتوبات جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۸، ص ۲۵۵

۷۷ ------قرآن حکیم، سورۃ ابراہیم، آیت نمبر ۵

۷۸ ------قرآن حکیم، سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۵۶

۷۹ ------ راقم کے برادر اصغر ڈاکٹر محمد سعید احمد علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۹۶ء) درگاہ خواجہ باقی باللہ کے سجادہ نشین اور خطیب تھے، وہی عرس کراتے تھے۔ اب ان کے صاحبزادے ڈاکٹر مجیب احمد سلمہ سجادہ نشین ہیں اور عرس کراتے ہیں ان کے چھوٹے بھائی حافظ محمد احمد سلمہ مسجد شریف کے خطیب ہیں۔ مسعود

۸۰ ------احمد سرہندی: مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۲۳۲، ص ۱۲۱

۸۱ ------محمد معصوم: مکتوبات معصومیہ، جلد سوم، مکتوب ۶۸، ص ۱۰۸، مطبوعہ قصر

۸۲ ------احمد سرہندی: مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶، ص ۲۹۲

نوٹ۔۔۔۔۔ بعض اعراس میں آلات موسیقی کے ساتھ قوالیاں بھی ہوتی ہیں، عورتیں بھی شریک ہوتی ہیں، چادریں بھی چڑھائی جاتی ہیں، قبروں کو سجدے بھی کئے جاتے ہیں، چراغاں بھی کیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے آلات موسیقی، سجدہ تعظیمی اور عورتوں کی حاضری کو حرام قرار دیا۔۔۔ چادروں اور چراغاں کو بلا ضرورت اسراف قرار دیا اس کی قیمت کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ مولانا بریلوی کے یہ رسائل قابل مطالعہ ہیں۔

(ا) الزبدة الزکیہ لتحریم سجود التحیہ (۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء)

(ب) جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء)

(ج) ابر یق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء)

(د) مسائل سماع (مرتبہ عرفان علی رضوی) لاہور

(ہ) احکام شریعت حصہ اول، آگرہ، ص ۴۸

۸۳ ------ احمد رضا خاں: احکام شریعت بریلی، ص ۷۰

۸۴ ------ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱۱

۸۵ ------ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات لکھنؤ، ص ۲۸۲

۸۶ ------ قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲۴۸

۸۷ ------ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۰۲

۸۸ ------ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶

۸۹ ------ ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۲۲

۹۰ ------ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے فاتحہ کے لئے غیر ضروری لوازمات کو غلط بتایا ہے، مثلاً شادی کے سے تکلف کرنا، مخصوص دن ہی میں ثواب منحصر سمجھنا، کھانا آگے رکھ کر فاتحہ دینا وغیرہ وغیرہ

(احمد رضا خاں: الحجۃ الفائحۃ لطیب التعین و الفاتحۃ (۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) لاہور، ص ۱۲۔۱۶)

۹۱ ------ قرآن حکیم، سورہ انعام، آیت نمبر ۱۱۹

۹۲ ------ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۴۸، ص ۱۷۵

۹۳ ------ ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۵

۹۴ ------ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۸۶، ص ۳۹۔۴۰

۹۵ ------ انسان کی فطرت ہے کہ وہ نئی سے نئی اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے گویا طبعی طور پر وہ "بدعتی" ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذوق کی تربیت فرمائی اور دین میں نئی باتیں نکالنے کے چند اصول و قاعدے ہمارے سامنے رکھ دیے۔ تاکہ ذوق کی تسکین بھی ہو جائے اور دین بھی مسخ نہ ہو۔ ایک اصول یہ رکھا کہ جو نئی بات مخالف سنت ہو مردود ہے دوسرا اصول یہ رکھا جو بات مخالف سنت نہ ہو اور اچھی ہو تو اس کا ثواب ضرور ملے گا اس کے ایجاد کرنے کی ممانعت نہیں۔ اس کی تفصیلات احادیث میں موجود ہیں۔ راقم کی کتاب "نئی نئی باتیں" (مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء) مطالعہ فرمائیں ۔۔۔ مسعود

۹۶ ----احمد سرہندی: مکتوبات جلد دوم، مکتوب نمبر ۲۲

۹۷ ----احمد سرہندی: مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۱۸۶، ص ۴۱-۴۲

۹۸ ----ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۹۲، ص ۴۹، جلد سوم، مکتوب نمبر ۹۲، ص ۲۷۹

۹۹ ----احمد سرہندی: مکتوبات جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۷، ص ۲۰۸

۱۰۰ ---قرآن کریم، سورہ حدید، آیت نمبر ۲۷

۱۰۱ ---احمد سرہندی: مکتوبات جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۲۰۲

۱۰۲ ---ایضاً، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۲۰۲

۱۰۳ ---احمد سرہندی: مکتوبات جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۲

۱۰۴ ---قرآن حکیم، سورہ اسراء، آیت نمبر ۱۷

۱۰۵ ---(ا) امام ابو حنیفہ (م۔ ۱۵۰ھ)

(ب) امام مالک بن انس (م۔ ۱۷۹ھ)

(ج) امام محمد بن ادریس شافعی (م۔ ۲۰۴ھ)

(د) امام احمد بن حنبل (م۔ ۲۴۱ھ)

۱۰۶ ---بخاری شریف، لاہور ۱۹۹۱ء، ج ۲، ص ۳۷۹، حدیث نمبر ۸۸۹

۱۰۷ ---خطیب بغدادی: تاریخ بغداد، مصر ۱۹۳۱ء، ج ۱۳، ص ۳۲۶

۱۰۸ --- معجم المصنفین، ج ۲، ص ۲۳

۱۰۹ ---جلال الدین سیوطی: تبییض الصحیفہ، بحوالہ شرح مسلم، جلد اول، لاہور، ص ۶-۹

۱۱۰ ---کتاب الآثار بروایت محمد بن حسن / حافظ ابن حجر عسقلانی: الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار

۱۱۱ ---موفق بن احمد مکی: مناقب موفق، ج ۱، ص ۶۴

۱۱۲ ---- موفق بن احمد مکی: مناقب موفق' ج ۲' ص ۱۳۳

۱۱۳ ---موفق بن احمد مکی: مناقب موفق، ج ۲، ص ۱۳۲، جلال الدین سیوطی: ذیل الجواہر، ج ۲، ص ۴۷۲

۱۱۴ ---قرآن حکیم، سورہ جمعہ، آیت نمبر ۸

۱۱۵ ---مشکوۃ، کتاب المناقب، جلد اول، باب مناقب صحابہ، حدیث نمبر ۴

۱۱۶ ---احمد سرہندی: مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۲۹، ص ۱۱۲

۱۱۷ ---ایضاً، مکتوب نمبر ۲۸۹، ص ۳۹۷

۱۱۸ ---احمد سرہندی: مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۲۸۲، ص ۳۴۶

(۱)

مولٰنا عبدالرحمٰن جامیؒ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند — کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را
ناقصے گر کند ایں سلسلہ را طعنِ قصور — حاش للہ کہ بر آرم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

(روض الازہار فی ذکر الاخیار، مطبوعہ دہلی، ۱۳۴۳ھ)

(۲)

شیخ عبداللہ قطبؒ

صاحب نکتہ عاشر ظہور او در سنہ الف خواہد بود و شانِ او شانِ غریب عجیب

(مکتوبات شیخ عبداللہ قطبؒ، (قلمی) مکتوبہ ۸۸۶ھ)

(۳)

خواجہ عبداللہؒ

(ابن خواجہ باقی باللہ)

امامِ زماں قطبِ اقطابِ عالم — کہ چوں او ندانم کہ بگذشت یکتن
زبس ہمت و وسعت فیضِ باطن — بہ تجدید الف دوم شد معین
چو بہر شفاعت بہ محشر درآید — جہانے نہاں گرددش زیر دامن

(شیخ بدرالدین سرہندی، حضرات القدس، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۳ھ، ص ۲۶۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالہ

۴

حیات ڈاکٹر محمد اقبال

ڈاکٹر محمد اقبال، کشمیری برہمنوں کے ایک قدیم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے جدِ اعلیٰ تقریباً ڈھائی سو برس پہلے مشرف باسلام ہو کر سیالکوٹ میں آباد ہو گئے۔ اقبال نے اس شعر میں اپنا خاندانی پس منظر بیان کیا ہے۔

میں اصل کا خاص سومناتی
آبا مرے لاتی و مناتی

جدید تحقیق کے مطابق اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، ان کے والد صاحب علم و عمل تھے تصوف کا خاص ذوق رکھتے تھے اور سلسلہ قادریہ میں قاضی سلطان احمد (اعوان شریف، ضلع گجرات، پاکستان) سے بیعت تھے اور غالباً اقبال کو بھی انہیں سے بیعت کروایا تھا اور تربیت خود فرمائی۔ گھر کے اس صوفیانہ ماحول کا ذکر کرتے ہوئے اپنے بیٹے جاوید سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

جس گھر کا مگر چراغ ہے تو
ہے اس کا مذاق عارفانہ

اقبال نے کتابوں سے زیادہ نگاہوں سے سیکھا، خود کہتے ہیں۔

تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ
وہ ادب گہ محبت، وہ نگہ کا تازیانہ

اس عارفانہ ماحول میں اقبال کی پرورش ہوئی، تلاوت کلام صبح کا معمول تھا، والد کی ہدایت تھی کہ قرآن اس سوز و گداز سے پڑھو، یوں محسوس ہو کہ یہ تم پر نازل ہو رہا ہے۔ اس شعر میں اسی نصیحت کی طرف اشارہ ہے۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہیں نہ رازی، نہ صاحبِ کشاف

اقبال کی والدہ بھی عابدہ و زاہدہ تھیں، ان کے فیضِ تربیت نے اقبال کو اور جلا بخشی، ان کے انتقال پر اقبال نے جو مرثیہ لکھا ہے۔ اس میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر میرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا

دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

اقبال نے ابتدائی تعلیم قدیم طرز کے مکتب میں حاصل کی پھر سیالکوٹ کے مشن اسکول میں داخل ہو گئے، جہاں مولوی میر حسن جیسا فاضل استاد ملا۔ ان کے فیضِ تربیت نے اقبال میں عربی فارسی زبان دانی کا شوق پیدا کیا اور ادبیت کا ذوق اور نکھر کر سامنے آیا۔ اقبال نے اپنی نظم "التجائے مسافر" میں اپنے استاد کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

وہ شمع بارگہ خاندان مرتضوی
رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو

اقبال مشن اسکول سے فارغ ہو کر لاہور چلے آئے اور گورنمنٹ کالج میں داخلہ لے لیا۔ یہاں ان کو پروفیسر آرنلڈ جیسا استاد ملا، جن کی تعلیم و تربیت نے اقبال کے مخفی جوہر کو اور چمکایا، وہ بی اے اور ایم اے میں امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوئے اور تمغات حاصل کئے، اقبال کو آرنلڈ سے کتنی محبت تھی؟ اس کا اندازہ ان کی نظم "نالہ فراق" سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو استاد کے انگلستان جانے کے بعد ان کی جدائی سے متاثر ہو کر کہی۔ اس میں ایک جگہ کہتے ہیں۔

اب کہاں وہ شوق رہ پیمائی صحرائے علم
تیرے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اقبال اورینٹل کالج، لاہور میں بحیثیت استاد فلسفہ و تاریخ ملازم ہو گئے، بالآخر جستجوئے علم ان کو انگلستان لے گئی۔ وہ ۱۹۰۵ء میں انگلستان پہنچے، یہاں کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہو گئے اور فلسفہ اخلاق پر ڈگری حاصل کی۔ اس کے علاوہ بیرسٹری کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ انگلستان میں پروفیسر میک ٹگارٹ، پروفیسر براؤن اور پروفیسر نکلسن جیسے فاضلوں سے اقبال کی صحبتیں رہیں۔ میک ٹگارٹ نے اقبال کے فلسفیانہ خیالات میں پختگی پیدا کی اور براؤن و نکلسن کی صحبت میں فارسی ادبیات کا ذوق اور نکھرا۔

کیمبرج سے فارغ ہونے کے بعد اقبال نے جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے

"قسم ہے خدائے ذوالجلال کی جس کے قبضے میں میری جان اور
آبرو ہے اور قسم ہے اس بزرگ و برتر وجود کی جس کی وجہ سے
مجھے خدا پر ایمان نصیب ہوا۔ اور مسلمان کہلاتا ہوں، دنیا کی کوئی
طاقت مجھے حق کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی، اقبال کی زندگی
مومنانہ نہیں لیکن اس کا دل مومن ہے"

۱۹۲۶ء میں اقبال، لاہور کے حلقہ انتخاب سے قانون ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں انہوں نے جنوبی ہند کا دورہ کیا اور مدراس میں انگریزی میں چھ مشہور لیکچر دیئے جو ۱۹۳۰ء میں لندن سے شائع ہوئے۔ جنوری ۱۹۲۹ء میں حیدر آباد دکن گئے۔ جہاں ان کی خوب پذیرائی ہوئی۔ دسمبر ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ الہ آباد (ہندوستان) کے صدر منتخب ہوئے اور اپنے خطبہ صدارت میں سب سے پہلے سیاسی پلیٹ فارم سے "نظریہ پاکستان" پیش کیا۔ لیکن اس سے بہت پہلے ۱۹۲۵ء میں نظری طور پر تقسیم ہند کی مفصل تجویز عبدالقدیر بلگرامی نے پیش کی تھی جو علی گڑھ سے سنہ مذکور میں شائع ہو چکی تھی۔ ۱۹۳۱ء میں اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلستان گئے۔ یہ سفر علمی و تاریخی حیثیت سے یادگار رہا۔ واپسی پر فرانس میں مشہور فلسفی برگسان سے اقبال کی ملاقات ہوئی، "واقعیت زماں" سے متعلق حدیث سنا کر اقبال نے اس کو محو حیرت کر دیا۔ اٹلی میں مسولینی سے ملاقات ہوئی اس کو بھی عمرانیاتی اہمیت کی ایک حدیث سنا کر حیران کیا۔ جب اس نے اطالوی جوانوں کے لئے ہدایت و نصیحت کی درخواست کی تو اقبال نے کہا۔

"اٹلی کے جوانوں کو مغرب کی زوال آمادہ تہذیب چھوڑ کر
مشرق کی حیات بخش تہذیب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔"

اس سفر میں اقبال ہسپانیہ بھی گئے۔ وہاں کے اسلامی آثار سے بہت متاثر ہوئے، بیت المقدس بھی گئے جہاں مؤتمر اسلامیہ میں شرکت کی۔ ۱۹۳۲ء میں وطن عزیز واپس آئے۔

۲۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو نادر شاہ، شاہِ افغانستان کی دعوت پر افغانستان گئے جہاں مشہور شاعر عبداللہ خان نے اقبال کی مدح میں ایک قصیدہ پیش کیا جس میں اقبال کے عالمگیر پیغام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

چو اندر سخن جادہ نو گزید
پیامش ز مشرق بہ مغرب رسید

کابل سے واپسی پر اقبال، غزنی اور قندھار بھی گئے، جہاں مزارات اور تبرکات کی زیارت کی۔ نومبر ۱۹۳۳ء کو واپس لوٹے۔ واپسی سے تین ماہ بعد علالت کا سلسلہ شروع ہوا، جس کے بعد وہ دوبارہ نہ سنبھل سکے۔ مارچ ۱۹۳۸ء میں طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔ علالت کے دوران یہ شعر پڑھ کر سناتے۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

اپریل میں زیادہ حالت خراب ہوگئی۔ ایک روز عالم یاس میں یہ رباعی پڑھی۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ ناید

سر آمد روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

بالآخر ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء / ۱۳۵۷ھ کو یہ دانائے راز جدا ہوگیا۔ اور ایک عالم

کو سوگوار چھوڑ گیا۔

مندرجہ بالا سطور میں اقبال کی تعلیم و تربیت، ملازمت و سیاست اور سفر و حضر وغیرہ کے بارے میں تفصیلات بیان کی گئیں۔ اب چند باتیں ان کی شاعری کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں جس میں ان کے انقلاب انگیز افکار کے جلوے نظر آرہے ہیں۔

سیالکوٹ کے زمانہ میں قیام سے ہی اقبال کی شاعری کا آغاز ہو چکا تھا۔ جب لاہور آئے تو ذوقِ شاعری اور نکھرا۔ ایک مشاعرے میں یہ نکھرا ہوا شعر پیش کر کے سخن شناسوں کو حیران کر دیا۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

اقبال نے مرزا داغ دہلوی سے غائبانہ شرف تلمذ حاصل کیا۔ شاگرد و استاد ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ داغ کی یاد میں اقبال نے جو مرثیہ لکھا ہے اس سے ان کی تلمیذانہ محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک جگہ کہتے ہیں۔

آج لیکن ہم نوا سارا چمن ماتم میں ہے
شمع روشن بجھ گئی بزمِ سخن ماتم میں ہے

اقبال کا پہلا دور شاعری ۱۹۰۵ء میں ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں انہوں نے انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے کئے۔ اس دور کی متعدد نظموں میں ان کے فلسفہ خودی کی جھلک نظر آتی ہے۔ نظم "انسان" اور "بزمِ قدرت" قابل ذکر ہیں اور نظم "عشق" اور "موت" کا یہ مصرعہ قابل توجہ ہے۔ ؎

خودی تشنہ کام مئے بے خودی تھی

بحث ہی عدم و وجود کی بحثوں میں الجھ کر رہ جاتے تو پھر کیا باقی رہ گیا جس کو سلجھایا جاتے؟ ایک نظریہ نے ذات کو عدم آشنا کیا... دوسرے نظریہ نے وجود آشنا... پوچھنا یہ ہے کہ ذات ہے یا نہیں ہے؟.... غالب کہتا ہے۔

ہر چند کہیں کہ "ہے"، "نہیں ہے"

اقبال کہتا ہے۔

اک تو "ہے" کہ حق ہے اس جہاں میں

یہی وہ فکر ہے جو از خود رفتگی سے ہوش میں لایا اور من کی دنیا کو دیکھ کر آیا۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

پروانے کو دیکھتے۔ جمالِ شمع میں ایسا کھویا گیا کہ اپنا بھی ہوش نہ رہا۔ جل بجھا آواز تک نہ آئی۔

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

اور چکور کو دیکھتے، حسن ماہتاب پر ہزار جان سے فدا مگر جان سلامت .... معشوق بھی موجود، عاشق بھی موجود، عشق بھی موجود.... ایک وجودی ہے، دوسرا شہودی... ایک نے زندگی کھونے میں پائی، دوسرے نے زندگی پانے میں پائی....

اقبال حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے تصور وحدۃ الشہود سے بعد متاثر ہوتے اور وجودی سے شہودی بن گئے۔ آئندہ صفحات میں ہم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے اقبال کی عقیدت اور اقبال پر آپ کے اثرات کا جائزہ لیں گے۔ اقبال کے آخری مجموعہ کلام ارمغان حجاز کا یہ آخری شعر انہیں اثرات کا حاصل ہے۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر با او نرسیدی تمام بولہبی ست

مآخذ و مراجع

۱ ــــــاحمد سروش: کلیات اقبال، لاہور

۲ ــــــاقبال: مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق، لاہور، ۱۹۳۶ء

۳ ــــــاقبال: جاوید نامہ، لاہور، ۱۹۴۷ء

۴ ــــــاقبال: ارمغان حجاز، لاہور، ۱۹۴۸ء

۵ ــــــاقبال: بانگ درا، لاہور، ۱۹۵۷ء

۶ ــــــاقبال: بال جبریل، لاہور، ۱۹۴۷ء

۷ ــــــاقبال: ضرب کلیم، لاہور، ۱۹۴۴ء

۸ ــــــاقبال: تشکیل جدید الٰہیات، لاہور، ۱۹۵۸ء

۹ ــــــایم۔ نیاز الدین: مکاتیب اقبال، لاہور

۱۰ ــــــعبدالحکیم، خلیفہ: فکر اقبال، لاہور

۱۱ ــــــعبدالواحد معینی: مقالات اقبال، لاہور، ۱۹۶۳ء

۱۲ ــــــعبدالواحد معینی: نقش اقبال، لاہور، ۱۹۶۹ء

۱۳ ــــــعبدالمجید سالک: ذکر اقبال، لاہور، ۱۹۵۵ء

۱۴ ــــــعبدالمجید سالک: سرگزشت اقبال، لاہور، ۱۹۶۶ء

۱۵ ــــــعطاء اللہ شیخ: اقبال نامہ، لاہور

۱۶ ــــــمحمد طاہر فاروقی، پروفیسر: سیرت اقبال، لاہور، ۱۹۴۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالہ

۵

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے اقبال کی عقیدت

اقبال نے بھی سلسلہ قادریہ میں اپنی بیعت اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار اپنے مکتوب محررہ ۱۳ نومبر ۱۹۱۷ء میں کیا ہے جو موصوف نے سید سلیمان ندوی (م۔ ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء) کے نام لکھا تھا، فرماتے ہیں:۔

> خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بہت بڑی عزت ہے، مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں، حال آنکہ حضرت محی الدین (ابن عربی) کا مقصود اسلامی تصوف کو عجمیت سے پاک کرنا تھا۔ [1]

اہل اللہ سے تعلق ہی کا فیضان تھا کہ اقبال نے خود دارانہ زندگی بسر کی۔ نہ اہل دول کی چوکھٹ پر خود جھکے اور نہ اپنی قوم کو جھکایا اور ہر منزل پر اہل اللہ سے تعلق رکھنے کی تلقین کی چنانچہ ضرب کلیم میں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

چاہیے خانۂ دل کی کوئی منزل خالی
شاید آ جائے کہیں سے کوئی مہمان عزیز

وہ نوجوانان قوم کو "مہمان عزیز" کی تلاش میں سرگرم رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے ضرب کلیم میں ایک اور جگہ کہا ہے۔

شیخ مکتب کے طریقوں سے کشاد دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

چراغ دل کو فروزاں کرنے کے لئے تو کسی ضیابار قلب ہی کی ضرورت ہے۔ جو اپنی ضیاباریوں سے قلب کو سوز کر دے اور زندگی، زندگی بن جائے۔ اسی لئے اپنے عزیز فرزند جاوید کو نصیحت فرماتے ہیں۔

دربار شہنشہی سے خوشتر
مردان خدا کا آستانہ

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی

اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شانِ بے نیازی [2]

اقبال خود بھی ایسے فقر کی تلاش میں تھے جس کی اصل "حجازی" ہو، وہ "عجمیت" کے نہیں "حجازیت" کے عاشق تھے اور جہاں جہاں ان کو حجازیت کے آثار نظر آتے تھے وہ بسروچشم اور بصد شوق و ذوق اس طرف جاتے تھے۔ ان کے نزدیک

مجمیت " سکونی " (STATIC) ہے اور "مجازیت" "حرکی" (DYNAMIC) ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ سے اقبال کا تعلق خاطر حرکیت پسندی ہی کی وجہ سے ہے۔ ان کے نزدیک یہ سلسلہ حرکت اور رجائیت پر مبنی ہے۔ چنانچہ عبدالقادر بیدل (م۔۱۱۳۳ھ) [۳] کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے اقبال نے سلاسل طریقت پر بھی اجمالی روشنی ڈالی ہے فرماتے ہیں۔

> بیدل کے کلام میں خصوصیت کے ساتھ حرکت پر زور ہے۔ نقشبندی سلسلے اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے بیدل کی عقیدت کی بنیاد بھی یہی ہے۔ نقشبندی مسلک "حرکت" اور "رجائیت" پر مبنی ہے۔ مگر چشتی مسلک میں قنوطیت اور سکون کی جھلک نظر آتی ہے۔ اسی وجہ سے چشتیہ سلسلے کا حلقہ ارادت زیادہ تر ہندوستان تک محدود ہے، مگر ہندوستان سے باہر افغانستان، بخارا، ترکی وغیرہ میں نقشبندی مسلک کا زور ہے [۴]

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ذات گرامی اقبال کے دعوے پر شاہد عادل ہے۔ خاک ہند سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ جیسا انقلاب انگیز صوفی پیدا نہیں ہوا۔ آپ نے عجمیت کے رنگ میں رنگی ہوئی فضا کو حجازی رنگ میں رنگا۔ مسلم کافر نما کو مسلم بنایا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اسی فکری اور عملی انقلاب انگیزی اور حرکت پسندی نے اقبال کو اپنی طرف متوجہ کیا، اور وہ کشاں کشاں آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ ع

رحمت حق بہانہ می جوید

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تعلیمات اور علمی و عملی کارناموں کے مطالعہ سے

پہلے اقبال اس طرف متوجہ نہ تھے۔ راقم کے کرم فرما اور خاندان مجددیہ کے چشم و چراغ مخدومی حضرت مولانا محمد ہاشم جان صاحب سرہندی علیہ الرحمہ نے اقبال سے اپنی ایک ملاقات کا ذکر فرمایا۔ جس کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ چند احباب کے ساتھ سرہند شریف جاتے ہوئے لاہور پہنچا تو اقبال سے ملاقات کو دل چاہا۔ چنانچہ عصر کے وقت ملاقات کے لئے گیا۔ اقبال کو جب یہ معلوم ہوا کہ مجھ کو خاندان مجددیہ سے نسبی تعلق ہے تو انہوں نے بڑی عزت افزائی فرمائی اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے اپنی عقیدت کی ابتداء کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا۔

> "اقبال نے کہا کہ ایک مرتبہ میں حافظ عبدالحلیم کے ہاں چند احباب کے ساتھ بسی گیا ہوا تھا۔ واپسی کے وقت راستے میں سرہند پڑا۔ احباب حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے مجبوراً مجھے بھی جانا پڑا۔ سب لوگ مراقب ہو گئے، میں بیٹھا رہا۔ اچانک مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ لرزنے لگا اور تھوڑی دیر بعد بیہوش ہو گیا۔ جب سب لوگ مراقبے سے فارغ ہوئے، تو مجھ پر پانی چھڑکا اور میں ہوش میں آیا۔ اس روحانی تجربے کے بعد مجھ کو معلوم ہوا کہ مزارات اولیاء فیضان الٰہی سے خالی نہیں۔"

حضرت مولانا محمد ہاشم جان فرماتے ہیں کہ اقبال یہ واقعہ بیان کرتے اور روتے جاتے۔ ان کا دل محبت سے معمور اور آنکھیں اشکبار تھیں۔

گاہ بحیلہ می برد گاہ بزور می کشد
عشق کی ابتدا عجب عشق کی انتہا عجب

سید نذیر نیازی کے نام اقبال نے جو مکاتیب ارسال فرمائے ہیں۔ ان میں بھی سرہند شریف حاضری کا ذکر ہے۔ لیکن غالباً یہ حاضری عقیدتمندی اور محبت کے بعد ہوئی چنانچہ اپنے مکتوب محررہ ۲۹ جون ۱۹۳۴ء میں تحریر فرماتے ہیں۔

آج شام کی گاڑی میں سرہند شریف جا رہا ہوں۔ چند روز ہوئے صبح کی نماز کے بعد میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کسی نے مندرجہ ذیل پیغام دیا۔
"ہم نے جو خواب تمہارے اور شکیب ارسلان کے متعلق دیکھا ہے وہ سرہند بھجدیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ تم پر بہت بڑا فضل کرنے والا ہے۔"
"پیغام دینے والا معلوم نہ ہو سکا کہ کون ہے۔ اس خواب کی بنا پر وہاں کی حاضری ضروری ہے۔ اس کے علاوہ جاوید جب پیدا ہوا تھا، تو میں نے عہد کیا تھا کہ جب وہ ذرا بڑا ہو گا، اسے حضرت کے مزار پر لے جاؤں گا۔ وہ بھی ساتھ جائے گا، تاکہ یہ عہد بھی پورا ہو جائے۔ چودھری محمد حسین، منشی طاہر الدین اور علی بخش ہمرلہ ہوں گے۔ اتوار کی صبح کو لاہور واپس پہنچیں گے۔[۵]

۳۰ جون ۱۹۳۴ء کے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

میں ہفتہ کی شام کو سرہند سے واپس آ گیا تھا۔ نہایت عمدہ اور پر فضا جگہ ہے۔ انشاء اللہ پھر بھی جاؤں گا۔[۶]

پھر ۳ جولائی ۱۹۳۴ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

سرہند خوب جگہ ہے۔ مزار نے میرے دل پر بڑا اثر کیا ہے۔ بڑی پاکیزہ جگہ ہے۔ پانی اس کا سرد و شیریں ہے۔ شہر کے کھنڈرات دیکھ کر مجھے مصر کا قدیم شہر فسطاط یاد آگیا۔ جس کی بنا۔ حضرت عمر بن العاص نے رکھی تھی۔ اگر سرہند کی کھدائی ہو تو معلوم نہیں کہ اس زمانے کی تہذیب و تمدن کے کیا انکشافات ہوں۔ یہ شہر فرخ سیر کے زمانے میں بحال تھا، اور موجودہ لاہور سے آبادی و وسعت کے لحاظ سے دگنا تھا۔ ؎

مندرجہ بالا مکاتیب نقل کرنے کے بعد سید نذیر نیازی نے مندرجہ ذیل توضیحی حاشیہ لکھا ہے۔

حضرت علامہ، سرہند سے بڑا گہرا اثر لے کر آئے تھے اور انہیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ مسلمان اپنی تاریخ و تمدن سے کس درجہ بے خبر ہیں۔ بلکہ اس سے غفلت برت رہے ہیں۔
راقم الحروم کے دل پر ایک تو اس اسلوب کا بڑا اثر تھا جس میں حضرت علامہ نے سرہند کا نقشہ کھینچا تھا... یہ اسلوب کیسا برجستہ اور تصنع سے پاک تھا۔ صاف و سادہ اور شہر کے ان احوال پر جیسا کہ مشاہدے سے ان کا انکشاف ہوا، یعنی حقیقت پر مبنی... ثانیاً ان کا ذہن بعض سکھ گردوں کے اس قتل کی طرف منتقل ہو گیا جس کو سکھوں نے مکتوبات کے حوالے سے کسی نہ کسی طرح حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اثر کا نتیجہ ٹھہرایا ہے اور جن کی بنا۔ پر یہ ان کا مذہبی فریضہ بن گیا تھا

کہ ہر آنے جانے والا سکھ، سرہند کی ایک ایک اینٹ دریا میں

ڈال دے۔ اسلام اور مسلمانوں کے اس ثقافتی مرکز کی تباہی گویا

سکھوں کے ہاتھ سے ہوئی اور پھر بدعلی کی غلط بخشی ملاحظہ ہو کہ

۱۷۶۷ء میں سکھوں کا زور ٹوٹنے کے باوجود سرہند کی حکومت

ایک سکھ سردار کے سپرد کر دی۔ [8]

مولانا عبدالمجید سالک نے بھی "سفرِ سرہند" کے عنوان کے تحت اقبال کے سرہند شریف جانے اور ان کے قلبی تاثرات کو قلم بند کیا ہے۔ [9] پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے بھی سفر سرہند کا ضمنی طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔

۱۹۳۵ء میں ان کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مزار

پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور مزار مبارک پر مراقب

ہو کر جو روحانی فیض ان کو حاصل ہوا اور جو کیفیت ان پر طاری

ہوئی اس کا کچھ تذکرہ انہوں نے مجھ سے بھی کیا تھا [10]

راقم الحروف نے پروفیسر موصوف کو خط لکھ کر اقبال کے تاثرات کے متعلق مزید استفسار کیا تھا۔ جس کے جواب میں انہوں نے تحریر فرمایا۔

تذکرے کی تفاصیل میرے ذہن میں اب بکلی محفوظ نہیں ہیں

لیکن اس قدر یاد ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ سجادہ نشین خلیفہ

محمد صادق مرحوم نے میرے لئے مزار مبارک پر تخلیہ کرا دیا

تھا۔ میں ایک گھنٹے تک مراقب رہا اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی

روح میری طرف محبت آمیز رنگ میں متوجہ رہی۔ مجھے ماحول

کا احساس نہیں رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کے سامنے

بیٹھا ہوا ہوں اور حضرت مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تمہاری دینی

خدمات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں
مقبول ہو گئی ہیں ۔ آں حضور کی تم پر خاص نگاہِ کرم ہے ۔
میرے قلب میں سوز و گداز کی ایسی کیفیت پیدا ہوئی جس کا
اظہار لفظوں میں نہیں ہو سکتا ۔ اور مجھے یہ اندازہ ہوا کہ خاصانِ خدا
کا فیض بعد وفات بھی جاری رہتا ہے اور اندازہ ہوا کہ حضور انور
کے روضہ مبارک سے کس قدر فیضان جاری ہے ۔ رقت کا عالم
برابر طاری رہا ۔ زمان و مکاں کا احساس ختم ہو گیا تھا ۔ روحانی
فیض میرے رگ و پے میں ساری تھا ۔ دل میں اس قدر وسعت
پاتا تھا کہ ساری کائنات اس میں سما گئی ۔ [11]

اقبال نے ضرب کلیم (۱۹۳۵ء) میں اسی تجربے کی بنا پر کہا ہے ۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

اقبال کی عقیدت کا اس سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ موصوف نے ۱۹۳۲ء میں انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے ادا شناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی ۔ اقبال نے ۱۸ اگست ۱۹۳۳ کو پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کو ایک مکتوب تحریر کیا تھا، اس میں لکھتے ہیں ۔

"میں نے گذشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ
الرحمہ پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے ادا شناس لوگوں میں
بہت مقبول ہوئی ۔ اب پھر ادھر جانے کا قصد ہے اور اس
سفر میں محی الدین ابن عربی پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے ۔ [12]

اقبال نے بال جبریل کی ایک نظم میں اپنے قلبی تاثرات اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے کارناموں کا ایجاز واختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اس نظم کا عنوان ہے "پنجاب کے پیرزادوں سے" گویا یہ نظم خانقاہ نشینوں کے لئے درس طریقت ہے۔ اقبال فرماتے ہیں۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے، گرمی احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں میری بینا ہیں و لیکن نہیں بیدار

آئی یہ صدا کہ سلسلہ فقر ہوا بند
ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار

عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں
پیدا کلہ فقر سے ہو طرہ دستار

باقی کلہ فقر سے تھا ولولہ حق،
طروں نے چڑھایا نشۂ خدمت سرکار [18]

اقبال نے متذکرہ بالا نظم میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تجدیدی اور مجاہدانہ کارناموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

"صاحب اسرار" سے علوم دینیہ اور امور دنیویہ میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ژرف نگاہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے بعد ہی جہانگیر کے دربار میں حاضری کا اس طرح ذکر کیا ہے

گردن نہ جھکی جسکی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمئ احرار

جہانگیر نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر ایک جھوٹا الزام لگا کر [19] دربار میں طلب کیا تھا۔ دربار میں جانے سے پہلے شہزادہ خرم (شاہجہان) نے جو آپ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ چند علماء کو بھیج کر یہ درخواست کی تھی کہ حضرت مجدد، جہانگیر کے سامنے سجدہ تعظیمی کر لیں تو کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ نیز یہ کہ علمائے کرام نے سجدہ تعظیمی کو مباح لکھا ہے۔ اس پر آپ نے جواب دیا۔۔ یہ تو رخصت ہے، عزیمت یہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا جائے۔ [20] حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی عزیمت پسندی نے سرزمین ہند کو بڑی ہلاکت سے بچا لیا او تاریخ ہند کا رخ موڑ دیا۔ اگر رخصت پر عمل کیا ہوتا تو پھر " جہانگیر نہ ہوتا، شاہ جہان" شاہ جہان نہ ہوتا۔ اورنگ زیب،

اور تنگ زیب نہ ہوتا۔ تاریخ ہند کا کچھ اور ہی رخ ہوتا۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف علامہ اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں۔

گردن نہ جھکی جسکی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار

عجب نہیں کہ مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق" میں اسلام میں فقر و درویشی کا تصور پیش کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی سیرت بھی سامنے ہو، ان اشعار کے قرائن سے کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، اقبال فرماتے ہیں۔

چیست فقر اے بندگان آب و گل
یک نگاہ راہ بیں، یک زندہ دل

فقر، کار خویش را سنجیدن ست
بردو حرف "لا الہ" پیچیدن ست

فقر، ذوق و شوق و تسلیم و رضاست
ما امینیم ایں متاع مصطفےٰ ست

برگ و ساز او در قرآن عظیم
مرد درویشے نہ گنجد در گلیم

قلب او راقوت از جذب و سلوک
پیش سلطان نعرہ او "لا ملوک"

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جہانگیر کے سامنے۔یہی نعرہ لاملوک بلند کیا تھا، جس کی پاداش میں آپ کو قید و بند کی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں ۱ ؎ اور آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کو برداشت کیا اور ثابت کر دکھایا۔

"فقر، ذوق و شوق و تسلیم و رضا ست"

اقبال نے ضرب کلیم میں انہی حضرات کے لئے کہا ہے۔

زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

وجود انہیں کا طواف بتاں سے ہے آزاد
یہ تیرے مومن و کافر تمام زناری

اقبال اس شخص کی پیشوائی و امامت کو ملت اسلامیہ کے لئے فتنہ قرار دیتے ہیں۔" جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے"۔

فتنہ۔ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے شاہ پرستی نہیں سکھائی، خدا پرستی سکھائی۔ یہی ادا اقبال کو بھائی ہے۔ انہوں نے خود، خوددار طبیعت پائی تھی۔ غیر اللہ کے سامنے جھکنا ان کے نزدیک موت کے مترادف تھا۔ وہ ایک سجدے کو سب سجدوں پر بھاری سمجھتے تھے۔

وہ اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

مذکورہ بالا نظم کے چوتھے شعر میں اقبال نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اصلاحی کارناموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

تاریخ کے طلبہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اکبر کے ہاتھوں ملت اسلامیہ کا سرمایہ کس بے دردی سے لٹ رہا تھا۔ حالات بد سے بد تر ہوتے جا رہے تھے۔ ۱۵۸۲ء میں دین اسلام کے مقابلے میں ایک نیا دین "دین الٰہی" کے نام سے بنایا گیا اور یہ دین اسلام پر اکبر کا آخری وار تھا۔ اکبر کے درباری مؤرخ عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں اکبر کی بے راہ رویوں اور گمراہیوں اور عام ناگفتہ بہ حالات کا اس طرح نقشہ کھینچا ہے۔

"اکبر آفتاب کی پرستش کرتا تھا، آب و آتش، شجر و حجر سب کی پرستش کی جاتی تھی، گائے کے گوبر کی پوجا ہوتی تھی، اکبر قشقہ لگاتا تھا، زنار پہنتا تھا، کتے کو ناپاک نہیں سمجھتا تھا بلکہ ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا جاتا تھا، ان کی زیارت عبادت تصور کی جاتی تھی، جانور ذبح کرنے والے خصوصاً گائے ذبح کرنے والوں کی انگلیاں کاٹ دی جاتی تھیں، قلعہ میں جوئے کی بازیاں لگتی تھیں، شراب دھڑلے سے بکتی تھی، اور شراب فروش ایک مسلمان عورت تھی، "شیخ الاسلام مفتی صدر جہاں اور "میر عدل"

میر عبدالحیؔ بھی غم پہ غم چڑھایا کرتے تھے۔ داڑھی کا رکھنا
معیوب تھا، عربی لکھنا اور پڑھنا جرم تھا۔ حتیٰ کہ عربی حروف
کے استعمال کی بھی ممانعت کر دی گئی تھی۔ مسجدیں ویران ہو
رہی تھیں اور ان کی جگہ یا تو اصطبل بن رہے تھے یا مندر۔
الغرض دین اسلام کی پوری پوری بیخ کنی کی جا رہی تھی اور یہ
سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں ہو رہا تھا۔ [۲۲] (ملخصاً)

ان حالات میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اصلاح و تبلیغ کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ مکتوبات شریف میں اعیان مملکت کے نام بے شمار مکاتیب ملتے ہیں۔ جن میں حالات کی اصلاح کی طرف ترغیب دلائی ہے۔ مثلاً دربار اکبری کے ممتاز فرد شیخ فرید بخاری (م۔۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء) کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ذرا خیال کریں کہ معاملہ کہاں تک پہنچ چکا ہے۔ مسلمانی کی بو
بھی باقی نہیں رہی۔ ایک دوست نے کہا ہے کہ تم لوگوں میں سے
جب تک کوئی دیوانہ نہ ہو گا۔ مسلمانی تک پہنچنا مشکل ہے،
اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے اپنے نفع و نقصان کا خیال بھی نہ
کرنا، یہ ہے دیوانگی! اسلام رہے تو کچھ بھی ہو اور اگر نہ رہے تو
پھر کچھ بھی نہ رہے، اگر مسلمانی ہے تو پھر خدا کی رضا اور اس
کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی بھی ہے اور آقا
کی رضا سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں"۔ [۲۳]

اس طرح حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اعیانِ مملکت کو دین اسلام کی زبوں حالی اور آنے والی تباہی سے "بروقت خبردار کیا"۔ اکبر کے زمانے میں راستہ ہموار کیا اور جہانگیر کے زمانے میں وہ وقت بھی آیا جب کہ خود جہانگیر نے امورِ شرعیہ میں مشورہ

دینے کے لئے علماء کا ایک کمیشن مقرر کیا اور حالات روبہ اصلاح ہونے لگے۔ اورنگ زیب کے عہد تک اسلام کو جو فروغ ہوا وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ یہ سب کچھ خاندان مجددیہ کی مساعی جمیلہ کا ثمر شیریں تھا۔ اس پر ایک علیحدہ مقالہ لکھنے کی ضرورت ہے۔

بال جبریل میں ایک اور نظم ملتی ہے۔ جس کا عنوان ہے "ساقی" اس کا مطلع ہے۔

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی"

یہاں "ساقی" سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرا شعر ہے۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

میاں بشیر احمد بیرسٹرایٹ لاء نے اس شعر کا مفہوم اقبال سے پوچھا تھا۔ یہ باتیں انہیں کی زبانی سنیئے۔

"جب وہ اپنی میو روڈ والی کوٹھی جاوید منزل میں آچکے تھے، میں کبھی کبھی حاضر ہوتا اور بال جبریل کے بعض اشعار کا مفہوم دریافت کرتا۔ ایک دن میں نے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب اس شعر میں کیا اشارہ ہے؟

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!

میں حیران ہوا کہ تین سو سال ہوئے کہ جہانگیر کے ہاں میخواری
کا دور دورہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب کیا پھر وہی رسم قدیم جاری کرنا
چاہتے ہیں؟ جواب دیا کہ نہیں، یہ شیخ احمد مجدد الف ثانی علیہ
الرحمہ سرہندی کی طرف اشارہ ہے جو مسلمانان ہند کے سب
سے زبردست رہنما گزرے ہیں"۔[۲۵]

علامہ اقبال نے اسی مفہوم کا ایک شعر مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق" میں بھی کہا ہے۔ فرماتے ہیں۔

از سہ قرن ایں امت خوار و زبوں
زندہ بے سوز و سرور اندروں[۲۶]

اقبال کو اس حقیقت کا زبردست احساس تھا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے بعد تین سو سال سے ایسا مرد حر پیدا نہیں ہوا جو افراد ملت میں آزادی و حریت اور ایمان و عشق کی روح پھونک دے۔ ان کو یہ بھی احساس تھا کہ علماء تحقیق کی طرف مائل نہیں، اور کوئی ایسا عالم نہیں، جو میدان علم میں توسن تحقیق دوڑائے۔ اسی لئے بصد حسرت و یاس فرماتے ہیں

شیر مردوں سے ہوا بیشہ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساقی

حضرت مجدد علیہ الرحمہ الف ثانی نے علم کو عشق آشنا کیا، اسی کے سہارے دلوں پر حکمرانی کی اور باطل کی قوتوں کا مقابلہ کیا۔ اقبال اسی علم کی تلاش میں ہیں جو ہم صفیر عشق ہو۔ اسی لئے اپنے عہد کی عقلیت پرستی اور عشق سے بیگانگی پر ماتم کرتے

ہوئے فرماتے ہیں۔

عشق کی تیغ جگر دار اُڑا لی کس نے
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام ساقی !

اقبال کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تعلیمات میں مادیت کے اس تاریک دور میں روشنی اور نور نظر آ رہا ہے۔ وہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ نوع انسانی کے مسائل کا صحیح حل اور اس کے دردوں کا مداوا ایک مردِ حر کے پاس ہے۔ اسی لئے کس حسرت سے فرماتے ہیں۔

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی ! ۲۷

تعلیقات و حواشی

۱ ------- عطاء اللہ، شیخ، اقبال نامہ، جلد اول، مطبوعہ لاہور، مکتوب ۳۵، ص ۷۷۔۷۸

۲ ------- اقبال، ضرب کلیم، مطبوعہ لاہور، ص ۸۸

۳ ------- مرزا عبدالقادر بیدل بن عبدالخالق، ۱۰۵۴ھ میں بمقام عظیم آباد پیدا ہوئے۔ ترکوں کے قبیلہ برلاس سے آپ کا تعلق تھا۔ کم سنی میں والد کا انتقال ہو گیا تو عم مکرم مرزا قلندر نے پرورش کی۔ بیدل نے ۵ سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کیا۔ پھر ۵ برس علوم نقلیہ کی تحصیل کی۔ اس کے بعد تعلیم ترک کر کے فقیرانہ رنگ اختیار کیا۔ زیادہ وقت فقراء کے ساتھ گزرنے لگا۔

بیدل بڑے ذہین و طباع تھے، شعر گوئی کی طرف فطری میلان تھا۔ صبرتی کی ریاض الافکار کے مطابق بیدل کو مولانا کمال سے شرف تلمذ حاصل تھا اور نشتر عشق کے مطابق بیدل کا پہلا تخلص رمزی تھا۔ بعد میں بدل کر بیدل رکھا لیا۔

بیدل بڑے پرگو اور خوش گو شاعر تھے۔ بقول غلام علی آزاد بلگرامی بیدل کی کلیات میں ۹۹ ہزار اشعار ہیں۔ چونکہ طبعاً قلندر پسندی کی طرف مائل تھے۔ اس لئے "ہزار خوف" میں بھی زبان "دل کی رفیق" رہی۔ ؎

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

اسی لئے بقول اقبال، بیدل کا کلام "سکونی" نہیں "حرکی" ہے۔ بیدل نے ۲۱ سال کی عمر میں وطن عزیز کو چھوڑا۔ بقول غلام علی آزاد بلگرامی بیدل کی نشوونما زیادہ تر دوسرے شہروں میں ہوئی۔ سفینۂ خوش گو کے مطابق بیدل، اکبر آباد بھی رہے۔ بعد میں دہلی چلے آئے جس زمانے میں اورنگ زیب مہمات دکن میں مصروف تھا۔ فتنہ و فساد کی وجہ سے بیدل، دہلی سے متھرا آگئے تھے۔ یہاں سے جاٹوں کی ریشہ دوانیوں سے مجبور ہو کر ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۹۶ھ میں پھر دہلی آگئے۔ یہاں بیدل نے ۳۶ سال گزارے (بقول سفینۂ خوش گو) لیکن بیچ میں جب سادات بارہ کے ہاتھوں فرخ سیر قتل ہوا، اور بیدل نے امیر الامراء سید حسین علی خاں کو دو تنقیدی شعر لکھ کر بھیجے تو سادات کو ان سے کچھ دشمنی ہو گئی۔ چنانچہ اسی وجہ سے بیدل ۶ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ میں ترک سکونت کر کے لاہور چلے آئے۔ لیکن جب امیر الامراء مارا گیا (۹ اکتوبر ۱۷۲۰ء) اور سادات کا زور ٹوٹ گیا، تو بیدل، لاہور سے دہلی چلے گئے۔ لیکن چند ماہ بعد بقول بندرابن داس خوشگو، تپ محرقہ میں مبتلا ہو کر یوم پنج شنبہ چہارم صفر ۱۱۳۳ھ کو دہلی میں انتقال ہو گیا اور حویلی کے آنگن میں دفن ہوئے۔ مگر اب قبر کا نام و نشان تک نہیں۔ ؎

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں!

خواجہ حسن نظامی مرحوم نے شاہ سلیمان پھلوری کی نشان دہی پر ۱۳۵۹ھ میں جو مزار بنوایا ہے۔ وہ اصل جگہ پر نہیں ہے۔ (مجلہ اردو ادب، علی گڑھ شمارہ نمبر ۱، ۱۹۶۲ء ملخصاً)

۴ ------- محمود نظامی، ملفوظات، مطبوعہ لاہور، ص۔ ۱۲۲

۵ ------- نذیر نیازی، مکتوبات اقبال، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۷ء، ص۔ ۱۶۱

۶ ------- ایضاً، ص۔ ۱۶۲

۷ ------- ایضاً، ص۔ ۱۶۴

۸ ------- نذیر نیازی، مکتوبات اقبال، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۷ء، ص۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵

۹ ------- عبد المجید سالک، ذکر اقبال، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۵ء، ص۔ ۱۹۱

۱۰ ------- یوسف سلیم چشتی، شرح بال جبریل، مطبوعہ لاہور، ص ۷۰۶۔ ۷۰۷

۱۱ ----- مکتوب از پروفیسر یوسف سلیم چشتی، محررہ ۲۶ اپریل ۱۹۶۳ء، از لاہور

۱۲ ----- شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، حصہ اول، مطبوعہ لاہور

۱۳ ----- مکتوب محررہ، ۲۹ ستمبر ۱۹۶۲ء، از لاہور

۱۴ ----- مکتوب محررہ، ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء، از نیویارک

۱۵ ----- مکتوب محررہ، ۳ اپریل ۱۹۶۳ء، از لاہور

۱۶ ----- مکتوب محررہ، ۲ مئی ۱۹۶۳ء، از کیمبرج

۱۷ ----- مکتوب محررہ، ۸ مئی ۱۹۶۳ء، از لندن

۱۸ ----- اقبال، بال جبریل، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۲۱۲ ـ ۲۱۱

(ا) غلام علی آزاد بلگرامی، مآثر الکرام، جلد اول، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء، ص ۲۰۴

(ب) فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء، ص ۴۱۲

۱۹ ----- دارا شکوہ، سفینۃ الاولیاء (اردو)، مطبوعہ لاہور، ص ـ ۲۲۳

۲۰ ----- غلام علی آزاد بلگرامی، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، مطبوعہ ۱۳۰۳ھ، ص ۴۹

۲۱ ----- (ا) بدرالدین سرہندی، حضرات القدس، ترجمہ اردو، مطبوعہ لاہور ۱۳۲۱ھ، ص ۳۶

(ب) صدیق حسن خاں، ابجد العلوم، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۵ھ، ج ـ ۳، ص ۸۹۹

(ج) T.W. ARNOLD: THE PREACHING OF ISLAM, LAHORE, 1956, 412

۲۲ ----- عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء

۲۳ ----- احمد سرہندی، مکتوبات شریف، دفتر اول، حصہ سوم، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۳ھ، مکتوب ۱۶۳، ص ۴۵

۲۴ ----- اقبال، بال جبریل، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ـ ۱۷

۲۵ ----- محمود نظامی، ملفوظات اقبال، مطبوعہ لاہور، ص ـ ۲۸ ـ ۲۹

۲۶ ----- اقبال، مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق"، مطبوعہ لاہور، ص ـ ۲۸

۲۷ ----- اقبال، بال جبریل، ص ـ ۱۷ ـ ۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالہ

٦

ڈاکٹر اقبال کا تصور خودی اور نظریہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود

"شمع و شاعر" اقبال کی وہ پہلی نظم ہے جس میں وہ تصور خودی ملتا ہے جو فکر جدید میں انقلاب آفریں ہے۔ اس نظم کا سال اشاعت ۱۹۱۲ ہے۔ اسی سال اقبال نے اپنی مشہور مثنوی "اسرارِ خودی" لکھی اور مسئلہ خودی کو اس میں باضابطہ طور پر پیش کیا۔

"اسرارِ خودی" کی اشاعت سے پیشتر اقبال پر وجودیت کا رنگ غالب تھا۔ بانگ درا میں وجودی مفہوم کی بہت سی نظمیں ملتی ہیں، اس ضمن میں معنی آفرینی کے لحاظ سے مندرجہ ذیل شعر اردو ادب میں شاہکار ہے۔

ہاں آشنائے لب نہ ہو رازِ کُہن کہیں
پھر نہ چھڑ جائے قصہ دار و رسن کہیں

جس زمانہ میں اقبال ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھ رہے تھے۔ اس وقت وہ جلال الدین رومی سے اتنے متاثر نظر نہیں آتے جتنے کہ محی الدین ابن العربی سے، وہ لکھتے ہیں۔

The student of Islamic Mysticism who is anxious to see an all embracing exposition of the of principle of unity, must take up the heavy volumes of the Andalusian Ibn al-Arabi, whose prfound teaching stands in strange contrast with the dry-as-dust Islam of his countrymen. 1

(ترجمہ) اسلامی تصوف کا جو طالب علم نظریہ توحید کی ہمہ گیر تفسیر و تشریح کی تلاش میں سرگرداں ہو اس کو اندلس کے ابن العربی کی ضخیم مجلدات (فتوحات مکیہ) مطالعہ کرنی چاہئیں، ابن العربی کی فکر انگیز تعلیمات اپنے ہم وطنوں کے خشک اور بے فیض اسلام سے عجیب امتیاز رکھتی ہے۔

لیکن اسرار خودی کی اشاعت کے بعد اچانک انکشاف ہوا کہ وہ اب "ہمہ اوستی" نہیں، "ہمہ ازوستی" ہو گئے ہیں۔ چنانچہ،

اسرار خودی کے شائع ہونے کے بعد ان کے کیمبرج کے استاد فلسفہ میک ٹیگرٹ نے انہیں لکھا کہ طالب علمی کے زمانے میں تو تم زیادہ تر "ہمہ اوستی" معلوم ہوتے تھے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ ادھر سے ہٹ گئے ہو۔

اسرار خودی کی تمہید میں اقبال نے حافظ شیرازی اور عجمی تصوف پر سخت تنقید کی ہے۔ جس سے خواجہ حسن نظامی بہت برگشتہ ہوئے اور علامہ کے خلاف بہت کچھ لکھا۔

اقبال کی اسرار خودی عجمی تصوف کے خلاف اعلان بغاوت تھا اور احیاء شریعت اسلامیہ کے لئے ایک نیک کوشش۔ خود فرماتے ہیں،

"ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے

اثر میں ہیں۔ان کو عربی اسلام سے اور اس کے نصب العین سے
آشنائی نہیں۔ان کے لٹریری آئیڈیل بھی ایرانی ہیں۔میں چاہتا
ہوں کہ اس مثنوی میں حقیقی اسلام کو بے نقاب کروں جس کی
اشاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ہوئی"۔ ۲

نکلسن،اسرار خودی کے دیباچے میں لکھتے ہیں۔

The cry "Back to the Qur'an" "back to Muhammad" has been heard before , and the responses have hitherto been some what discouraging -- He sees that Hindu Intellectualism and Islamic pantheism has destroyed the capacity for action -- now, this capacity depends ultimately on the conviction that "Khudi" - is real and is not merely an illusion of mind. 3

(ترجمہ) "قرآن کی طرف واپس لوٹو" .. "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف واپس لوٹو" یہ نعرے پہلے بھی سنے گئے اور ابھی تک ان کا جواب ہمت شکن ہی رہا۔اقبال محسوس کرتے ہیں کے ہندو عقلیت پرستی اور اسلامی نظریہ وحدۃ الوجود نے عمل کی قابلیت کو برباد کر دیا ہے۔انجام کار عمل کی اس استعداد کا پیدا ہونا اس یقین پر منحصر ہے کہ "خودی" محض اختراع ذہنی نہیں،ایک حقیقت ہے"۔

نظریہ وحدۃ الوجود میں اس تصور کی گنجائش نہیں کہ " خودی " وہم نہیں بلکہ ایک لازوال حقیقت ہے۔ " جیسا کہ اقبال کا نظریہ ہے۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۴ء کے دوران امر تسر میں حضرت مجدد کے مکتوبات شائع ہوتے

رہے۔ اقبال نے ضرور ان کا مطالعہ کیا ہو گا۔ حضرت مجدد کے ہاں نظریہ وحدۃ الشہود ہے۔ اس میں ذات عبد کا اعتراف ہے، اقبال اس نظریہ سے متاثر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ وہ "اسرار خودی" میں حضرت جلال الدین رومی سے کمال عقیدت کے باوجود ان کے نظریہ "فنا" سے متفق نہیں جیسا کہ نکلسن نے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

Much as He dislikes the type of sufism exehibited by Hafiz, He pays homage to the pure and the profound genious of Jalaluddin, though He rejects the doctrine of self-abandonment taught by the great persian mystic and does not accompany him in his pantheistic flights 4.

(ترجمہ) حافظ شیرازی نے جس قسم کے تصوف کو پیش کیا ہے اقبال اس کو بہت ہی ناپسند کرتے تھے مگر اسی کے ساتھ ساتھ وہ جلال الدین رومی کی خالص اور۔۔ غیر معمولی ذہانت اور بصیرت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں گو نفی خودی کے اس تصور کو رد کرتے ہیں جو اس عظیم فارسی شاعر نے پیش کیا ہے۔ اقبال اس کی وجودی پرواز میں شریک نہیں۔

نکلسن نے تو یہ لکھا ہے کہ اقبال جلال الدین رومی کے تصور وحدۃ الوجود سے متفق نہ تھے۔ لیکن خود اقبال کے ہاں وحدۃ الوجود نظر نہیں آتا۔ ایک مضمون میں انہوں نے خواجہ حسن نظامی کو لکھا تھا۔

حضرت، میں نے مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کو بیداری میں پڑھا اور بار بار پڑھا ہے، آپ نے شاید اس کو سکر کی

حالت میں پڑھا ہے کہ اس میں آپ کو وحدۃ الوجود نظر آتا ہے۔ ۵

گسستن و پیوستن (سرّالوصال و سرّالفراق)

اقبال نے ابتداء میں جب رومی کا مطالعہ [۶] کیا تو وہ وجودی تھے۔ اگر رومی کے ہاں وحدۃ الوجود نہیں تھا تو پھر اقبال کا اس دور میں وجودی ہونا تعجب انگیز ہے کیونکہ سب سے زیادہ انہوں نے رومی ہی سے تاثر قبول کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلک شہودی کے طرف ان کا میلان طبع مطالعہ مجدد کا مرہون منت ہے۔ اس فکر کی تعمیر میں اور عوامل بھی شامل رہے۔ استاذی ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

> "آخر کار ہمارے مجدد الف ثانی (رحمتہ اللہ علیہ) نے وحدۃ الوجود کے مقابلے میں وحدۃ الشہود کا عقیدہ قائم کر کے قرآن اور حدیث کی اتباع پر زور دیا اور سب سے آخر میں شاہ ولی اللہ کا ظہور ہوا۔ جنہوں نے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود دونوں کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ مشرق کے ان مفکرین سے اقبال نے استفادہ کیا۔ ۷

اقبال نے ایک جگہ خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ وہ طالب "وصال" نہیں، طالب "فراق" ہیں۔ فراق طلبی ان کے نزدیک اصل حیات ہے۔ اسی لئے وہ اتحاد و حلول کے نظریے سے گریزاں نظر آتے ہیں۔ حضرت مجدد کی فراق پسندی ان کو پسند ہے۔ اسی لئے وہ خود کو "سرّالوصال" کہلانا پسند نہیں کرتے بلکہ ان کو "سرّالفراق" کہلانے پر اصرار ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں خواجہ حسن نظامی کو

تحریر فرماتے ہیں۔

> حضرت امام ربانی نے مکتوب میں ایک جگہ بحث کی ہے کہ "گسستن" اچھا ہے یا "پیوستن" میرے نزدیک "گسستن" عین اسلام ہے اور "پیوستن" رہبانیت یا ایرانی تصوف ہے۔ اور اسی کے خلاف میں صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔ گزشتہ علمائے اسلام نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور اس بات کی تاریخی شہادت موجود ہے۔ آپ کو یاد ہو گا جب آپ نے مجھے "سر الوصال" کا خطاب دیا تھا تو میں نے آپ کو لکھا تھا کہ مجھے "سر الفراق" کہا جائے۔ اس وقت میرے ذہن میں یہی امتیاز تھا جو مجدد الف ثانی نے کیا ہے۔^

شیخ محمد اکرام نے بھی اس مکتوب کا کچھ حصہ رود کوثر میں نقل کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے۔

> اقبال نے "سر الفراق" کے جس خطاب کی خواہش کی تھی اس کے حضرت مجدد الف ثانی اس سے بھی زیادہ مستحق ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ اگر ابن العربی کو "سر الوصال" اور حضرت مجدد کو "سر الفراق" کہا جائے تو ان کے فلسفوں اور وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا امتیاز بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے؟

بہر کیف اقبال، حضرت مجدد کی اتباع میں "سر الفراق" کہلانا پسند کرتے ہیں اور مسلک وحدۃ الشہود ہی ان کا مسلک ہے۔ وحدۃ الوجود کو زندیقیت سے تعبیر کرتے ہیں اور اس سے تائب ہو گئے ہیں۔ ایک جگہ خود تحریر فرماتے ہیں۔

> خواجہ صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ یورپ کا علمی مذہب تو وحدۃ

الوجود ہے جس کے وہ حامی ہیں۔ میں تو اس مذہب سے جو میرے
نزدیک زندیقیت ہے تائب ہو کر خدا کے فضل و کرم سے
مسلمان ہو چکا ہوں۔ [10]

وحدۃ الوجود کی غلط تعبیرات سے جو مسموم اثرات پھیل رہے تھے اس سے اقبال نے نہ صرف خود کو محفوظ رکھا بلکہ ملت اسلامیہ کو محفوظ رکھنے کا بیڑا اٹھایا۔ یہی وہ مشن تھا جس کی حضرت مجدد نے ابتداء کی تھی، اقبال نے حضرت مجدد کے اس مشن کو ترقی دی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

رہبانیت دنیا کی ہر مستعد قوم میں اس کے عملی زوال کے وقت
پیدا ہوئی ہے۔ اس کا مٹانا ناممکن ہے کہ بعض رہبانیت پسند
طبائع ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ صرف
اسی قدر ہے کہ اپنے دین کی حفاظت کریں اور اس کو رہبانیت
کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ [11]

اسی مقصد کے لئے اقبال نے مثنوی اسرار خودی اور رموز بیخودی لکھی جو ملت اسلامیہ کی حیات اجتماعیہ پر اثر انداز ہوئی۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے صحیح لکھا ہے۔

سر محمد اقبال ایک بڑے شاعر اور فلسفی عالم تھے۔ جب سے
انہوں نے اسرار خودی تصنیف کی، مسلمانوں کے سیاسی اور
اخلاقی خیالات کے رجحان کو بدل دیا۔ انہوں نے تصوف کے
نظریہ فنا یا نفی خودی کی تنقیص کی، اس کے بجائے خودی اور
اثبات خودی کو تجویز کیا اور وحدت وجود پر اعتراض کیا۔ [12]

ڈاکٹر برہان احمد نے جہاں مابعد شخصیات پر حضرت مجدد کے اثرات کا جائزہ لیا ہے وہاں لکھا ہے۔

بعد ازاں سر محمد اقبال نے متصوفین کے عقیدہ وحدت الوجود کے خلاف احتجاج کیا اور اسلامی اخلاقیت کو نئی روح بخشی اور جہد و عمل کی زندگی کی تلقین کی۔ [۱۳]

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے ایک نشریہ تقریر میں بھی اقبال اور حضرت مجدد الف ثانی کے فکری مماثلات کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

مجدد الف ثانی اور علامہ اقبال کے افکار میں بظاہر جو مماثلت نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ دونوں کے دل میں ولولہ تھا کہ لوگوں کے خیالات کا رخ اسلام کی طرف پھیرا جاتے۔ دونوں کشف کو ذریعہ علم سمجھتے ہیں، دونوں وحدۃ الوجود (نظریہ اتحاد و حلول) کو غلط سمجھتے ہیں۔ دونوں کو اس بات پر اصرار ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اسوہ کامل اور معیار کمال کی حیثیت رکھتی ہے [۱۴]

اقبال کی شہودیت پسندی نے ان کو مقام "عبدیت" کے تصور سے آشنا کیا۔ کیونکہ وجودیت میں "عبدیت" کا کیا سوال؟ اسی نظریہ "عبدیت" پر علامہ نے اپنے مشہور نظریہ "خودی" کی بنیاد رکھی ہے ابو سعید نور الدین نے بھی لکھا ہے۔

"شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے بھی، جو برصغیر پاک و ہند کے ایک بہت بڑے صوفی گزرے ہیں۔ بڑے شد و مد کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ سلوک میں سالک کی آخری منزل، جیسا کہ عام طور پر صوفیہ کا عقیدہ ہے، وحدۃ الوجود نہیں بلکہ اس سے بھی آگے اور ایک منزل ہے جسے مقام "عبدیت" کہنا چاہئے، یہ وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر سالک پر یہ عیاں ہو جاتا

ہے کہ وہ ایک بندہ محض ہے۔ وحدۃ الوجود کے تصور سے اس
پر خدا سے اتحاد و اتصال کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے، وہ کوئی
دائمی کیفیت نہیں ہے، بلکہ عارضی ہے، امر واقعہ یہ ہے کہ بندہ
محض بندہ ہے اور خدا، وحدۃ لاشریک"

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے اس نقطہ نظر سے علامہ اقبال بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ وہ اپنی خودی کو فنا کر کے خدا یا انائے مطلق میں ضم ہو جانے کے ہرگز قائل نہیں اور "مقام عبدیت" یا مقام بندگی" کو ترک کر کے "شان خداوندی" قبول کرنے کے لئے قطعاً راضی نہیں۔

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی [15]

شریعت و طریقت کو ہم آہنگ کر کے ایک طرف تو حضرت مجدد نے عجمی تصوف کو اسلامی رنگ میں رنگا اور دوسری طرف وحدۃ الوجود کے مقابلے میں وحدۃ الشہود کا تصور پیش کر کے اس رنگ کو اور نکھارا۔ اور نام نہاد صوفیہ کے دام تزویر سے ملت اسلامیہ کو بچایا۔ یہ تصورات، تصوف میں خاص اہمیت رکھتے ہیں اس لئے اس پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

ذوالنون مصری (م۔ ۲۴۵ھ / ۸۵۹ء) غالباً پہلے صوفی ہیں جن سے وحدۃ الوجود کے خیالات منسوب کئے جاتے ہیں۔ ان کی بدولت اس تصور نے فروغ پایا اور حسین بن منصور الحلاج (م۔ ۳۰۹ھ / ۹۲۱ء) کے ہاں اس نے کمال حاصل کیا۔ منصور کے بعد محی الدین ابن العربی (م۔ ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء) نے وحدۃ الوجود کو شد و مد کے ساتھ پیش کیا۔ فتوحات مکیہ، ترجمان الاشواق اور فصوص الحکم وغیرہ میں وجودی تصورات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس تصور کا موئید ہونے کی وجہ سے دوسرے مذاہب

کے متعلق جو ان کا طرز عمل تھا وہ ان اشعار سے نمایاں ہے جن کا ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

> آج سے پہلے میرا یہ حال تھا کہ جس ساتھی کا دین مجھ سے نہ ملتا میں اس کا انکار کرتا اور اسے اجنبی سمجھتا۔ لیکن اب میرا دل ہر صورت کو قبول کرتا ہے، وہ اب ایک چراگاہ بن گیا ہے، غزالوں کی۔ اور دیر ہے راہبوں کا، اور آتشکدہ ہے آتش پرستوں کے لئے، اور کعبہ ہے حاجیوں کے لئے، اور الواح ہے تورات کی اور صحیفہ ہے قرآن کا۔ میں اب مذہب عشق کا پرستار ہوں۔ عشق کا قافلہ جدھر چاہے مجھے لے جائے میرا دین بھی عشق ہے، میرا ایمان بھی عشق ہے[16]

محی الدین ابن العربی کے بعد عبدالکریم جیلی نے اس مسلک کی خوب اشاعت کی اور انسان کامل کا تصور پیش کیا۔ تصور وحدۃ الوجود سے قریب قریب تمام سلاسل طریقت متاثر ہوتے۔ چنانچہ سلسلہ قادریہ میں صدر الدین قونوی، اور عبدالکریم جیلی۔ کبرویہ میں جلال الدین رومی، شمس تبریز۔ سہروردیہ میں فرید الدین عطار، چشتیہ میں محمد گیسو دراز، جعفر کی، نقشبندیہ میں خواجہ عبیداللہ احرار، عبد الرحمن جامی، عبدالغفور لاری[17] وغیرہ۔

شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے مرشد خواجہ باقی باللہ کا بھی ابتدا میں یہی مسلک تھا۔[18] لیکن آخر میں وہ وحدۃ الشہود کے قائل ہو گئے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

> اچانک اللہ کی عنایت بے غایت پردہ غیب سے ظاہر ہوئی اور بے چونی و بیچگونگی کا پردہ اٹھایا گیا۔ علوم سابق جو اتحاد و وحدت

کی خبر دیتے تھے تنزل پذیر ہونے لگے اور قرب و معیّت ذاتیہ
اور احاطہ و سریان جو اس مقام پر ظاہر ہوا تھا، مخفی ہو گیا اور یہ
بات یقینی طور پر معلوم ہو گئی کہ صانع کو اس عالم سے مذکورہ
نسبتوں سے کوئی نسبت بھی نہیں ہے ۔۔۔ اور اگرچہ عالم
مرایائے کمالات صفاتی اور مجالی ظہورات آسانی ہے لیکن مظہر،
عین ظاہر نہیں ہے اور ظل، عین اصل نہیں ہے، جیسا کہ اہل
توحید وجودی کا مذہب ہے۔[19]

حضرت مجدد نے وحدۃ الوجود کو "علم الیقین" کے قبیل سے کہا ہے اور وحدۃ الشہود کو "عین الیقین" کے قبیل سے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

جو توحید اس جماعت گرامی کی راہ میں آئی ہے، دو قسم کی ہے،
توحید وجودی اور توحید شہودی۔۔۔ توحید شہودی ایک دیکھنا
ہے، یعنی یہ کہ سالک کا مشہود سوائے ایک کے اور کوئی نہ ہو۔
اور توحید وجودی ایک موجود جاننا ہے اور اس کے غیر کو معدوم
سمجھنا اور باوجود عدمیت کے اس کے مجالی و مظاہر کو ایک خیال
کرنا۔ پس توحید وجودی "علم الیقین" کے قبیل سے ہے اور
توحید شہودی "عین الیقین" کے قبیل سے۔[20]

غالب کا یہ شعر نظریہ توحید وجودی کا ترجمان ہے۔

ہاں کھائیو مت فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے

لیکن اقبال کا یہ شعر نظریہ توحید شہودی کا ترجمان ہے۔

اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں
باقی ہے نمودِ سیمیائی

حضرت مجدد بھی معرفت نفس اور معرفت ذات پر زور دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک منزل فنا سے اوپر بھی ایک منزل ہے، جہاں ابن العربی نہیں پہنچے۔ اس منزل پر سالک کو یہ پتہ چلتا ہے کہ خدا کو محض وجدان کے ذریعہ نہیں پہچانا جا سکتا اس لئے انسان کو وحی اور علوم دینیہ کی قدر و منزلت کرنی چاہئے جس کی بنیاد تمام تر وحی پر ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ شریعت کی قدر و منزلت کرنی چاہے۔

حضرت مجدد آگے چل کر واضح کرتے ہیں کہ۔

" دنیا اور خدا میں وہی رشتہ ہے جو خالق و مخلوق میں ہوتا ہے۔
اتحاد و حلول کی تمام تقریریں، الحاد ہیں جو سالک کی باطنی غلط فہمی سے پیدا ہوتی ہیں۔ "[1]

اقبال بھی اتحاد و حلول کے قائل نہیں، اسی لئے وہ " خودی " پر زور دیتے ہیں اور " وحی " کو معمار سیرت سمجھتے ہیں۔ جس طرح حضرت مجدد نے " وحی " کی اہمیت پر زور دیا ہے، اقبال نے بھی اس پر شدت کے ساتھ زور دیا ہے۔ چنانچہ ضرب کلیم میں کہتے ہیں۔

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کار حیات

فکر بے نور ترا جذب عمل بے بنیاد
سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شب تار حیات

خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیوں کر
گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرار حیات

اقبال کے نزدیک بغیر وحی کے حلال و حرام اور خوب و ناخوب کی تمیز ناممکن ہے اور بغیر اس تمیز کے زندگی، زندگی ہی نہیں۔ تمام ترقیات کا دارومدار اسی امتیاز پر ہے۔ عقل پر بھروسہ کیا جائے تو وہ خود تہی دست ہے، ہاں زندگی ہی جب تک خود اسرار حیات واشگاف نہ کر دے مشکلیں آسان نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے "وحی" کی سخت ضرورت ہے، اور پھر شریعت کی بھی جس کا مدار وحی پر ہے۔ یہی حضرت مجدد کا نظریہ ہے، اور یہی اقبال کا، اسی لئے اقبال کو ان کا تصوف پسند ہے جس کی اصل حجازی ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم مرحوم لکھتے ہیں۔

> وہ رومی کا مرید ہے لیکن محی الدین ابن عربی کا مخالف ہے، جس کی کتاب فصوص الحکم میں اس کو توحید سے زیادہ الحاد نظر آتا ہے، وہ بڑی عقیدت سے مجدد الف ثانی کے تصوف کا قائل ہے، جس نے تصوف کو دوبارہ شریعت اسلامی سے ہم آغوش کرنے کی کوشش کی [۲۲]

وجودیت، ظلیت، عبدیت

مشائخ طریقت کو حضرت مجدد الف ثانی نے تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل خود آپ کے الفاظ میں یہ ہے۔

> ۱۔ طائفہ اولی قائل اند بآنکہ عالم بایجاد حق سبحانہ، در خارج موجود

است و ہر چہ در دست از اوصاف و کمال ہمہ بایجاد حق است سبحانہ، وخود راشجے بیش نمی دانند بلکہ شجیت ہم از دست عز شانہ،
در بحر نیستی چناں گم می گردند کہ نہ از عالم خبر دارند و نہ از خود

(ترجمہ۔ پہلا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ عالم ایجاد کے باہر (خارج) میں موجود ہے اور جو کچھ اس (عالم ایجاد کے) اندر موجود ہے وہ (حق تعالیٰ کے) اوصاف وکمال میں سے ہے۔ اور سب کچھ حق سبحانہ وتعالیٰ کی ایجاد ہے اور وہ (مشائخ) اپنے آپ کو صرف شج (مثال کے درجے) سے زیادہ نہیں جانتے بلکہ اس شجیت کو بھی حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے جانتے ہیں اور وہ فنایت کے سمندر میں ایسے گم ہیں کہ ان کو نہ عالم کی خبر ہے نہ اپنی)۔

۲۔ طائفہ دیگر عالم را ظل حق سبحانہ، می دانند۔ اما قائل اند بآنکہ عالم در خارج موجود ست لیکن بطریق ظلیت نہ بطریق اصالت۔ و وجود اینہا قائم بوجود حق است سبحانہ، كَقِيَامِ الظِّلِّ بِالْأَصْلِ

(ترجمہ۔ دوسرا گروہ عالم کو حق سبحانہ وتعالیٰ کا ظل جانتا ہے مگر یہ اس بات کے قائل ہیں کہ عالم خارج میں اصالت کے طریقے پر نہیں بلکہ ظلیت کے طریقے پر موجود ہے اور ان دونوں کا وجود حق سبحانہ وتعالیٰ کے وجود سے قائم ہے جس طرح ظل (سایہ) اپنے اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔)

۳۔ طائفہ ثالث قائل اند بوحدت وجود یعنی در خارج یک موجود ست و بس۔ و آں ذات حق است سبحانہ، و عالم را در خارج اصلاً

تحقّقی نیست ۔ ثبوت علمی دارندی گویند اَلْاَعْیَانُ مَاشَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ [۲۳]

(ترجمہ ۔ تیسرا گروہ وحدت وجود کا قائل ہے یعنی خارج میں صرف ایک (ہی ذات) موجود ہے اور بس اور وہ صرف ذات حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ اور عالم کا خارجی طور پر علمی ثبوت کے علاوہ ہرگز کوئی ثبوت ثابت نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں۔ اَلْاَعْیَانُ مَاشَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ (اعیان (اشیاء) نے وجود کی خوشبو بھی نہیں سونگھی)

گویا طائفہ اولیٰ ۔ "عبدیت" کا قائل ہے، طائفہ ثانی "ظلیت" کا اور طائفہ ثالث "وجودیت" کا۔ حضرت مجدد نے ان تین گروہوں کو بیان کر کے ان پر تبصرہ بھی فرمایا ہے چنانچہ طائفہ ثالث کے متعلق فرماتے ہیں۔

ہر چند ایں طائفہ واصل و کامل اند ..... لما خلق را سخنان اینہا بضلالت والحاد رہنمونی کردہ بزندقہ رسانید [۲۴]

(ترجمہ ۔ اگرچہ یہ (تیسرا گروہ) اپنے درجات واصل وکمال میں تفاوت ہونے کے باوجود واصل و کامل ہے لیکن ان کی باتیں مخلوق کو گمراہی والحاد کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اور الحاد وبے دینی (زندقہ) تک پہنچا دیتی ہیں۔)

اقبال نے فصوص الحکم (ابن العربی) کے مطالعہ کے بعد ۔یہی لکھا ہے کہ اس میں الحاد و زندقہ کے علاوہ کچھ نہیں، گویا عارف کے علاوہ وحدۃ الوجود کی حقیقت کو کوئی نہیں پا سکتا جس طرح اقبال نہ پا سکے ۔

طائفہ ثانی کے لئے فرماتے ہیں۔

و طائفہ ثانیہ ہر چند ایں مراتب را ہم از مبدأ جدا دیدند و بکلمہ "لا" در آوردہ نفی آں نمودند لا بواسطہ ظلیت و اصالت یک چیزے از بقایائے وجود ایں ہا ثابت ماند چہ رتبہ ظل را با اصل رشتہ تعلق بسیار قوی است" ایں نسبت از نظر شاں محو شد ۲۵

(ترجمہ۔ دوسرے گروہ نے اگرچہ ان مراتب کو مبدأ سے جدا دیکھا اور کلمہ "لا" کے تحت لا کر اس کی نفی بھی کی لیکن ظلیت اور اصالت کے واسطہ سے کچھ چیزیں ان کے وجود کی بقا کے ساتھ ثابت رہیں، چونکہ ظل کا رتبہ اصل کے رشتہ کے تعلق سے بڑا قوی ہے اس لئے یہ نسبت ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہو سکی۔)

طائفہ اولیٰ کے لئے فرماتے ہیں۔

" طائفہ اولیٰ اکمل واتم اند واسلم واوفق بکتاب وسنت ۲۶

(ترجمہ۔ پہلے گروہ کے لوگ اکمل واتم ہیں اور کتاب وسنت کے ساتھ اسلم واوفق ہیں۔)

پھر فرماتے ہیں۔

لا طائفہ اولیٰ بواسطہ کمال مناسبت و متابعت حضرت رسالت خاتمیت علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا جمیع مراتب ممکن را از واجب جدا ساختند و ہمہ را تحت کلمہ "لا" در آوردہ نفی نمودند و ممکن را بواجب ہیچ مناسبتے ندیدند و ہیچ نسبت را باو اثبات نکردند و خود را غیر از عبد مخلوق غیر مقدور نہ شناختند و او را عز شانہ، خالق و مولائے خود دانستند۔ خود را مولا دانستن و

یا ظل او انگاشتن بریں بزرگواراں بسیار گراں و دشواری آید مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ [27]

(ترجمہ۔ لیکن پہلے گروہ نے حضرت رسالت خاتمیت علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا کے ساتھ مناسبت اور آپ کی درجہ اتباع کے باعث ممکن کے تمام مراتب کو واجب سے جدا کر دیا اور کلمہ "لا" کے تحت لا کر سب کی نفی کر دی اور انھوں نے واجب کے ساتھ ممکن کی کوئی مناسبت نہیں دیکھی اور اس کے ساتھ کسی نسبت کا اثبات نہیں کیا اور اپنے آپ کو عاجز بندہ، مخلوق غیر مقدور کے علاوہ کچھ نہ سمجھا اور اس عزشانہ کو اپنا خالق اور مولیٰ سمجھا۔ خود کو مولیٰ جاننا یا اس کا سایہ خیال کرنا ان بزرگوں پر بہت گرانی اور دشواری کا موجب ہے۔ مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک!

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

ایں طائفہ علیہ را از مقام عبدیت کہ نہایت جمیع مقامات ولایت ست بہرہ تمام ست و کدام دلیل بر صحت حال ایں برگزیدگان ازیں تمام تر است کہ تمام کشف ایشاں موافق کتاب و سنت و ظاہر شریعت است و سر موئے از ظاہر شریعت مخالفت بریشاں راہ نیافتہ است [28]

(ترجمہ۔ اور اس عالی گروہ کو عبدیت کے مقام سے جو تمام مقامات ولایت کی انتہا ہے کامل حصہ مل چکا ہے، اور ان بزرگوں

کے حال کے صحت پر اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل ہو سکتی
ہے کہ ان کے تمام کشف کتاب وسنت کے موافق اور ظاہر
شریعت کے مطابق ہیں، اور ان حضرات نے ظاہر شریعت سے
سر مو مخالفت نہیں کی۔)

متصوفہ کے مندرجہ بالا گروہوں کی تقسیم اور ان پر تبصرے کے بعد اپنے ارتقائے سلوک کا حال تحریر فرماتے ہیں کہ مقام وجودیت سے ترقی کر کے مقام ظلیت پر پہنچے پھر وہاں سے ترقی کر کے مقام عبدیت پر سرفراز ہوتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

۱۔ اول معتقد توحید (وجودی) بود، از زمان صبی علم ایں توحید
داشت و یقین پیوستہ بود ہر چند حال نداشت و چوں دریں رہ
در آمد اول رہ توحید منکشف شد و مدتے در مراتب ایں مقام
جولاں نمود۔

(ترجمہ۔ یہ درویش (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) جس سے یہ
تحریر استفادہ میں آئی، شروع میں توحید وجودی کا معتقد تھا اور
بچپن ہی کے زمانے سے علم توحید وجودی رکھتا تھا اور یقین (کی
حد تک) پیوستہ ہو چکا تھا اگرچہ اس کا حال نہ رکھتا تھا اور جب
اس رہ میں آیا تو پہلی مرتبہ توحید کا راستہ منکشف ہوا اور ایک
مدت تک اس مقام کے درجات میں گشت کرتا رہا۔)

۲۔ بعد از مدتے نسبت دیگر بریں درویش غلبہ آورد۔ در غلبہ آن
در توحید توقف نمود لا این توقف بحسن ظن بود نہ بہ انکار، مدتے
متوقف بود، آخر الامر کار بانکار انجامید و نمودند کہ این پایہ

پایان است رخت مقام ظلیت برد۔ لا درین انکار بے اختیار بود و نمی خواست کہ از آن مقام بر آید بواسطہ آن کہ مشائخ عظام بآں مقام اقامت دارند و چوں بمقام ظلیت رسید و خود را و عالم را ظل یافت، چناں کہ طائفہ ثانیہ بآں قائلند، آرزوئے آں شد کہ کاشکے ازین مقام نبرند کہ کمال در وحدت وجودی دانست و ایں مقام فی الجملہ باو مناسبت دارد۔

(ترجمہ۔ پھر ایک مدت کے بعد دوسری نسبت اس درویش پر غالب ہو گئی۔ اس نسبت کے غلبہ کے وقت توحید وجودی میں توقف ہوا لیکن یہ توقف (توحید وجودی والوں کے ساتھ) حسن ظن کی وجہ سے تھا نہ کہ ان حضرت کے انکار کی بنیاد پر ایک مدت تک اس انکار میں متوقف رہا، آخر کار معاملہ ان کے انکار تک پہنچ گیا اور مجھ پر منکشف ہوا کہ یہ مرتبہ پست سے بھی پست ہے، پھر اپنے (سوچ و فکر کے) سامان کو ظلیت کے مقام میں لے گیا لیکن (فقیر اس وقت) اس انکار میں بے اختیار تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ اس مقام سے باہر آئے اس لئے کہ اس مقام پر بہت سے مشائخ عظام اقامت پذیر تھے اور جب ظلیت میں پہنچا تو خود کو اور عالم کو ظل محسوس کیا جیسا کہ دوسرا گروہ اس کا قائل ہے۔ وہاں پہنچ کر اس بات کی آرزو پیدا ہوئی کہ اس مقام (ظلیت) سے باہر نہ نکالا جاؤں کیونکہ یہ (درویش) وحدت وجودی ہی کو کمال جانتا تھا اور یہ مقام ظلیت بھی اس سے قدرے مناسبت رکھتا تھا۔)

۲۔ اتفاقاً از کمال عنایت و غریب نوازی از آں مقام ہم بالا بردند و بمقام "عبدیت" رسانیدند، ایں زمان کمال ایں مقام در نظر آمد و علو آں واضح گشت، واز مقامات گزشتہ تائب و مستغفر شد[۲۹]

(ترجمہ۔ اتفاقاً کمال مہربانی اور غریب نوازی فرما کر اس مقام سے بھی بالا لے گئے اور مقام "عبدیت" پر پہنچا دیا اس وقت اس مقام (عبدیت) کا کمال ظاہر ہوا اور اس کی بلندی واضح ہوئی اور گذشتہ مقامات سے تائب ہو کر استغفار کی۔)

اقبال نے اسی مقام کے لئے تو کہا ہے۔

" مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی "

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے بھی حضرت مجدد کے ارتقائے سلوک کے ان مدارج کا ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

ارتقائے سلوک میں تین مدارج ہیں یعنی وجودیت، ظلیت اور عبدیت پہلے مقام پر انہیں وحدت وجود کا کشف حاصل ہوتا ہے ۔۔ اس کے بعد وہ مقام ظلیت پر پہنچتے ہیں ۔ یہ ایک درمیانی منزل ہے، یہاں ان پر منکشف ہوتا ہے کہ عالم کا اپنا وجود علیحدہ ہے اگرچہ یہ صرف ظل یا عکس یا ایک پرتو ہے حقیقت کا،۔ اللہ اصل ہے۔ یہاں ایک ادراک اثنینیت کا پیدا ہو جاتا ہے ۔۔۔۔۔ اس مقام سے گزرنے میں انہیں تامل تھا۔ اسی اثناء میں ۔بہرکیف انہیں اس مقام سے عروج ہوتا ہے ۔ اور وہ

مقام "عبدیت" پر فائز ہو جاتے ہیں۔ جو اعلیٰ ترین مقام ہے۔
"عبدیت" پر پہنچ کر عالم اور خدا کی اثنینیت ان پر اظہر من
الشمس ہو جاتی ہے۔ ۲۰ف

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے علامہ کا نظریہ "خودی" حضرت مجدد کے "تصور عبدیت" پر مبنی ہے۔ ابو سعید نور الدین نے اقبال کے تصور خودی کے مآخذ پر بحث کرتے ہوئے ان چار عناصر کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ قرآن مجید
۲۔ حدیث پاک۔ (من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ)
۳۔ مولانا جلال الدین رومی
۴۔ حضرت مجدد الف ثانی کا نظریہ عبدیت
اس کے بعد لکھا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے اس نظریہ "عبدیت" سے انسانی خودی کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے۔ اقبال ان کے اس نظریہ سے متاثر ہوتے، اسی تاثر کی بنا۔ پر وہ ان کی طرف اشارہ کر کے التجا کرتے ہیں۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی

تعلیقات و حواشی

MOHAMMAD IQBAL : THE DEVELOPMENT OF METAPHYSICS IN PERSIA, LAHORE, INTRODUCTION PX -- ۱

۲ .... شیخ عطاء اللہ، مکاتیب اقبال، حصہ اول، مطبوعہ لاہور، ص۔ ۲۲

R.A. NICHOLSON: THE SECRETS OF THE SELF, LAHORE 1944, P-XI-XII -- ۳

۴ .... ایضاً

۵ .... "سر اسرار خودی" از محمد اقبال، مطبوعہ اخبار وکیل، امرتسر، ۹ فروری ۱۹۱۶ء، بحوالہ مجلہ اقبال (لاہور) اپریل ۱۹۵۴ء۔ ص ۵۵

۶ .... جلال الدین رومی کے تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ کی جائیں۔

(ا) سلطان ولید، ابتدا نامہ

(ب) افلاکی، مناقب العارفین

(ج) رومی، مقالات شمس تبریز

(د) رومی، فیہ مافیہ، تہران۔ ۱۹۲۸ء

(ہ) بدیع الزماں، شرح حال مولانا، تہران ۱۹۳۲ء

c - HAURT: LES SAINTS DES DERVICHES TOURNEURS, PARIS, 1918-22

DR. H. RITTER : DER ISLAM, 1940, 1942

۷ .... غلام مصطفی خان، ادبی جائزے، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۹ء، ص۔ ۱۰۵

۸ .... مجلہ اقبال لاہور، اپریل ۱۹۵۴ء، جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۴، ص۔ ۴۵

۹ .... محمد اکرام، اردو کوثر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء، ص ۲۶۳

۱۰ ...... "سر اسرار خودی" از اقبال، مطبوعہ اخبار "وکیل" امرتسر، ۹ فروری ۱۹۱۶، مجلہ اقبال (لاہور) اپریل ۱۹۵۴

نوٹ۔..... اقبال کا یہ خیال صحیح نہیں کہ وحدۃ الوجود معاذ اللہ زندیقیت ہے۔ خود حضرت مجدد اسی منزل سے وحدۃ الشہود تک پہنچے۔ (مسعود)

۱۱ ...... "سر اسرار خودی" از اقبال، مطبوعہ اخبار "وکیل" امرتسر۔ ۹ فروری ۱۹۱۶ء، بحوالہ مجلہ اقبال (لاہور) اپریل ۱۹۵۴ء

۱۲ ...... برہان احمد فاروقی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء،

ص ۔ ۲۷ ۔ ۲۶

۱۳ ----- برہان احمد فاروقی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۔ ۲۷ ۔ ۲۶

۱۴ ----- مشورات اقبال (مرتبہ بزم اقبال)، مطبوعہ لاہور، ص ۱۲، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، اقبال اور مجدد الف ثانی

نوٹ۔ --- حضرت مجدد تصور وحدۃ الوجود کو غلط نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کی غیر شرعی تعبیرات کو غلط سمجھتے ہیں۔ اس لئے برہان احمد فاروقی کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ حضرت مجدد وحدۃ الوجود کو غلط سمجھتے ہیں۔ (مسعود)

۱۵ ----- ابو سعید نورالدین، " وحدۃ الوجود اور فلسفہ خودی " ، مطبوعہ اقبال ریویو (کراچی)، جولائی ۱۹۶۲، ص ۱۱۵

۱۶ ----- شیخ محمد اکرام، رود کوثر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء، ص ۔ ۲۶۳ ۔ ۲۶۴

۱۷ ----- محمد نذیر عرشی، مفتاح العلوم، مطبوعہ لاہور، ۱۳۲۲ھ، جلد اول، ص ۔ ۴۵

۱۸ ----- محمد معصوم، مکتوب معصومی (خلاصہ اردو)، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۹۶۰ء، ص ۶ ۔ ۹۳

۱۹ ----- احمد سرہندی، مکتوبات شریف، جلد اول، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۳ھ، ص ۸۳ ۔ ۸۴

۲۰ ----- ایضاً، ص ۶

۲۱ -- Theodre De Bary : Sources of Indian Traditions, NewYork.

۲۲ ------ خلیفہ عبدالحکیم، فکر اقبال، مطبوعہ لاہور، ص ۲۲۶

۲۳ ------ شیخ احمد، مکتوبات شریف جلد اول، مکتوب نمبر ۱۶۰، ص ۳۷ ۔ ۳۶

۲۴ ------ مکاتیب اقبال، جلد اول، ایضاً، ص ۔ ۳۸ ۔ ۳۹

۲۵ ------ ایضاً، ص ۔ ۳۸، نمبر ۷۶

۲۶ ------ ایضاً، ص ۔ ۳۸، نمبر ۷۷

۲۷ ------ ایضاً، ص ۔ ۳۹

۲۸ ------ ایضاً، ص ۔ ۳۹

۲۹ ------ ایضاً، ص ۔ ۳۹ ۔ ۴۰

۳۰ ------ برہان احمد فاروقی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۹۰ ۔ ۸۹

شاہ عبد الغنی محدث

مہاجر مدنی

اے خاک پاک روضۂ عبیری و عنبری — کز اہلِ جہاں ز بوئے تو مدہوش گشتہ اند

ساقی نشاند بر تو خوش آبے کز اہلِ دہر — عاقل بہ پیشت آمدہ مخمور رفتہ اند!

سترے ز خاک خلد تو داری کہ اہلِ ارض — یک نغزۂ تو یافتہ بر چرخ رفتہ اند

نے نے ترا ز تربت یثرب سرشتہ اند — پنہاں ز زردم و شام بہ سرمنبد بشستہ اند

ایں خاک احمدی است بنات احد نگر — نے یک کہ صد ہزار ازیں خاک جستہ اند

اَھلاً و مرحباً بہ زوّار تو بسے! — آنعال بعد برزخ اعدات بستہ اند

یارب مکن خلاص ازیں خاک در سرا — بدحال آں کساں کہ ازیں خاک رستہ اند

شیرے بخواب ناز بہ پہلوئے دو شبل — یارب چہ رازہا است کہ ایں جا نہفتہ اند

تنہا غنی نہ مدح نغزہ تو ساز کرد
کروبیان عرش ہمیں گونہ گفتہ اند

(محمد میاں، علمائے ہند کا شاندار ماضی، حصہ اوّل، مطبوعہ مراد آباد، ۱۳۵۹ھ/۱۹۳۹ء، ص-۱۳۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالہ

۷

نظریہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود اور مغربی مفکرین

اقبال کے سامنے تین اہم نظریات تھے۔ وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود اور تیسرا جدید نظریہ فوق البشر۔ نظریہ وحدۃ الوجود میں ذات حق پر اس شدت سے اصرار ہے کہ وجود عبد فنا ہو جاتا ہے اور تصور فوق البشر میں ذات عبد پر اس شدت سے اصرار ہے کہ ذاتِ حق نظر نہیں آتی۔ لیکن اس افراط و تفریط کے درمیان ایک تیسرا نظریہ ہے وحدۃ الشہود جو ذات حق اور ذات عبد دونوں پر اصرار کرتا ہے اور دونوں کی انفرادیت کا قائل ہے، ایک واجب الوجود دوسرا ممکن الوجود۔

اقبال نے حضرت مجدد کے تصور "عبدیت" یا "وحدۃ الشہود" سے متاثر ہو کر جرمن فلاسفر نٹشے پر سخت تنقید کی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ اے کاش نٹشے، حضرت مجدد کے عہد مبارک میں ہوتا تو وہ مقام عبدیت سے اس کو روشناس فرماتے۔

جاوید نامے میں اقبال، نٹشے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

راہ رو را کس نشان از رہ نداد — صد خلل در واردات او فتاد
عاشقے در آہ خود گم گشتۂ — سالکے در راہ خود گم گشتۂ
مستئ او ہر زجاجے را شکست — از خدا ببرید و ہم از خود گسست
خواست تا بیند بچشم ظاہری — اختلاط قاھری با دلبری

خواست تا از آب و گل آید بروں — خوشہ کز کشت دل آید بروں
آں چہ او جوید مقام کبریاست — ایں مقام از عقل و حکمت ماوراست
زندگی شرح اشارات خودی است — "لا" و "الا" از مقامات خودی است
او بہ "لا" در ماند و تا "الا" نرفت — از مقام "عبدہٗ" بیگانہ رفت
چشم او جز رویت آدم نہ خواست — نعرہ بے باکانہ زد "آدم کجاست"؟
کاش بودے در زمان احمدے — تا رسیدے بر سرور سرمدے

فرماتے ہیں کہ نٹشے مقام "لا" پر ہی ٹھہر گیا اور مقام "الا" کی طرف نہیں بڑھا، اسی لئے وہ مقام "عبدیت" سے بیگانہ وار گزر گیا۔ اس کی آنکھ نے انسان کے علاوہ اور کچھ نہ دیکھا، اسی لئے اس نے بے باکانہ نعرہ لگایا کہ "فوق البشر" کہاں ہے؟ آخر میں فرماتے ہیں کہ اے کاش نٹشے، شیخ احمد (مجدد الف ثانی) کے زمانے میں ہوتا تو وہ اس کے اضطراب کو سرور سرمدی سے بدل دیتے اور وہ مقام عبدیت سے آگاہ ہو جاتا۔

اقبال نے خطبات میں بھی نٹشے پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ گو اس میں روحانی صلاحیتیں موجود تھیں لیکن چونکہ اس نے شوپنہاور، ڈاروِن اور لانگے کو اپنا پیرو مرشد بنایا تھا، اس لئے وہ گمراہ ہو گیا۔ کاش اس کو کوئی مرشد کامل ملتا اور وہ اس کی رہنمائی کر سکتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

> جدید یورپ میں نٹشے، جس کی زندگی اور سرگرمیوں سے کم از کم ہم اہل مشرق کے نزدیک تو نفسیات مذہب کی رو سے بڑے دلچسپ مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، خلقی طور پر اس قابل تھا کہ اس کام کا بیڑا اٹھا سکے۔ اس کے دل و دماغ کی سرگزشت پر

نظر ڈالیے تو مشرقی تصوف کی تاریخ میں اس قسم کی اور بھی مثالیں مل جائیں گی۔ بے شک نٹشے نے اپنے اندر عالم لاہوت کی ایک جھلک دیکھی اور وہ ایک حکم قطعی بن کر اس کے سامنے آئی۔ ہم اس کو حکم قطعی ہی کہیں گے کیونکہ یہی جھلک تھی جس کی بدولت اس میں ایک پیغمبرانہ ذہنیت پیدا ہو گئی، وہ ذہنیت جو اس قسم کی تجلیات کو کسی نہ کسی طرح زندگی کی مستقل قوتوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔ لیکن نٹشے کو بجز ناکامی اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ اس لئے کہ اس کے روحانی اسلاف میں شوپن ہاور، ڈارون اور لانگے ایسی ہستیاں شامل تھیں اور یہ انہیں کا اثر تھا کہ نٹشے ان تجلیات و مشاہدات کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ نہ کر سکا۔ بجائے اس کے کہ وہ کسی ایسی روحانی اصول کی جستجو کرتا جس سے ایک عامی کے اندر بھی روحانیت کی دنیا بیدار ہو جاتی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ایک لامتناہی مستقبل اس کے سامنے ہے، نٹشے یہ سمجھا کہ اس نے جس عالم کی جھلک دیکھی ہے اس کا اظہار ہو گا تو انتہائی امارت پسندی کے کسی نظام کی شکل میں جب ہی تو میں نے کہا ہے کہ

آنچہ او جوید مقام کبریا ست
ایں مقام از علم و حکمت ماورا ست

خواست تا از آب و گل آید بروں
خوشہ کز کشت دل آید بروں

یوں ایک بڑا ذہین و فطین انسان ضائع ہوگیا اور زندگی کی وہ جھلک بھی لا حاصل ثابت ہوئی جس کے لئے وہ صرف اپنی اندرونی قوتوں کا مرہون منت تھا۔ محض اس لئے کہ اسے کوئی مرشد کامل نہ ملا جو اس کی رہنمائی کرتا"

اسی لئے تو فرماتے ہیں۔

کاش بودے در زمان احمدے
تا رسیدے بر سرورے سرمدے

اقبال نے اپنے محولہ بالا لیکچر میں سوئٹزرلینڈ کے فلسفی سی جی یونگ (C.G. JUNG) پر بھی تنقید کی ہے جس سے نظریہ عبدیت کی مزید تشریح ہوتی ہے۔ اقبال اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ "مذہبی زندگی کی اساس ہمارا یہ ادراک ہے کہ خودی کی وحدت کو..... پھر سے تعمیر کیا جا سکتا ہے اور اس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ ہر ماحول میں..... جیسے مواقع چاہے پیدا کرلے۔

یونگ پر تنقید کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں۔

لیکن اس کا مطلب تو یہ ہے کہ یونگ کچھ بھی نہیں سمجھا۔ بات یہ ہے کہ جنسی ضبط نفس، خودی کی تربیت کا اولین مرحلہ ہے اور اس لئے مذہب چاہتا ہے اس نشوونما کو اس راستے پر ڈالدے، جس کا تعلق خودی کی تقدیر اور مستقبل سے ہے۔ لہذا اس کی اہمیت صرف اس امر تک محدود نہیں کہ جس ماحول میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اس میں ہماری حیات اجتماعیہ کا تار و پود اخلاقی اعتبار سے محفوظ ہے۔ مذہبی زندگی کی بنیاد ہمارا یہ ادراک ہے کہ خودی کی وحدت کو جو یوں دیکھنے میں بڑی نازک اور ناپائیدار نظر

آتی ہے، اور جسے ہر لحظہ ہلاکت اور فنا کا خدشہ ہے، پھر سے تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ اس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ ہر ماحول میں، خواہ ہمیں اس کا علم ہو یا نہیں، زیادہ سے زیادہ آزادی سے کام لیتے ہوئے، جیسے مواقع چاہے پیدا کر لے۔ یہ ادراک ہے جس کے ماتحت اعلیٰ مذہبی زندگی میں ہماری نگاہیں محسوسات و مدرکات کی اس نوع کی طرف منعطف ہو جاتی ہیں جن سے حقیقت کی بعض بڑی نازک حرکات کا سراغ ملتا ہے۔ اور جو اس پہلو سے کہ خودی حقیقت کی ترکیب میں ایک دوامی عنصر بن جاتے، اس لحاظ سے دیکھئے تو نفسیات حاضرہ نے مذہبی زندگی کا گویا قشر تک نہیں چھوا۔ وہ اس تنوع اور گوناگونی سے بالکل بے خبر ہے جو مذہبی واردات اور مشاہدات میں پائی جاتی ہے۔"[۳]

مذہبی زندگی کے اساسی امور کی وضاحت اور نفسیات حاضرہ پر تنقید کے بعد اقبال سترھویں صدی عیسوی کے جلیل القدر صوفی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے تصورات و نظریات اور مشاہدات و تجربات کا جائزہ لیتے ہیں اور ساتھ ہی اس حقیقت کا اظہار کر دیتے ہیں کہ نفسیات حاضرہ میں ان مصطلحات کا اب تک وجود نہیں ہے جن کے ذریعے حضرت مجدد کے روحانی تجربات کو بیان کیا جا سکے۔ گویا ان کے نزدیک حضرت مجدد اپنے زمانے سے کہیں آگے جا چکے تھے۔ وہ اس منزل تک پہنچ چکے تھے جس کی گرد تک نفسیات حاضرہ کی رسائی نہیں۔ چنانچہ واردات روحانی کے تنوع کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"تھوڑا بہت اندازہ شاید آپ سترھویں صدی کے ایک بہت بڑے مرشد کامل[۴] حضرت شیخ احمد سرہندی کی ایک عبارت سے کر سکیں گے۔ انہوں نے اپنے زمانے کے تصوف کا تجزیہ جس بے باکی اور تنقید و تحقیق

کہ نفسیات حاضرہ کا قدم ابھی مذہبی زندگی کے قشر تک نہیں
پہنچا۔ ٥

اقبال نے عبدالمومن کا جو بیان نقل کیا ہے وہ موصوف کا نہیں ہے بلکہ یہ شیخ ادریس سامانی نے اپنے واردات و مشاہدات قلبیہ، عبدالمومن کی زبانی حضرت مجدد سے کہلوائے تھے۔ جس کا جواب شیخ موصوف نے تحریری صورت میں ارسال فرمایا۔

یہ مکتوب نمبر ۲۵۳، مکتوبات شریف کی جلد اول میں شامل ہے۔ اس میں حضرت مجدد نے پہلے ادریس سامانی کے مشاہدات نقل کئے ہیں اور پھر ان پر جرح و تنقید کی ہے۔ حضرت مجدد نے قلب کے جن مقامات کا ذکر کیا ہے وہ اس ترتیب سے ہیں، روح، سر۔ خفی۔ اخفی۔ گویا قلب سمیت پانچ مقامات ہیں۔ مگر اقبال نے روح۔ سر خفی۔ سر اخفی لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

اس کے علاوہ اقبال نے حضرت مجدد کا جواب جس انداز سے نقل کیا ہے وہ من و عن نہیں ہے بلکہ اصل مکتوب کا خلاصہ ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے یہاں یہ مکتوب نقل کر دیا جائے جس کی طرف اقبال نے اپنے خطبے میں اشارہ فرمایا ہے۔

بنام شیخ ادریس سامانی

"بیان احوال و مواجید کہ بلسان مولانا عبدالمومن حوالہ نمودہ بودند واستفسار جواب آن فرمودہ۔ مولانا بتفصیل ہمہ را وا نمود و گفت کہ فرمودہ اند (شیخ ادریس) کہ "اگر بجانب زمین نظری کنم زمین را نمی یابم و اگر بجانب آسمان نظری اندازم آن را نیز نمی یابم و ہم چنین عرش و کرسی و بہشت و دوزخ را نیز وجود نمی یابم۔ و

پیش کسے کہ می روم او رانیز وجود نمی یابم و خودرانیز موجود نمی دانم و وجود حق جل شانہ، بے پایان ست، نہایت او را ہیچ کس نیافتہ است

و بزرگان نیز تا ہمیں جا گفتہ اند۔ و تا ایں جا آمدہ از سیر ماندہ شدہ اندو زیادہ بر ایں معنی اختیار ننمودہ اند۔ اگر شما نیز ہمیں را کمال می دانید و در ہمیں مقاصید پس ما پیش شما برائے چہ بیائیم و تصدیع بکشیم و تصدیع بدہیم۔ واگر امرے دیگر ورائے ایں کمال است پس اعلام کنند تا ما دیار دیگر کہ درد طلب بسیار دارد آں جا برسیم۔ چندیں سال توقف در آمدن بواسطہ حصول ایں تردد بودہ"۔

مخدوما! ایں احوال و مثال ایں احوال از تلوینات قلب ست۔ مشہود می گردد کہ صاحب ایں احوال از مقامات قلب زیادہ از ربع طے نہ کردہ است، سہ حصہ دیگر از مقامات قلب طے باید کرد۔ تا معاملہ قلب را بتمام طے کردہ باشد از گذشت قلب، روح است، و از گذشت روح، سر است و از گذشت سر، خفی است بعد ازاں اخفی۔ ہر کدام ازیں چہار باقی ماندہ احوال و مواجید علاحدہ دارد۔ ہمہ را جدا جدا طے باید کرد۔ و تکملات ہر کدام متحلی باید شد۔ از گذشت ایں پنجگانہ عالم امر و طے منازل اصول آں ہا مرتبہ بعد مرتبہ و قطع مدارج ظلال اسماء و صفات کہ اصول ایں اصول است درجہ بعد درجہ تجلیات اسماء و صفات است و ظہورات شیون و اعتبارات از گذشت ایں تجلیات، تجلیات ذات است تعالیٰ و تقدس۔ ایں زماں معاملہ باطمینان نفس می افتد

و حصول رضائے پروردگار جل سلطانہ میسر می آید کمالا تیکہ دریں
موطن حاصل می گرددر. جنب ایں کمالات سابق حکم قطرہ دارد در
جنب دریائے محیط بیکراں۔

ترجمہ:۔ ان احوال و مواجید کا بیان جو (آپ نے) مولانا عبدالمومن کی زبانی حوالہ کیا تھا، اور ان کا جواب چاہا تھا۔ مولانا نے اس کو بیان کر کے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے "اگر میں زمین کی طرف نظر کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا اور اگر آسمان کی جانب دیکھتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا اور اسی طرح عرش و کرسی، بہشت و دوزخ کا وجود بھی نہیں پاتا، اگر کسی شخص کے پاس جاتا ہوں تو اس کا وجود بھی نہیں پاتا اور خود کو بھی موجود نہیں جانتا۔ اور حق جل شانہ کا وجود بے پایاں ہے اس کے نہایت کو کسی نے نہیں پایا بزرگان (مشائخ طریقت) اسی مقام تک کی گفتگو کرتے ہیں اور یہاں تک پہنچ کر وہ (مزید) سیر سے عاجز ہو گئے ہیں اور اس معنی سے زیادہ (سلوک) اختیار نہیں کر سکے اگر آپ بھی اسی کو کمال سمجھتے ہیں اور اسی مقام میں ہیں تو پھر میں آپ کے پاس کس لئے آؤں اور کیوں تکلیف برداشت کروں۔ اور اگر اس کمال کے علاوہ کوئی اور امر ہے تو اس کے اطلاع دیں تاکہ میں ایک دوست کے ساتھ جو بہت زیادہ درد و طلب رکھتا ہے آپ کے خدمت میں حاضر ہوں۔ اس تردد کے حصول کی وجہ سے حاضر ہونے میں چند سال توقف رہا

میرے مخدوم! یہ احوال اور انہی احوال کے مثل (واقعات) قلب کے تلوینات کے وجہ سے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان احوال والے شخص نے مقامات قلب سے ابھی چوتھے حصے سے زیادہ طے نہیں کیا، مقامات

قلب کے تین حصے اور طے کرنے چاہئیں تا کہ قلب کا معاملہ پوری طور پر طے ہو جائے۔ قلب کے بعد روح کا معاملہ اور روح کے بعد سر ہے، سر کے بعد خفی پھر اس کے بعد اخفیٰ ہے، ان باقی ماندہ چاروں (مقامات) میں سے ہر ایک کے احوال و مواجید علیحدہ ہیں لہذا ہر ایک کو جدا جدا طے کرنا چاہیئے اور ہر ایک کے کمالات سے مزین ہونا چاہیئے۔ عالم امر کے ان پنجگانہ (پانچوں لطائف) سے گذرنے کے بعد اور ان کی اصول کی منازل کو درجہ بدرجہ طے کرنے کے بعد اور اسماء و صفات کے مدارج ظلال طے کرنے کے بعد جو کہ درجہ بدرجہ ان اصولوں کے اصول ہیں، اسماء و صفات کی تجلیات اور شیون و اعتبارات کے ظہورات ہیں، ان تجلیات سے گزرنے کے بعد تجلیات ذات تعالیٰ و تقدس ہے۔ اس وقت یہ معاملہ نفس کے اطمینان پر آ جاتا ہے اور پروردگار جل سلطانہ کی رضا کا حصول میسر ہو جاتا ہے۔ اور وہ کمالات جو اس مقام (رضا و اطمینان کے مقام) پر حاصل ہوتے ہیں ان کے مقابلے میں سابقہ کمالات دریائے محیط کے مقابلے میں قطرہ کا حکم رکھتے ہیں۔

۱۹۳۲ء میں لندن میں ارسطاطالیسی سوسائٹی کی دعوت پر اقبال نے جو لیکچر دیا تھا اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے افکار و خیالات کو اہل انگلستان کے سامنے پیش کیا۔ یہ لیکچر اقبال کے مشہور مجموعہ خطبات۔ Reconstruction of Religious Thoughts in Islam کا ساتواں خطبہ ہے جس میں اقبال نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تعلیمات سے یورپ کو روشناس کرایا۔

غلام رسول مہر نے ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ کو لاہور میں راقم سے فرمایا تھا کہ ۱۹۳۱ء میں سفر انگلستان میں اقبال کے ساتھ وہ بھی شریک و رفیق سفر تھے، موصوف نے

فرمایا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علامہ نے روما میں Relgious Experiences پر ایک تقریر کی تھی۔ پھر جب مصر پہنچے تو وہاں بھی قریب قریب۔یہی تقریر دہرائی تھی اور ان دونوں تقریروں میں علامہ نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ الف ثانی کا ذکر فرمایا تھا۔ راقم کے خیال میں اقبال پہلا شخص ہے جس نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے فلسفے اور تعلیمات سے یورپ کو روشناس کرایا۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ برصغیر کے دانشور طبقے کو بھی تعلیمات مجددیہ سے اقبال نے ہی روشناس کرایا۔ غلام رسول مہر نے یہ بھی فرمایا تھا کہ علامہ اقبال نے بارہا فرمایا کہ ہندوستان کے صوفیہ میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، علماء میں شاہ ولی اللہ اور شاہوں میں اورنگ زیب علیہم الرحمۃ یگانہ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اقبال، حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے بے حد متاثر تھے۔ اوپر جس لیکچر کی طرف اشارہ کیا گیا۔ اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ ہی کے روحانی تجربات اور مشاہدات کا جائزہ لیا ہے اور یورپ کے فلاسفہ سے اس کا تقابل کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

> "آئین اسٹائن کے تصورات کائنات سے، جو اس نے ریاضیات کے نقطہ نظر سے قائم کیا، گویا اس عمل کی، جس کی ابتداء ہیوم نے کی تھی، تکمیل ہو گئی۔ جیسا کہ ہیوم کی تنقید کا تقاضہ تھا، اس نظریے نے قوت کے تصور کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ کچھ ایسے ہی تز کیئے کا (جیسا کہ اس جلیل القدر ہندی صوفی کے ارشادات سے، جن کو ہم نے ابھی پیش کیا تھا، ظاہر ہوتا ہے) وہ شخص بھی آرزو مند ہے جس کو نفسیات مذہبی سے عملی دلچسپی ہے۔ اس کی حس معروضیت بھی ایسی ہی تیز ہے جیسے

سائنس داں کی اپنے حلقہ معروضیت میں۔ وہ بھی ایک مشاہدے
کے بعد دوسرے مشاہدے میں قدم رکھتا ہے۔ اس کی حیثیت
بھی تماشائی کی نہیں بلکہ ایک ناقد اور مبصر کی ہے، وہ بھی اپنے
دائرہ تحقیق کے پیش نظر جن طریقوں سے کام لیتا ہے ان کے
اصول و قواعد کے مطابق محسوسات و مدرکات کی چھان بین کرتا
اور ہر ایسے عنصر کو، خواہ وہ عضویاتی ہو یا نفسیاتی، مگر جس کی
نوعیت داخلی ہے، ان کے مشمول سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ
اس کی آرزو بھی یہی ہے کہ اس حقیقت تک پہنچے جس کی
حیثیت فی الواقعہ معروضی ہے۔ یوں بالآخر وہ اپنا گزر جس
تجربے اور ارادے سے کرتا ہے۔ اس سے زندگی کا ایک نیا
عمل اس پر منکشف ہوتا ہے، اصلی، اساسی، ابدائی۔ پھر یہ
خودی کا ایک ازلی راز ہے کہ جہاں اس پر اس حقیقت کا
انکشاف ہوا، اسے یہ ماننے میں مطلق تامل نہیں رہتا کہ وہی
دراصل اس کی ہستی کی حقیقی اساس ہے۔ [۶]

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"بہرحال یہ تجربہ سرتاسر فطری اور طبعی ہو گا اور حیاتی اعتبار
سے دیکھا جائے تو خودی کے لئے سب سے زیادہ اہم، کیونکہ
یہی اس کا فکر کی حدود سے آگے بڑھنا اور یہی اس کا وجود
سرمدی کو اپناتے ہوئے اپنی ناپائیداری کی تلافی کرنا ہے۔
یہاں کوئی خطرہ ہے تو یہ کہ اس انہماک و استغراق میں وہ کہیں
اپنی تلاش اور جستجو کا عمل ترک نہ کر دے۔ مشرقی تصوف کی

تاریخ سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطرہ بے بنیاد نہیں، چنانچہ ہم نے جس ہندی بزرگ کے ارشادات کا حوالہ دیا ہے ان کی تحریک اصلاح میں یہی نکتہ مضمر تھا اور اس کے وجوہ بھی ظاہر ہیں۔ خودی کا نصب العین یہ نہیں کہ کچھ دیکھے، بلکہ یہ کہ کچھ بن جائے۔ پھر یہ درحقیقت اس کے بن سکنے ہی کی کوشش ہے جس میں بالآخر اسے موقعہ ملتا ہے کہ اپنی معروضیت کا زیادہ گہرا ادراک پیدا کرتے ہوئے زیادہ عمیق اور مستحکم بنا پر "انا الموجود" کہہ سکے یعنی وہ اپنے وجود کی کنہہ اور اساس کو پالے۔ یہ اس لئے کہ اس کی حقیقت کا انکشاف ہو گا، تو ڈیکارٹ کے "میں سوچتا ہوں" سے نہیں بلکہ کانٹ کے "کر سکتا ہوں" سے، خودی کا منتہائے جستجو یہ نہیں کہ اپنی انفرادیت کی حدود توڑ ڈالے۔ اس کا منتہا ہے اس انفرادیت کو زیادہ صحت کے ساتھ سمجھ لینا۔"

اس تقریر سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ اقبال حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تصور عبدیت سے کتنے متاثر ہیں۔ پیر رومی تو مسلک "انا الحق" سے وابستہ ہیں مگر اقبال مسلک "انا الموجود" سے منسلک ہیں۔ ان کے تصور "خودی" کا منتہا، مقام عبدیت کا تحقق ہے۔ اس لئے کس یقین سے کہتے ہیں۔

اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں
باقی ہے نمود سیمیائی۔

اقبال پیر رومی سے سوال کرتے ہیں۔

گفتمش موجود و نا موجود چیست؟
معنی محمود و نا محمود چیست؟

اس کے جواب میں پیر رومی فرماتے ہیں ^

گفت موجود آں کہ می خواہد نمود
آشکارائی تقاضائے وجود

زندگی خود را بخویش آراستن
بر وجود خود شہادت خواستن

انجمن روز الست آراستند
بر وجود خود شہادت خواستند

زندہ یا مردہ یا جاں بلب
از سہ شاہد کن شہادت را طلب

شاہد اول شعور خویشتن
خویش را دیدن بنورِ خویشتن

شاہد ثانی شعورے دیگرے
خویش را دیدن بنورِ دیگرے

شاہد ثالث شعور ذاتِ حق
خویش را دیدن بنور ذات حق

پیش ایں نور را بمانی استوار
حی و قائم چوں خدا خود را شمار

بر مقام خود رسیدن زندگی ست
ذات را بے پردہ دیدن زندگی ست ۹

شاہد اول، مقام وجودیت سے عبارت ہے۔ شاہد ثانی، مقام خلقیت سے عبارت ہے، اور شاہد ثالث، مقام عبدیت سے عبارت ہے، اسی لئے فرماتے ہیں۔

شاہد ثالث شعور ذات حق
خویش را دیدن بنور ذات حق

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

ذرہ از کف مدہ تا بے کہ ہست
پختہ گیر اندر گرہ تا بے کہ ہست

تاب خود را بر فزودن خوشتر است
پیش خورشید آزمودن خوشتر است
پیکر فرسودہ را دیگر تراش
امتحان خویش کن موجود باش
ایں چنیں "موجود" و "محمود" است و بس
ورنہ نار زندگی درد است و بس ۱۰

اقبال نے اپنی ساری تعلیمات کو صرف اس ایک مصرع میں سمو کر رکھ دیا ہے

امتحان خویش کن "موجود" باش

اور موجود رہنا، مقام عبدیت ہی سے عبارت ہے۔ اور مقام عبدیت پر پہنچنا بغیر شعور ذات حق ممکن نہیں۔ اقبال نے معراج سے بھی یہی نکتہ اخذ کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

مرد مومن در نسازد باصفات
مصطفے راضی نہ شد الا بذات

چیست معراج آرزوئے شاہدے
امتحانے رو بروئے شاہدے

شاہد عادل کہ بے تصدیق او
زندگی ما را چو گل را رنگ و بو

در حضورش کس نماند استوار
در بماند ہست او کامل عیار ۱۱

اور یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی ہے جو حق تعالیٰ کے حضور ثابت قدم رہی جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی (سورہ نجم)

اور یہ استقامت اسی لئے میسر آئی کہ مقام عبدیت کا تحقق ہو چکا تھا۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (سورہ نجم)

اقبال نے "عبد" اور "عبدہٗ" میں بڑا نازک فرق بتایا ہے۔ ان کے نزدیک "عبد" ہونا کمال نہیں "عبدہٗ" ہونا کمال ہے۔ بندے تو سبھی ہوتے ہیں مگر اس کا

بندہ ہوتا اور محسوس کرتا ہی مقام " عبدیت " ہے اور ۔یہی معراج انسانیت ۔ اقبال نے ایک جگہ اپنے مسلک " عبدیت " کا اس طرح اظہار فرمایا ہے۔

" آپ کے تصوف کی اصطلاح میں اگر میں اپنے مذہب کو بیان کروں تو یہ ہو گا کہ شان " عبدیت " انتہائے کمال روح انسانی ہے ، اس سے آگے اور کوئی مرتبہ یا مقام نہیں " ۔ ۱۲

من و عن وہی بات ہے جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے ۔ اقبال نے حسین بن منصور حلاج کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام " عبدیت " کا ذکر کیا ہے ۔ فرماتے ہیں۔

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است
خویش را خود " عبدہٗ " فرمودہ است

" عبدہٗ " از فہم تو بالا تر است
زاں کہ او ہم آدم و ہم جوہر ست

جوہر اونے عرب نے اعجم است
آدم است و ہم ز آدم اقوم است

" عبدہ " صورت گر تقدیر ہا
اندر و ویرانہ را تعمیر ہا

" عبدہ " ہم جانفزا ہم جاستاں
" عبدہ " ہم شیشہ ہم سنگ گراں

"عبد" دیگر "عبدہٗ" چیزے دگر
ما سراپا انتظار او منتظر

"عبدہٗ" دہراست و دہر از عبدہ ست
ما ہمہ رنگیم او بے رنگ و بو ست

"عبدہٗ" با ابتدا بے انتہا است
"عبدہٗ" صبح و شام، کجا است

کس ز سر "عبدہٗ" آگاہ نیست
"عبدہٗ" جز سر الا اللہ نیست

لا الہ تیغ دودم او "عبدہ"
فاش تر خواہی بگو "ہو عبدہٗ"

"عبدہٗ" چند و چگون کائنات
"عبدہٗ" راز درون کائنات

مدعا پیدا نگردد زیں دو بیت
تا نہ بینی از مقام ما رمیت [۱۳]

ایک جگہ "مرد حر" کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ما ہمہ عبد فرنگ او "عبدہ"
او نہ گنجد در جہاں رنگ و بو

صبح و شام ما بفکر ساز و برگ
آخر ما چیست؟ تلخیہائے مرگ

در جہان بے ثبات او را ثبات
مرگ او را از مقامات حیات

اہل دل از صحبت ما مضمحل
گل ز فیض صحبتش دارائے دل

کار ما وابستہ تخمین و ظن
او ہمہ کردار و کم گوید سخن

ما گدایاں، کوچہ گرد و فاقہ مست
فقر او از لاالہ تیغے بدست[۱۴]

اقبال نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے لئے کہا ہے۔

"جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار"

"مرد حر" کی یہ خوبی ہے کہ وہ "اس کا بندہ" ہو اور جو سالار احرار ہو اس کے کمالات "عبدیت" کا کیا ٹھکانا!

ابو سعید نور الدین نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تصور عبدیت سے اقبال کی اثر پذیری کو اس طرح بیان کیا ہے۔

"شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے اس نقطہ نظر

سے علامہ اقبال بہت زیادہ متاثر ہوتے۔ وہ اپنی خودی کو فنا کر کے "خدا" یا "انائے مطلق" میں ضم ہوجانے کے ہرگز قائل نہیں اور مقام عبدیت یا مقام بندگی کو ترک کر کے "شانِ خداوندی" قبول کرنے کے لئے قطعاً راضی نہیں۔"

متاعِ بے بہا ہے درد و سوز آرزومندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

عطا کن شور رومی سوز خسرو
عطا کن صدق اخلاص سنائی

چناں با بندگی در ساختم من
نہ گیرم گر مرا بخشی خدائی

اقبال مقام عبدیت کو حیات انسانی میں اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ ان کے عقیدے میں یہ مقام عبدیت محکم ہوجائے تو فقیر بادشاہ بن جاتا ہے۔

چوں مقام "عبدہ" محکم شود
کلتہ در یوزہ جام جم شود [۱۵]

تعلیقات و حواشی

[۱] ------ محمد اقبال، جاوید نامہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص۔ ۱۷۷۔۱۷۸

[۲] ------ محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات (ترجمہ اردو از نذیر نیازی مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء، ص۔

۲۰۱۔۲۰۲

۳ ------- تشکیل جدید الٰہیات، ص ۲۹۸۔۲۹۷

۴ ------- نذیر نیازی نے "GENIUS" کا ترجمہ مرشد کامل کیا ہے اس لفظ میں جو معنویت ہے وہ "مرشد کامل" میں نہیں مولوی عبدالحق مرحوم نے اس کا ترجمہ "روح عصر" کیا ہے جو ایک حد تک اصل معنی سے قریب ہے۔۔۔۔۔ (مسعود)

۵ ------- تشکیل جدید الٰہیات، ص ۱۹۸۔۲۰۰

۶ ------- تشکیل جدید الٰہیات، ص ۲۰۲۔۲۰۵

۷ ------- ایضاً، ص ۲۰۶

۸ ------- نوٹ:۔۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اقبال جب کسی کے خیالات و نظریات سے متاثر ہوتے ہیں، اگر وہ شخصیت ان کے نزدیک زیادہ مؤثر نہیں تو پھر ان خیالات کا اظہار کسی مؤثر شخصیت کی زبانی کرتے ہیں۔ یہاں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے افکار کو مرشد رومی کی زبانی ظاہر کیا ہے۔ (مسعود)

۹ ------- جاوید نامہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۲۷ء، ص۔ ۱۳

۱۰ ------- ایضاً، ص۔ ۱۵

۱۱ ------- ایضاً، ص۔ ۱۴

۱۲ ------- سر اسرار خودی از محمد اقبال، مطبوعہ اخبار وکیل (امرتسر) ۹ فروری ۱۹۱۶ء، بحوالہ مجلہ اقبال (لاہور)، اپریل ۱۹۵۴ء، ص۔ ۴۵

۱۳ ------- محمد طاہر فاروقی، سیرت اقبال، ص۔ ۲۱۷۔۲۱۸

۱۴ ------- محمد اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق، مطبوعہ لاہور، ۱۹۲۷ء، ص ۲۳۔۲۴

۱۵ ------- ابوسعید نورالدین، "وحدۃ الوجود اور فلسفہ خودی"، مطبوعہ اقبال ریویو، کراچی، جولائی ۱۹۶۳ء، ص۔ ۱۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالہ

۸

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر اقبال کی تعلیمات میں شریعت و طریقت کی اہمیت

اقبال نے تکمیل خودی کے لئے تین منزلیں قرار دی ہیں۔ اطاعت، ضبط نفس، نیابت الٰہی۔ شریعت، منزل "اطاعت" ہے اور یہ بغیر دوسری منزل کے متصور و متحقق نہیں ہو سکتی۔ یہ دوسری منزل یعنی ضبط نفس، طریقت ہے اور جب دونوں منزلوں تک رسائی ہو جائے تو پھر آخری منزل نیابت الٰہی ہے ؎

اسی مقام سے ہے آدم ظل سبحانی

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس آخری مقام کا اپنے مکتوب (بنام خواجہ محمد معصوم) میں اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

"عادت اللہ اس طرح جاری ہے کہ عرصہ دراز کے بعد کسی خوش نصیب کو فنائے اتم کے بعد بقائے اکمل عطا فرماتے ہیں، یعنی اپنی ذات مقدس کا ایک نمونہ اس کو عنایت فرماتے ہیں اور اس کا قیام اب ذات کے ساتھ ہو جاتا ہے ... یہاں پہنچ کر انسانی کمالات ختم ہو جاتے ہیں اور انسان کی

خلافت کا راز متحقق ہو جاتا ہے یعنی اس مقام پر انسان خلیفتہ اللہ بن جاتا ہے۔ [1]

بہر کیف اقبال نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مشن یعنی "وحدت شریعت و طریقت" کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ اسلامی سیرت کی تعمیر اسی طرح ممکن ہے۔ چنانچہ اکبر الہ آبادی کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، عالمگیر.... نے اسلامی سیرت کے احیاء کی کوشش کی مگر صوفیاء کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوت نے اس گروہ احرار کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ اب اسلامی جماعت کا محض خدا پر بھروسہ ہے۔ میں بھلا کیا کر سکتا ہوں، صرف ایک بے چین اور مضطرب جان رکھتا ہوں، قوت عمل مفقود ہے۔ ہاں یہ آرزو رہتی ہے کہ کوئی قابل نوجوان جو ذوق خداداد کے ساتھ قوت عمل بھی رکھتا ہو مل جائے جس کے دل میں اپنا اضطراب منتقل کر سکوں۔ [2]

اکبر بادشاہ کے زمانے میں صوفیاء میں یہ عام خیال پیدا ہو گیا تھا کہ شریعت و طریقت دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس خیال کی پرزور تردید کی کیوں کہ اس خیال نے ان صوفیائے خام کو تکلیفات شریعہ سے غافل کر دیا تھا اور عوام ان کی پیروی میں گمراہ ہو رہے تھے۔ چنانچہ سید احمد قادری کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"شریعت و طریقت ایک دوسرے کے عین ہیں۔ حقیقت میں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں۔ ان میں صرف اجمال و تفصیل، استدلال و کشف، غیب و شہادت اور تعمل اور عدم تعمل کا فرق ہے۔ وہ احکام و

علوم جو شریعت غرا کی روشنی میں ظاہر و معلوم ہو گئے ہیں حقیقت حق الیقین کے تحقق کے بعد - یہی احکام و علوم بعینہا مفصل طور پر منکشف ہوتے ہیں ۔ اگر ان دونوں میں بال برابر بھی فرق ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ حقیقت الحقائق تک ابھی رسائی نہیں ہوئی۔ ۳

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا یہ فرمانا کہ شریعت و طریقت ایک دوسرے کے عین ہیں، مسلک اقبال کا بھی آئینہ دار ہے۔ اقبال حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اس نظریہ سے متاثر ہوتے اور انہوں نے طریقت کو عین شریعت جانا اور اس پر خاص زور دیا۔ چنانچہ مثنوی " ۔۔ پس چہ باید کرد اے اقوام شرق " میں در اسرار شریعت ، کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

آدمی اندر جہان خیر و شر
کم شناسد نفع خود را از ضرر

کس نداند زشت و خوب کار چیست
جادہ ہموار و ناہموار چیست

شرع برخیزد ز اعماق حیات
روشن از نورش ظلام کائنات

گر جہاں داند حرامش را حرام
تا قیامت پختہ ماند ایں نظام

نیست ایں کار فقیہاں اے پسر
با نگاہے دیگرے او را نگر

حکمتش از عدل ست و تسلیم و رضاست
بیخ او اندر ضمیر مصطفےٰ ست

از فراق است آرزوہا سینہ تاب
تو نمائی چوں شود "او" بے حجاب

از جدائی گرچہ جاں آید بلب
وصل او کم جو ، رضائے او طلب

مصطفےٰ داد از رضائے او خبر
نیست در احکام دین چیزے دگر

تخت جم پوشیدہ زیر بوریاست
فقر و شاہی از مقامات رضا است

حکم سلطان گیرد از حکمش مثال
روز میدان نیست روز قیل و قال

تا توانی گردن از حکمش مپیچ
تا نہ پیچد گردن از حکم تو ہیچ

از شریعت احسن التقویم شو
وارث ایمان ابراہیم شو [۴]

مندرجہ بالا نظم میں یہ مصرعے قابل غور ہیں کہ ان میں شریعت و طریقت دونوں

کا حاصل موجود ہے۔

ع بانگاہے دیگرے او را نگر

ع وصل او کم جو، رضائے او طلب

ع فقر و شاہی از مقامات رضا است

اقبال اسی مثنوی میں "طریقت" کے متعلق فرماتے ہیں۔

پس طریقت چیست اے والا صفات
شرع را دیدن با عماق حیات

فاش می خواہی اگر اسرار دین
جز بہ اعماق ضمیر خود مبین

گر نہ بینی، دین تو مجبوری ست
این چنیں دیں از خدا مجوری است

بندہ تا حق را نہ بیند آشکار
بر نمی آید ز جبر و اختیار

تو یکے در فطرت خود غوطہ زن
مرد حق شو بر ظن و تخمین متن

تا بہ بینی زشت و خوب کار چیست
اندر این نہ ۹۹۹ اسرار چیست

ہر کہ از سِرِّ نبی گیرد نصیب
ہم بہ جبریلِ امیں گردد قریب ٥

طریقت کے بارے میں اقبال کا یہ نظریہ کہ "شرع را دیدن بہ اعماقِ حیات" حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تاثرات کی غمازی کر رہا ہے۔

ظفر احمد صدیقی کے نام جو مکتوب اقبال نے تحریر فرمایا تھا اس سے بھی شریعت و طریقت کے متعلق ان کے خیالات کا علم ہوتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"بہر حال حدود خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکام خودی کے پرائیوٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصد ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔"

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس کیفیت کو "بقا" سے تعبیر کیا ہے اور یہی اقبال کا مسلک ہے۔ اقبال اقوامِ عالم کی خودی کو قانونِ الٰہی کے تابع دیکھنا چاہتے ہیں اس سے بھی شریعت یا قانونِ الٰہی کے ہمہ گیر اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک امنِ عالم کا یہی ایک موثر ذریعہ ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"جمعیت اقوام جو زمانہ حال میں بنائی گئی ہے اس کی تاریخ بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ جب تک اقوام کی خودی قانونِ الٰہی کی پابند نہ ہو امنِ عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔"

اقبال نے بزمِ ارسطو کی فرمائش پر انگلستان میں ایک لیکچر دیا تھا، جس کا عنوان تھا۔ "کیا مذہب ممکن ہے؟" اس میں علامہ اقبال موسیقی کو بھی ضمناً زیرِ بحث لائے

ہیں۔ اس لئے کہ موسیقی مختلف اقوام میں مناسک دینیہ سے وابستہ رہی ہے نیز اہل تصوف میں سے کئی حضرات روح کی بیداری کے لئے اس کو ذریعہ سمجھتے ہیں، مگر اقبال فرماتے ہیں۔

"اسلامی تصوف نے تو اس خیال سے کہ ہمارے مشاہدات میں جذبات کی آمیزش نہ ہونے پائے موسیقی تک کو عبادت میں جگہ نہیں دی۔ بعینہ اس نے صلوۃ باجماعت پر زور دیا کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے مراقبوں اور ہمارے ذکر و فکر سے مصالح جماعت کو نقصان پہنچے۔" [8]

اس بیان میں اقبال نے تین باتیں پیش کی ہیں۔

(ا) اسلامی تصوف نے موسیقی کو جزو عبادت قرار نہیں دیا۔

(ب) اسلامی تصوف جذبات کی آمیزش سے بالاتر عبادت کا خواہاں ہے۔

(ج) اسلامی تصوف نے نماز باجماعت پر زور دیا ہے۔

موسیقی سے متعلق اقبال کے مندرجہ بالا خیالات حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے نظریات پر مبنی ہیں۔ یہاں بالترتیب ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

بعض صوفیاء نے سماع مزامیر کو جزو عبادت بنالیا تھا چنانچہ مولانا جلال الدین رومی جو اقبال کے مرشد روحانی ہیں انہوں نے رقص و پاکوبی و سماع مزامیر کو نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ خود اس پر عمل کیا۔ مگر ان کے برخلاف ہندوستان میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی شخصیت وہ ہے جس نے موسیقی و سماع کے خلاف سخت موقف اختیار کیا اور یہ بتایا کہ فقہائے اسلام نے اس کو جائز قرار نہیں دیا، بلکہ ان کے نزدیک یہ حرام ہے۔ چنانچہ وہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

آیات و احادیث فقہیہ در حرمت غناء بسیار است۔ بحدیکہ احصائے آن متعذر است معذلک۔ اگر شخصے حدیث منسوخ یا روایت شاذہ را در اباحت

سرود بیارد اعتبار نباید کرد۔ زیرا کہ، ہیچ فقیہے در ہیچ وقتے و زمانے فتویٰ بہ
اباحت سرود ندادہ است و رقص و پاکوبی را مجوز نداشتہ ... صوفیان خام
این وقت عمل پیران خود را بہانہ ساختہ، سرود و رقص را دین و ملت خود
گرفتہ اندو طاعت و عبادت ساختہ۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوا
وَّلَعِبًا۔[9]

اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے حضرت مجدد علیہ الرحمہ، سماع مزامیر اور رقص و پاکوبی کو مقاصد شریعت کے مناسب حال تصور نہیں فرماتے تھے۔ اقبال نے بھی انہیں خیالات کا اظہار کیا ہے۔

اقبال نے حرمت رقص و سرود کی جو حکمت بیان کی وہ یہ ہے کہ عبادت میں جذبات کی آمیزش نہ ہونے پائے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جو مکتوب ملا احمد کے نام ارسال فرمایا تھا اس میں بھی اسی حکمت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

آپ کی جو پہلے حالت تھی وہ وجد و سماع کی طرح تھی۔ جس کا تعلق جسد سے تھا اور جو حالت اب حاصل ہوئی ہے اس میں جسد کا کوئی حصہ نہیں، اس کا زیادہ تعلق قلب اور روح کے ساتھ ہے۔ اس معنی کا بیان تفصیل چاہتا ہے حاصل یہ ہے کہ یہ حالت پہلی حالت سے کئی حصہ بہتر ہے۔ اور ذوق کا نہ پانا اور خوشی کا دور ہونا ذوق و خوشی کے پانے سے بہتر ہے۔ کیونکہ نسبت جس قدر جہالت و حیرت میں ترقی کرے اور جسد سے دور تر ہو، اسی قدر اصیل اور مقصد حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے۔ اس لئے اس مقام میں عجز و جہل کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے،۔ جہل کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں اور عجز کا نام ادراک رکھتے ہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ وہ تاثیر جو پہلے تھی اب نہیں رہی، ہاں تاثیر جسدی نہیں رہی۔

لیکن تاثیر روحی زیادہ تر حاصل ہو گئی لیکن ہر شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔" ۱۰

تیسری بات جو اقبال نے بیان فرمائی یہ ہے کہ اسلامی تصوف نے نماز باجماعت کی تاکید کی ہے اور اس نے موسیقی کو مذموم قرار دیا ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے ایسے بے شمار مکتوبات ہیں جن میں سماع مزامیر کو مذموم قرار دیتے ہوئے نماز پر زور دیا ہے اور نماز کی حکمتوں کو بیان کیا ہے۔ مثلاً ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"از عدم آگاہی حقیقت نماز است کہ جم غفیر ایں طائفہ تسکین اضطراب خود را از سماع و نغمہ و وجد و تواجد جستند و مطلوب خود را در پردہ ہائی نغمہ مطالعہ نمودند لا جرم رقص در قاصی را دیدن خود گرفتند باآں کہ شنیدہ باشند۔ مَاجَعَلَ اللہ فی الحَرَامِ شِفَاہ۔ بلے۔ الغریق یتعلق بکل حشیش وحب الشئی یعمی ویصم۔۔ اگر شمہ از حقیقت کمالات صلواتیہ برایشان منکشف شدے ہرگز دم از سماع و نغمہ زدندے ویا دوجد و تواجد نہ کردندے ع

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند "۱۱

ترجمہ:۔ اور ایسی باتیں "حقیقت نماز" سے "عدم آگاہی" (بے خبری) کی وجہ سے ہیں، بلکہ اس طائفہ (صوفیہ) کی ایک کثیر جماعت نے اپنے اضطراب و بیقراری کی تسکین کو سماع و نغمہ اور وجد و تواجد میں تلاش کیا اور اپنے مطلوب کو نغمہ کے پردوں میں مطالعہ کیا اور رقص در قاصی کو اپنا مسلک بنالیا ہے، حالانکہ انھوں نے سنا ہو گا۔ ما جعل اللہ فی الحرام شفاہ (اللہ تعالیٰ نے حرام چیز میں شفا نہیں رکھی) ہاں۔ الغریق یتعلق بکل حشیش وحب الشئی یعمی ویصم (ڈوبنے والا شخص ہر ایک تنکے کا

سہارا ڈھونڈتا ہے اور کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے)، اگر نماز کے کمالات کی کچھ بھی حقیقت ان پر منکشف ہو جاتی تو وہ ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد و تواجد کی یاد نہ کرتے۔ ؎

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

(جب حقیقت نہ ملی، ڈھونڈ لی افسانے کی راہ)

اس میں شک نہیں کہ موسیقی سے متعلق اقبال نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے تاثر کا نتیجہ ہیں نہ کہ جلال الدین رومی سے کیونکہ جہاں تک موسیقی اور رقص و پاکوبی کا تعلق ہے رومی کا مسلک بالکل جداگانہ ہے۔ وہ اسے مباح سمجھتے ہیں اور بذات خود سماع کے بانی ہیں۔ انقرہ یونیورسٹی کی فاضلہ ڈاکٹر ملیحہ نے عفلقی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مولانا رومی نے سرود و نغمہ اور رقص و رقاصی کو داخل طریقت کر لیا تھا اور ایسی صلح کل پالیسی اختیار کی کہ مسلم و کافر سبھی ان کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور اقبال کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روش اس کے بالکل مخالف تھی۔ اگر اس خصوص میں اقبال، رومی سے متاثر ہوتے تو سرود، موسیقی اور رقص پر سخت تنقید نہ کرتے یہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اثرات ہی ہیں جن کی وجہ سے اقبال نے ان چیزوں کو مذموم قرار دیا۔

اقبال کے کلام کا اہم مجموعہ ضرب کلیم کے نام سے ۱۹۳۵ء میں منظر عام پر آیا۔ بقول یوسف سلیم چشتی اسی سنہ میں اقبال نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک کی زیارت کی اور بڑے گہرے اثرات لے کر واپس لوٹے۔

ضرب کلیم میں اقبال نے رقص و موسیقی پر تنقید کی ہے۔ اس میں "ادبیات و فنون لطیفہ" کے عنوان کے تحت جو منظومات ہیں ان میں "سرود حرام" کے عنوان سے یہ نظم ملتی ہے۔

نہ میرے ذکر میں صوفیوں کا سوز و سرور
نہ میرا فکر ہے ، پیمانہ ثواب و عذاب

خدا کرے کہ اسے اتفاق ہو مجھ سے
فقیہہ شہر کہ ہے محرم حدیث و کتاب

اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام
حرام میری نگاہوں میں نائے و چنگ و رباب [12]

"سرود حلال" کے عنوان سے یہ نظم ملتی ہے۔

کھل تو جاتا ہے مغنی کے بم و زیر سے دل
نہ رہا زندہ و پائندہ تو کیا دل کی کشود

ہے ابھی سینہ افلاک میں پنہاں وہ نوا
جس کی گرمی سے پگھل جاتے ستاروں کا وجود

جس کی تاثیر سے آدم ہو غم و خوف سے پاک
اور پیدا ہو ایازی سے مقام محمود

مہ و انجم کا یہ حیرت کدہ باقی نہ رہے
تو رہے اور ترا زمزمہ لا موجود

جس کو مشروع سمجھتے ہیں فقیہان خودی
منتظر ہے کسی مطرب کا ابھی تک وہ سرود [13]

ایک اور نظم کا عنوان ہے "موسیقی"۔ اس میں فرماتے ہیں۔

وہ نغمہ سردی خون غزل سرا کی دلیل
کہ جس کو سن کے ترا چہرہ تابناک نہیں

نوا کو کرتا ہے موج نفس سے زہر آلود
وہ نے نواز جس کا ضمیر پاک نہیں

پھرا میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں
کسی چمن میں گریبان لالہ چاک نہیں [14]

اور "رقص" کے عنوان سے یہ نظم ملتی ہے۔

چھوڑ یورپ کے لئے رقص بدن کے خم و پیچ
روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم اللہی،

صلہ اِس رقص کا ہے تشنگی کام و دہن
صلہ اُس رقص کا ہے درویشی و شہنشاہی

مندرجہ بالا منظومات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال کے نزدیک اگر نغمہ بجائے

تحریک عمل کے، بے عمل بنا دے تو وہ حرام ہے۔ ہندوستانی خانقاہوں میں سماع اور موسیقی نے خانقاہ نشینوں کی زندگی کو بے عمل بنا کر رکھ دیا تھا اس کا اقبال کو بڑا دکھ تھا اور اس کے خلاف انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اقبال جسمانی رقص کے قائل نہیں بلکہ روح کو رقص کرتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس میں ان کو شاہی نظر آتی ہے۔ وہ اس سرود کے قائل ہیں جس کی گرمی سے ستارے پگھل جائیں۔ جو دنیا سے بے نیاز بنا کر اللہ اور صرف اللہ کا نیاز مند بنا دے لیکن یہ سرود ہے کہاں؟

منتظر ہے کسی مطرب کا ابھی تک یہ سرود

اقبال نے "ادبیات و فنون لطیفہ" کے عنوان سے جو منظومات لکھی ہیں ان میں ایک نظم کا عنوان ہے "مرد بزرگ"۔ اس نظم میں ایسے انسان کی شبیہہ ملتی ہے جو شریعت و طریقت کے امتزاج کا کامل نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ نظم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی شخصیت سے متاثر ہو کر کہی ہو کیوں کہ اس نظم میں ساری خوبیاں آپ ہی کی شخصیت کی نظر آ رہی ہیں، اقبال کہتے ہیں۔

اس کی نفرت بھی عمیق، اس کی محبت بھی عمیق
قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق

پرورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں
ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق

مثل خورشید سحر فکر کی تابانی ہے،
بات میں سادہ و آزادہ، معانی میں دقیق

اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال سے محرم نہیں پیران طریق [15]

الغرض اقبال نے اپنی فکر کا تار و پود حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات ہی سے بنا ہے، مشرق کا کوئی مفکر آپ سے اتنا متاثر نہیں ہوا جتنا اقبال متاثر ہوئے۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مشرقی نقیب ہیں۔

تعلیقات و حواشی

۱ --------احمد سرہندی، مکتوبات شریف جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۰ بحوالہ انوار مجددیہ از یوسف سلیم چشتی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۱ء
۲ --------عطاء اللہ، اقبال نامہ، جلد دوم، مکتوب ۱۹، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۱ء
۳ --------احمد سرہندی، مکتوبات شریف، جلد اول، حصہ دوم، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۲ء، مکتوب ۴۸، ص ۸۷،
۴ --------محمد اقبال، مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" مطبوعہ لاہور، ۱۹۳۶ء، ص ۳۸ ـ ۴۰
۵ --------ایضاً، ص ـ ۴۰ ـ ۴۱
۶ --------عطاء اللہ، اقبال نامہ، جلد اول، مطبوعہ لاہور، مکتوب ۱۰۲، محررہ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء، ص ـ ۲۰۲ ـ ۲۰۴
۷ --------ایضاً
۸ --------محمد اقبال، "تشکیل جدید الٰہیات" ـ مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء
۹ --------احمد سرہندی: مکتوبات شریف، دفتر اول، مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۷ھ، مکتوب ۲۶۶، ص ۱۳۶
۱۰ --------احمد سرہندی، مکتوب شریف، جلد اول (ترجمہ و تلخیص محمد ہدایت علی) موسومہ بہ درِ ثانی

مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۳۵۷ھ، ص ۱۲۵ مکتوب نمبر ۲۵۰

۱۱ ----- احمد سرہندی، مکتوبات شریف، جلد اول، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۲۷ھ، ص ۹۷، مکتوب نمبر ۲۶۱۔

۱۲ ----- محمد اقبال، ضرب کلیم، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۱۲۵

۱۳ ----- ایضاً، ص ۱۲۴

۱۴ ----- ایضاً، ص ۱۲۲

۱۵ ----- ایضاً، ص ۱۲۹

حضرت خواجہ عبدالاحد وحدتؒ

بگو داستان ز احمد نقشبند — کہ داری دل از داغ مہرش سپند
گذشتہ بیک گام زین نہ طبق — ز قدوسیان بردہ گوئے سبق
بہندوستان گرچہ دارد مقام — بالائے ہفتم فلک ماندہ گام
مربع نشین و مسدس سرا — برامش جبیں سودہ ہفتم سما
چنیں گشتہ در حلقۂ اولیاء — چو در انبیاء خاتم الانبیاء

(از کتب چارچمن مصنفہ حضرت وحدت،
قلمی کتب خانہ حافظ مہدی، کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالہ

۹

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ

دنیائے مغرب میں

مشرقی ممالک پر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے جو اثرات ہوئے وہ محتاج بیان نہیں۔ اب مشرقی اور مغربی مستشرقین، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے کارناموں اور تعلیمات کو مغرب میں متعارف کرا رہے ہیں اور یہ سلسلہ ہمہ گیر ہوتا جارہا ہے۔ نواب صدیق حسن خان مرحوم نے لکھا تھا۔

"و وصلت سلسلتہ من الهند الی ماوراء النهر والروم والشام والعرب واقصے المغرب"[1]

(ترجمہ) اور آپ کا سلسلہ ہندوستان سے نکل کر ماوراء النہر، روم، شام، عرب اور اقصائے مغرب تک پہنچ چکا ہے۔

مغربی تصانیف میں پروفیسر آرنلڈ (T.W. Arnold) کی تصنیف "The Preachin'g of Islam" میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ [2] کا ذکر ملتا ہے۔ یہ کتاب ۱۸۹۹ء میں منظر عام پر آئی۔ مصنف کے پیش نظر مسلمانوں کی تبلیغی مساعی کا جائزہ تھا اس لئے انہوں نے قلعہ گوالیار میں قید کے زمانہ میں

۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۸ء تا ۱۰۲۹ھ / ۱۶۱۹ء) حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جو بے شمار ہندو قیدیوں کو مشرف باسلام کیا تھا اس کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"In the reign of the Emperor Jahangir (1605-1628) there was a cretain Sunni theologian, named Shaykh Ahmad Mujaddid, who especially distinguished himself by energy with which he controverted the doctrines of Shi'ahs. The latter, being at this time in favour at court, succeeded in having him imprisoned on some frivolous charges. During the two years that he was kept in Prison he converted to Islam sveral hundred idolaters who were his companions in the same Prison." (3)

(ترجمہ) شہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت (۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۸ء) میں ایک عالم دین تھے جن کا نام شیخ احمد مجددی تھا انہوں نے شیعوں کے عقائد و نظریات پر جس قوت سے بحث کی ہے اس سے وہ خاص طور پر نمایاں ہو گئے ہیں۔ چوں کہ شاہی دربار شیعوں کے حق میں سازگار تھا اس لیے وہ شیخ احمد مجدد کو گرفتار کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ آپ نے قید و بند کے دو سالوں میں کئی سو بت پرستوں کو مشرف باسلام کیا جو اسی قید خانے میں جہاں آپ مقید تھے آپ کے ساتھی قیدی تھے۔

پروفیسر آرنلڈ (T.W. Arnold) نے انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اینڈ ایتھکس میں بھی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ نقشبندیہ

صوفیہ کے ذیل میں انہوں نے لکھا ہے۔

> The Naqshbandi order did not attain such a vouge in India as the other mentioned above; it was introduced there by Shaikh Ahmad, al-Faruqi, who died at Sirhind in 1625. (4)

(ترجمہ) سلسلۂ نقشبندیہ نے ہندوستان میں وہ مقبولیت حاصل نہیں کی جو دوسرے سلاسل نے حاصل کی ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ ہندوستان میں اس سلسلے کو شیخ احمد الفاروقی نے متعارف کرایا جو ۱۶۲۵ء میں سرہند میں انتقال کر گئے۔

پاک و ہند میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے واسطے سے ہوئی مگر اس کو پاک و ہند میں خواجہ باقی باللہ (م۔ ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) نے متعارف کیا تھا۔ آرنلڈ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس کو متعارف کیا۔ یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ آپ دو سال قید رہے، آپ ایک سال قلعہ گوالیا میں قید رہے۔

پروفیسر آر۔ اے۔ نکلسن (R.A.Nicholson) نے "تصوف میں تصور شخصیت" کے موضوع پر چند لیکچر دیئے تھے جو سنہ ۱۹۲۲ء میں ایک مجموعہ کی صورت میں بعنوان۔

"The Idea of Personality in Sufism". (تصوف میں شخصیت کا تصور) انگلستان سے شائع ہوتے تھے۔ پروفیسر آربری (A.R.Arberry) کی نشاندہی [5] پر راقم نے اس کتاب [6] کا مطالعہ کیا اور یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ اس قسم کے موضوع کے تحت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تصور وحدۃ الشہود نے

نفسیاتی اور اخلاقی اساس پر زیادہ زور دیا۔ اس تحریک کی نہایت
ممتاز شخصیات میں یہ حضرات ہیں جن کی طرف ابھی تک وہ توجہ
نہیں دی گئی جس کے وہ مستحق تھے یعنی۔
شیخ عبدالغنی نابلسی (۱۶۴۱ ۔ ۱۷۳۱ ء)
ہندوستان کے احمد سرہندی (۱۵۶۳ ۔ ۱۶۲۴ ء) اور
شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۲ ۔ ۱۷۶۲ ء)

سنہ ۱۹۳۲ میں علامہ اقبال (م۔ ۱۹۳۸ ء) گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلستان تشریف لے گئے تھے۔ لندن میں "Aristotalian Society". کی درخواست پر علامہ نے ایک لیکچر دیا تھا جس کا عنوان تھا "Is Religion Possible?" اس لیکچر میں علامہ نے اہل مغرب کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تعلیمات اور نظریات سے روشناس کرایا تھا۔ اور آپ کے نظریات کی روشنی میں مختلف مغربی فلاسفہ پر تنقید بھی کی تھی ^

پروفیسر سی اے اسٹوری (C.A.Storey) نے اپنی تالیف پرشین لٹریچر (Persian Literature) میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا ضمناً ذکر کیا ہے۔ چونکہ ان کے پیش نظر مؤلفین و مصنفین اور ان کی تالیفات و تصنیفات کے متعلق تفصیلات فراہم کرنا تھا، اس لئے اجمال سے کام لیا ہے۔ موصوف نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے حالات سے متعلق مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ محمد ہاشم کشمی۔ برکات الاحمدیہ الباقیہ ۱۶۲۷ / ۱۰۳۷
۲۔ محمد ہاشم کشمی۔ نسمات القدس من حدائق الانس ۱۶۲۲ / ۱۰۳۱
۳۔ محمد امین بدخشی۔ مناقب آدمیہ و حضرات احمدیہ ۸۔۱۷۲۶ / ۴۰۔۱۱۳۹
۴۔ میر علی اکبر حسین اردستانی۔ محفل الاصفیاء و مجمع الاولیاء ۱۰۴۳ / ۱۶۳۳

۵۔ غلام علی۔ کرامات وارشادات مجدد الف ثانی

۶۔ مظہر الدین فاروقی۔ مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ [9]

اسٹوری نے حضرت مجدد کے حالات میں آپ کی ولادت (۴۔۱۵۶۳ء / ۹۷۱ھ) جہانگیر کے ہاتھوں قید (۱۶۱۹ / ۱۰۲۸) پھر رہائی (۱۶۲۰ / ۱۰۲۹) اور خلعت و نذرانے سے نوازے جانے کا ذکر کیا ہے اور آخر میں وفات (۲۹ صفر سنہ ۱۰۳۴ھ ۱۱ دسمبر سنہ ۱۶۲۴ء) کا ذکر کیا ہے۔

لندن یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر پیٹر ہارڈی (Peter Hardy) نے بھی ایک مقالے میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے جاندار متصوفانہ نظریات کا ذکر کیا ہے انہوں لکھا ہے۔

"شیخ احمد سرہندی کی بڑی کامیابی -یہی ہے کہ انہوں نے ہندی اسلام کو متصوفانہ انتہا پسندی سے خود تصوف کے ذریعہ نجات دلائی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جس نظریہ کی انہوں نے تردید کی اس کے منشاء و مفہوم اور قدر و قیمت کا ان کو ذاتی طور پر گہرا ادراک تھا" [10]

راقم کے کرم فرما ڈچ مستشرق ڈاکٹر بلیان (Johannes M.S.Baljon) نے ایک مکتوب [11] میں لکھا تھا کہ پروفیسر عزیز احمد [12] نے اطالوی رسالے "Rivista degli Studi Orientali" کے شمارے دسمبر سنہ ۱۹۶۱ء میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر ایک مقالہ بعنوان۔

"Religious And Political Ideas of Sheikh Ahmed Sirhihdi". (شیخ احمد سرہندی کے مذہبی اور سیاسی نظریات) قلم بند کیا ہے۔

چنانچہ راقم نے رسالے کے مدیر Dr.Bucciorelli سے یہ شمارہ حاصل کیا جو ازراہ

کرم انہوں نے ہدیتاً بھیج دیا اس کے لئے ان کا ممنون ہوں۔

مذکورہ بالا مقالہ رسالے کے صفحہ ۲۵۹ سے ۲۷۰ تک ۱۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ مقالے میں ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کے اشاعت، خواجہ باقی باللہ اور ان کا اثر و رسوخ، شیخ احمد سرہندی اور ان کا مختلف سلاسل سے استفادہ، اکبری الحاد اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی مجاہدانہ مساعی، ان کے سیاسی نظریات، جہانگیر اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود، اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے کارہائے نمایاں کا جائزہ لیا ہے اور آخر میں حضرت مجدد کی تحریک اور اس کے اثرات پر ایک تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔

مقالہ نگار نے ابتداء میں لکھا ہے:

"Sheikh Yaqub Kashmiri had introduced him to the Kibruya order from which he seems to have imbibed much of the "insolationist" Political Philosophy of Sayyid Ali Hamadani" (13)

(ترجمہ) شیخ یعقوب کشمیری نے آپ کو سلسلہ کبرویہ سے متعارف کرایا تھا جس سے آپ نے سید علی ہمدانی کے سیاسی فلسفہ "گسستن" سے بہت کچھ استفادہ کیا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سلسلہ کبرویہ کے بزرگوں سے کافی متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ راقم کے کرم فرما فرنچ مستشرق آنجہانی مارین مولے (Marian Mole) کا خیال تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا نظریہ وحدۃ الشہود بھی سلسلہ کبرویہ کے بزرگ شیخ علاء الدولہ سمنانی سے مستفاد معلوم ہوتا ہے۔ ایک مکتوب میں موصوف نے اس خیال کا اظہار کیا تھا انہوں نے لکھا تھا۔

"But before all, I would like to sutdy the Mujaddid and his criticism of the theories of Ibn Arabi. It is for that purpose I began to study the Kubra i Ala Dawala simnani who, some 250 year earlier, likewise opposed the Wahdat al-Wujud and whose mystical doctrine seems very like that of the Mujaddid' (14)

(ترجمہ) لیکن سب سے پہلے میں حضرت مجدد اور ابن عربی پر ان کی تنقید کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس مقصد کے لیے میں نے سلسلہ کبرویہ کے علاؤ الدولہ سمنانی کا مطالعہ شروع کیا ہے۔ موصوف نے ۲۵۰ برس قبل اس طرح وحدۃ الوجود کی مخالفت کی تھی۔ ان کا متصوفانہ مسلک بھی شیخ مجدد سے بہت ملتا جلتا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کے ملفوظات (کلمات طیبات) کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ علاء الدولہ سمنانی نے ابن عربی کے تصور وحدۃ الوجود کی مخالفت کی تھی اور ایک دوسرا تصور پیش کیا تھا جس کو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اصطلاح میں وحدۃ الشہود کہا جا سکتا ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے حضرت خواجہ باقی باللہ سے شیخ علاء الدولہ سمنانی کی مخالفت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے اس کو جو جواب دیا، بعینہ وہی بات شاہ ولی اللہ نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تصور وحدۃ الشہود اور ابن عربی کے تصور وحدۃ الوجود کے بارے میں کہی ہے یعنی یہ کہ صرف نزاع لفظی ہے حقیقتاً دونوں کی روح ایک ہی ہے۔

مقالہ نگار نے ایک جگہ حضرت مجدد کے جہانگیر پر اثرات کے متعلق لکھا ہے۔

It is difficult to estimate the exact, direct and indirect influence of Shaikh Ahmad on Jahangir, but there is no doubt that the easy going emperor was by no means the pagan depicted by Sir ThomasRoe and other European Chroniclers (p 263)

(ترجمہ) جہانگیر پر شیخ احمد کے براہ راست اور بالواسطہ اثرات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانا تو مشکل ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ آرام طلب شہنشاہ ہرگز ہرگز وہ کافر و ملحد نہ تھا جس کا نقشہ ٹامس رو یا دوسرے یورپی واقعہ نگاروں نے کھینچا ہے۔

جہانگیر پر حضرت مجدد الف ثانی کے اثرات بالواسطہ تو اعیان مملکت کے ذریعہ ہوتے جو حضرت مجدد کے عقیدت مند اور مرید تھے اور بلا واسطہ قید سے رہائی کے بعد سنہ ۱۰۲۹ھ / ۱۶۱۹ء سے سنہ ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء کے اواخر تک تقریباً چار سال جہانگیر کی معیت میں رہنے سے ہوئے۔ بدر الدین سرہندی نے مجمع الاولیاء میں ان اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ اس لئے مقالہ نگار کا یہ کہنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے کہ ان اثرات کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ اکبر بادشاہ کے بعد جہانگیر کے زمانے میں حالات کا بہتر ہونا پھر شاہجہاں اور اورنگ زیب کے زمانے میں اسلامی نظریات کی اشاعت اور فروغ اور جب کہ یہ معلوم ہے کہ جہانگیر سے آپ کو خاص لگاؤ تھا شاہ جہاں آپ کا عقیدت مند تھا اور اورنگ زیب آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم م ۱۰۷۷ھ ۱۶۶۶ء کا مرید تھا اور آپ کے پوتے خواجہ سیف الدین نے اورنگ زیب کی باطنی اصلاح فرمائی تھی، یہ سب حقائق سامنے ہوتے ہوئے سلطنت مغلیہ پر خاندان مجددیہ کے اثرات سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔

مقالہ نگار نے حضرت مجدد کے نظریہ وحدۃ الشہود کے اثرات کا جائزہ لیتے

ہوئے مصطفیٰ صبری کے خیالات کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے۔

It is not surprising therefore that Shaikh Ahmad's doctrine of Phenomeno-logical monism had such a revolutionary impact on Indian Islam. It rediverted its various streams, orthodox, liberal and esoteric into a single channel; it relaxed the tension between the religious law and mystical experience, it resolved the age long conflict between the sufis and the ulema uniting them in a single esynthesis of solidarity. It is also not surprising that Shaikh Ahmad's influence on Islam outside India was also quite cosiderable -- .

(ترجمہ) اس لیے یہ بات حیرت انگیز نہیں کہ شیخ احمد کے حسی و استدلالی نظریہ توحید نے ہندی اسلام پر اتنا انقلاب انگیز اثر ڈالا۔ اس نظریہ نے اس کی مختلف دھاروں یعنی اہل سنت و جماعت، آزاد خیال اور خود پر بھروسہ کرنے والوں کا دوبارہ رخ پھیر کر ایک دھارے میں شامل کر دیا۔ اس نے شریعت و طریقت کے درمیان تناؤ اور کھنچاؤ کو ہلکا کر دیا۔ اس نے صوفیہ اور علماء کے درمیان صدیوں پرانے جھگڑے کو نمٹا دیا اور دونوں کو اتحاد و عمل کے ایک نظام فلسفہ کے تحت متحد کر دیا۔ یہ بھی تعجب خیز نہیں کہ ہندوستان سے باہر بھی شیخ احمد کا اسلام پر بہت اثر تھا۔

حضرت مجدد کی زندگی ہی میں آپ کے مکتوبات اسلامی ممالک میں پھیل چکے

تھے۔ سنہ ۱۰۹۳ھ میں علمائے حجاز نے ایک فتوے کے جواب میں آپ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے سرزمین حجاز میں آپ کو کس قدر و منزلت کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔

پھر انیسویں صدی عیسوی میں مکتوبات شریف کی تینوں جلدوں کا عربی ترجمہ حجاز سے شائع ہوا۔۔ انقرہ (ترکی) سے بھی صالح اوز جان نے ترکی ترجمہ شائع کرایا حسین حلمی ایشیق نے استانبول (ترکی) سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوبات ان کا عربی اور انگریزی ترجمہ نیز دوسرے بہت سے رسائل و کتب شائع کئے۔ راقم کے کرم فرما ڈاکٹر فضل الرحمن نے کینڈا کے زمانہ قیام میں بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مکتوبات کے منتخبات کا انگریزی ترجمہ کر کے ایڈیٹ کیا تھا جو کراچی سے شائع ہو چکا ہے، مختصر یہ کہ مقالہ نگار کا یہ کہنا صحیح ہے کہ شیخ احمد کے اثرات ہندوستان اور پاکستان کے باہر بھی ہوئے۔

مقالہ نگار نے مقالے کے آخر میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے، اس میں بہت سی باتیں محل نظر ہیں وہ لکھتے ہیں۔

> In a way he was the pioneer of what Modern Islam is to-day in Indian subcotinent. (15)

(ترجمہ) اس طرح وہ اس جدید اسلام کے پہلے ہادی و رہنما تھے جو آج برصغیر ہندوستان میں موجود ہے۔

مقالہ نگار نے اس پیراگراف میں پاک و ہند کے اسلام کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں کچھ طنز کی بو آتی ہے۔ جو سنجیدہ مقالے کی روح کے منافی ہے۔ مختصر طور پر اتنا عرض کروں گا کہ مقالہ نگار کی نظر میں جو معائب ہیں یہ وہی خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے ایک فرد کو اپنی ذات کی عظمت کا احساس ہوتا ہے اور ساتھ ہی اپنے ملک اور قوم

وحدت الشہود۔ اور نظریہ اجتہاد کا ذکر کیا ہے۔ موصوف نے لکھا ہے۔

"جہاں تک شاہ ولی اللہ کا تعلق ہے مذہب میں ان کا نقطہ نظر حقیقی طور پر سنیت کا حامل ہے اور وہ ہندوستان کے پہلے عظیم عالم دین ہیں جو شیخ احمد سرہندی کے نقطہ نظر سے زیادہ مختلف نہیں۔ جنہوں نے اکبر کی اس عجیب وغریب کوشش کی سخت مخالفت کی کہ وہ سیاسی مقاصد کے لئے مختلف مذاہب کا ملا جلا ایک عقیدہ بنائے .... بہر حال دونوں کے سامنے ایک سوال تھا کہ اسلام کو کس طرح تقویت دی جائے۔ دونوں اس کے لئے کوشاں رہے۔[20]

رد بدعات کے ذیل میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس میں اختلاف کی بڑی گنجائش ہے۔ مقالہ نگار نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر عصبیت کا الزام لگایا ہے جو حقائق سے لاعلمی کی وجہ سے ہے موصوف نے لکھا ہے۔

"اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ کے ہاں خاص بات یہ ہے کہ وہ ان رسموں کی اس لے مخالفت نہیں کرتے کہ وہ ہندوانہ ہیں بلکہ اس لیے مخالف کرتے ہیں کہ وہ غیر اسلامی ہیں۔ اس بارے میں ان کے ہاں محرک جذبہ وہ تعصب نہیں جو شیخ احمد سرہندی کے ہاں پایا جاتا ہے"[21]

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے نظریہ وحدۃ الشہود کا ذکر کرتے ہوئے مقالہ نگار نے لکھا ہے۔

"ایک اور مسئلہ تھا جو صوفیہ اور موحدین میں عرصہ سے مابہ النزاع

چلا آ رہا تھا یعنی نظریہ وحدت الوجود ... شیخ احمد سرہندی کے نزدیک صوفیہ کی یہ غلطی تھی کہ انہوں نے وجود کی وحدت کا اثبات کیا۔ یہ عقیدہ محض وہم باطل تھا۔ شیخ کا کہنا تھا کہ خالق و مخلوق دونوں کے علیحدہ علیحدہ وجود ہیں" ۲۲

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے نظریہ اجتہاد کا ذکر کرتے ہوئے مقالہ نگار لکھتا ہے۔

"ان کا کہنا تھا کہ ایک صحت مند معاشرے کے لئے ارتقاء اور تبدیلی لازمی ہے۔ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی اندھی تقلید سے مسلم معاشرے کو تقویت نہیں ملی۔ اس معاملے میں شاہ ولی اللہ اور شیخ احمد سرہندی اختلاف نہیں رکھتے تھے۔ ۲۳

افسوس مستشرقین کی تحقیق میں خلوص و انصاف نہیں وہ اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے عبارات کے مفاہیم کو کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے یہ باتیں نہیں لکھیں جو مقالہ نگار نے لکھی ہیں۔

ڈاکٹر فری لینڈ ایبٹ (Freeland Abbott) نے ایک اور مقالہ لکھا تھا جس کا عنوان تھا۔

"The Jihad of Sayyid Ahmad Shahid" (سید احمد شہید کا جہاد)

یہ مقالہ مسلم ورلڈ کے جولائی سنہ ۱۹۶۳ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ اس میں بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے ایک مقالہ لکھا تھا جس کا عنوان تھا۔ "Islam in India before Shah

"Waliullah" (شاہ ولی اللہ سے پہلے ہندوستان میں اسلام) یہ مقالہ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ (نئی دہلی) کے سہ ماہی مجلہ "Studies In Islam" کے اپریل سنہ ۱۹۶۴ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ راقم کو اس کی کاپی مدیر حکیم عبدالحمید نے از کرم ارسال کی تھی۔ اس مقالے میں پروفیسر موصوف نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

ابتدا میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے۔

> .During the reign of Jahangir a remarkable leader emerged, Shaikh Ahmad of Sirhind, one of the two greatest Muslim theologians produced .on the subcontinent. (24)

(ترجمہ) جہانگیر کے عہد حکومت میں ایک نہایت ہی عظیم رہنما ابھرے یعنی شیخ احمد سرہندی۔ وہ ان دو علماء دین میں سے ایک تھے جو برصغیر میں منظر عام پر آئے۔

آپ کی تعلیمات کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی اساس قرآن وسنت پر تھی۔ چنانچہ لکھتا ہے

" The practical sciences for Shaikh Ahmad those relating directly to the Quran, the Sunnah and the Shari'ah. (25)

(ترجمہ) شیخ احمد سرہندی کے نزدیک عملی علوم وہ تھے جو قرآن، سنت اور شریعت سے براہ راست تعلق رکھتے ہوں۔

علوم شرعیہ کے متعلق حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتا ہے

> "Basic to Shaikh Ahmad's thought, and to that of all fundamentalist

Muslims, is the idea that the present is to be controlled by the Laws of Islam; the Laws of Islam are not to be controlled by the present." (26)

(ترجمہ) شیخ احمد اور تمام اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ نظریہ اساسی اور بنیادی ہے کہ زمانہ حال کو شریعت اسلامیہ کے آگے جھکایا جائے۔ شریعت اسلامیہ کو زمانہ حال کے آگے نہ جھکایا جائے۔

ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

علامہ اقبال نے اس فلسفہ کو اس ایک مصرع میں سمو کر رکھ دیا۔ شریعت اور صاحب شریعت محکوم نہیں ہے بلکہ حاکم ہیں، مغلوب نہیں غالب ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی پوری پوری کوشش رہی ہے کہ مملکت اسلامیہ اور خود مسلمانوں کی زندگی پر شریعت محمدی کی حکومت ہو اور وہ چیز ملک و ملت سے دور ہو جائے، جس کو نگاہ مصطفیٰ نے مردود قرار دے دیا ہو۔

پروفیسر موصوف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ان مساعی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"There can be no question that the Shaikh's influence was tremendous . By preaching, by conversations, and by letters Shaikh Ahmad sought to convince the Muslim nobility of the importance of abandoning the many innovatioins that had been introduced into Islam in India, and of returning to the true faith." (27)

(ترجمہ) اس میں کوئی کلام نہیں کہ شیخ احمد کے اثرات نہایت

ی عظیم تھے۔ آپ نے تبلیغ سے، تقریر سے، خط و کتابت سے
مسلمان وزراء و شرفاء کو اس ضرورت کا احساس دلایا کہ
ہندوستان میں جو بہت سی بدعات اسلام میں داخل ہو گئی ہیں ان
کو چھوڑ کر اصل دین کی طرف لوٹ آنا چاہیئے۔

تعلیمات مجددیہ کی اثر انگیزی کا جائزہ لیتے ہوئے پروفیسر موصوف لکھتا ہے۔

"The teaching of Shaikh Ahmad was spread by hundred of his students. The Emperor Aurangzeb became a follower of one of his sons, and intellectuals all over Mughal India became associated with Shaikh Ahmad's teachings, and, indeed, with his Naqshbandi order as well." (28)

(ترجمہ) شیخ احمد کی تعلیمات کو ان کے سینکڑوں مریدین نے پھیلایا۔ شہنشاہ اورنگ زیب ان کے صاحب زادگان میں سے ایک صاحب زادہ کا معتقد اور پیرو کار ہوگیا اور مغلیہ ہندوستان کے تمام دانشور شیخ احمد کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان کے سلسلۂ نقشبندیہ سے بھی وابستہ ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

مقالہ نگار نے اورنگ زیب کے عہد حکومت کو تعلیمات مجددیہ کا نقطہ عروج قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"Aurangzeb's reign represents the culmination of Shaikh Ahmad's teachings. He was motivated throughout his reign to bring the state, and the life of every Muslim, into strict agreement with the Sharia

interpreted by Shaikh Ahmad." (29)

(ترجمہ) اورنگ زیب کا عہد حکومت شیخ احمد کی تعلیمات کا
نقطہ عروج ہے۔ اورنگ زیب کو دوران حکومت یہ تحریک کی
جاتی رہی کہ سلطنت اور ہر مسلمان کی زندگی شریعت کے بالکل
مطابق ہونی چاہیے جیسا کہ شیخ احمد نے اس کی تشریح و توضیح کی
ہے۔

مقالہ نگار نے پاک و ہند میں شیعہ اور سنی حضرات کے درمیان منافرت کا ذمہ دار حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو ٹھہرایا ہے۔ [30] جو حقائق کی چشم پوشی کی وجہ سے ہے۔ اصل سبب اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح ہندوؤں اور مسلمانوں میں افتراق کا سبب بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ ہی کو بتایا ہے [31] یہ افتراق تو ازلی ہے۔ ایک موحد اور بت پرست کس طرح مل سکتے ہیں؟ یہ تو نظریاتی اختلاف ہے اور کوئی معمولی اختلاف نہیں۔ پھر حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو محض اس لئے ذمہ دار ٹھہرانا کہ انہوں نے اسلام کی تعلیمات کو اس وقت زندہ کیا جب کہ غلط قسم کی رواداری اور اختلاط نے ملت اسلامیہ کو کافی نقصان پہنچایا تھا جو تاریخ کے طلباء سے پوشیدہ نہیں۔ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ تفرقہ بازی سے سنیت کو فروغ نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے متعلق ایک جماعت یہ کہہ سکتی ہے کہ آپ نے ہندی اسلام کو صراط مستقیم پر لگا دیا جب کہ دوسری جماعت یہ الزام دے سکتی ہے کہ آپ مغل حکومت کے تنزل و انحطاط کا سبب بنے۔ مقالہ نگار لکھتا ہے۔

"There can be no doubt that Shaikh Ahmad was a great decisive factor on the Indian scene, but the fundamentalists could not have been

strongly revived in India with creating divisions? One party can thus praise the Shaikh for bringing Indian Islam back to the true path, While another can assail him for starting procedures which hastened the collapse of the Mughal state. (32)

(ترجمہ) اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ہندوستانی افق پر شیخ احمد ایک فیصلہ کن حقیقت تھے لیکن اہل سنت و جماعت داخلی تقسیم در تقسیم کے عمل کی وجہ سے پوری قوت سے نہ ابھر سکے۔ اس طرح ایک جماعت شیخ احمد کی تعریف کر سکتی ہے کہ وہ اسلام کو واپس صراط مستقیم پر لے آتے جب کہ دوسری جماعت ان کو اس کاروائی کے آغاز کا ذمہ دار ٹھہرا سکتی جس نے سلطنت مغلیہ کو بہت جلد ڈھیر کر دیا۔

مجددی سیاست یہ نہیں تھی کہ پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو..... یہ سیاست سچی سیاست تھی، جس میں کوئی بات ڈھکی چھپی نہ تھی۔ ہر بات صاف صاف اور بالکل واضح تھی۔ یہ محمدی سیاست تھی جس نے کھلے طور پر اعلان کر دیا تھا۔

"جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا"

اسلام کی نظر میں دو جماعتیں ہیں۔ اہل حق اور اہل باطل۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اسلام کے اسی نظریہ کو شد و مد کے ساتھ پیش کیا۔ عدم رواداری کے جو الزامات اسلام پر عائد کئے گئے، وہ الزامات ہر اس شخص پر عائد کئے جائیں گے۔ جو اسلامی تعلیمات کا نذر نقیب ہو گا۔ افسوس ہے کہ مقالہ نگار نے تنگ نظری سے کام لیتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر عصبیت کا الزام لگایا۔ دور جدید کی مغربی سیاست میں کیا کچھ نہیں ہو رہا لیکن چونکہ اس پر منافقت کا پردہ ہے اس لئے

حقیقتیں نظر نہیں آتیں پھر بھی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

یہ کہنا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تعلیمات سلطنت مغلیہ کے تنزل کا باعث ہوئیں، کچھ عجیب سی بات ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا زمانہ اکبر اور جہانگیر کا زمانہ ہے۔ تنزل ہوتا تو جہانگیر کے زمانے میں یا پھر شاہ جہاں کے زمانے میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد سلطنت کا روبہ انحطاط ہونا ایک عمرانیاتی حقیقت ہے۔ اس کو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کرنا عجیب منطق ہے۔ جس کی دانش نورانی نے غلام ہندوستان میں علامہ اقبال کو روشنی عطا فرمائی اور جس نے سلطنت اسلامیہ کا تصور پیش کر کے ہندوستان کا نقشہ بدل دیا۔ ایسی حیات خیز تعلیمات کو کسی سلطنت کے لئے تنزل کا باعث قرار دینا حقیقت فراموشی ہے۔

بہرحال ایک غیر مسلم محقق سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ ہر بات کو ہمارے کان سے سنے اور ہر چیز کو ہماری آنکھ سے دیکھے۔ فاضل مقالہ نگار نے جو کچھ لکھا ہے رطب و یابس کے باوجود غنیمت ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر حفیظ ملک [۲۲] نے بھی ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے۔ "Muslim Nationalism In India And Pakistan". (ہندوستان اور پاکستان میں مسلم قومیت) جو سنہ ۱۹۶۳ء میں واشنگٹن (امریکہ) سے شائع ہوئی ہے۔ مؤلف نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا ذکر تین چار صفحات پر تفصیل کے ساتھ کیا ہے آخر میں آنے والی نسل اور معاصرین پر حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اثرات، اتباع سنت پر آپ کا اصرار اور آپ کے مشن کی کامیابی کا ذکر کیا ہے چنانچہ مولف لکھتے ہیں۔

> Shaikh Ahmad's influence on posterity has been great indeed. His was truly the call 'Back to Muhammad' with

> far-reaching consequences in both religious and political terms. His teaching radically affected contemporary Muslim thinking, giving it a new mystical and religio-juridical content. It opposed secularization o Muslim rule in India and set in motion those forces for the recreation of the pre-Akbar system which triumphed during the reign of Jahangir's grandson Emperor Aurangzib. (34)

> (ترجمہ) اس میں شک نہیں کہ آنے والی نسلوں پر شیخ احمد کا بہت ہی عظیم اثر رہا۔ ان کا نعرہ کہ "محمد مصطفےٰ کی طرف لوٹ آؤ" حقیقت میں مذہبی اور سیاسی دونوں میدانوں میں دور رس نتائج کا حامل تھا۔ ان کی تعلیمات نے معاصر مسلم فکر کو ایک نیا متصوفانہ اور مذہبی متقننہ رنگ دیتے ہوئے۔ بہت ہی متاثر کیا۔ اس فکر نے ہندوستانی سلطنت کی لامذہبانہ پالیسی کی مخالفت کی اور اکبر بادشاہ سے پہلے کے نظام کو زندہ کرنے کے لیے ان قوتوں کو ابھارا جو جہانگیر کے پوتے شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد میں جیت گئیں۔

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ [۳۵] نے بھی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (انگریزی) میں ایک مقالہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر شامل کیا ہے۔ یہ انسائیکلو پیڈیا، لیڈن (ہالینڈ) سے شائع ہوا ہے [۳۶] اس مقالے میں موصوف نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے سلسلہ نسب، ابتدائی تعلیم، اور ابوالفضل اور فیضی سے مراسم، اکبر بادشاہ کے خلاف مجاہدانہ مساعی، سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت، شیعی تحریک کے خلاف جدو جہد، تصور

وحدۃ الشہود پیش کر کے موحدین اور وجودیین کے درمیان مفاہمت، جہانگیر سے ملاقات، قید و بند اور رہائی، بادشاہ کی طرف سے انعام و خلعت سے نوازہ جانا، ارشاد و تبلیغ، وسط ایشیا اور افغانستان وغیرہ میں سلسلہ مجددیہ کی اشاعت اور آپ کی تصنیفات اور تعلیمات کا ذکر کیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں اس مقالے کا اردو ترجمہ ہوا ہے جس میں سید نذیر نیازی نے بہت مفید اضافے کئے ہیں ۳۷ فرنچ مستشرق ڈاکٹر ھلنیس (Dr.Hilnis) نے ڈاکٹر برہان فاروقی کی کتاب "Mujaddid's Conception of Tawhid" (1940) (مجدد کا تصور توحید) اپنے فرنچ مقالے میں تبصرہ کیا ہے یہ مقالہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود پر لکھا ہے اور اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تعلیمات کو سراہا ہے ۳۸

تعلیقات و حواشی

1 ------صدیق حسن: ابجد العلوم مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء، ص ۸۸۹

2 ------حضرت مجدد الف ثانی کے تفصیلی حالات کے لئے راقم کے مقالات مطبوعہ معارف (اعظم گڑھ) فروری سنہ ۶۱ء تا اکتوبر سنہ ۶۲ء مطالعہ کئے جائیں۔

3. T. W. Arnold: The Preaching of Islam (1896), Lahore, p-412

4. J. Hastings : Encyclopaedia of Religions and Ethics, Vol-XI, New York, 1954, p-69 (Saints and Martyres, Muhammaden In India by T.W. Arnold)

5 ------مکتوب محررہ ۲ فروری سنہ ۱۹۶۳ء، از کیمبرج (انگلستان)

6. R. A. Nicholson : The Idea of Personality in

Sufism, Lahore, 1964

7. H. A. R. Gibb : Muhammadanism ---- An Historical Survey, New York, 1966, p-63

8. Muhammad Iqbal: Reconstruction of Religious Thought In Islam, Lahore, 1962, p-181

نیز مطالعہ کریں راقم کا مقالہ مطبوعہ "اقبال ریویو" (کراچی) جولائی سنہ ۱۹۶۲ء

۹ ------- مکتوب محررہ ۸ جون سنہ ۱۹۶۲ء از گروننگن (ہالینڈ)

10. C. A. Storey : Persian Literature ---- A Bibliographical Survey, Vol.I, Part II, London, 1953.

11. Wm. Theodre de Bary: Sources of Indian Tradition, New York,1959, p 449.

12. Prof Aziz Ahmad, Dept, of Islamic Studies, University of Toronto, Tronto-5 Onlario, Canada.

13. S. Ali Hamdani: Dhakhira al-Muluk, India Office Library, London, p MS. No.1130 ff 88a - 95a Ref. Revista etc. p. 260.

۱۴ ----- مکتوب محررہ ۱۲ اگست سنہ ۱۹۶۲ء از پیرس (فرانس)

۱۵ ----- شیخ باقی باللہ : کلمات طیبات ذی القعدہ سنہ ۱۰۰۹ء، ص ۲۸-۲۹

16. Institute of Islamic Studies, Mc Gill University, Montreal, (Canada).

۱۷ ----- (۲۰) (ا) "اقبال ریویو" جنوری سنہ ۱۹۶۴ء، (ب) جولائی سنہ ۱۹۶۴ء، (ج) جنوری سنہ ۱۹۶۵ء

۱۸ ----- ابوالکلام آزاد: "تذکرہ" مطبوعہ لاہور

19. The Muslim World, April 1962, p-11

20. The Muslim World, April 1962, pp.119-120

21. The Muslim World, April 1965, p.120

22. The Muslim World, April 1952, p.120

23. The Muslim World, April 1952, p.120

24. Studies in Islam , Vol. I No.2. April 1944. New Delhi, p.108

25. Studies in Islam, Vol. 1, No.2. April 1944, New Delhi, p.108
26. Studies in Islam, Vol.1, No.2. April 1944, New Delhi, p.109
27. Studies In Islam, Vol.1,No.2, April 1964
28. Studies In Islam, Vol.1, No.2, April 1964. P-111
29. Studies In Islam, Vol.I, No.2, April 1964, p-114
30. Studies In Islam, Vol.I, No.2, April 1964. p-111
31. Studies In Islam, Vol.I, No.2, April 1964. 111-2
32. Studies In Islam, Vol.I, No.2, April 1964. 111-2
33. Prof. Dr. Hafeez Malik, Dept. of Political Science, University of Villanova, U.S.A.
34. Hafeez Malik: Muslim Nationalism In India and Pakistan Washington, 1963.

۳۵ -----ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، شیخ امتیاز، جامعہ اسلامیہ، بہاولپور (مغربی پاکستان)

35. H.A.R. Gibb, The Encyclopaedia of Islam, New edition, Leiden (Holland), 1969, Vol. I, pp-297-8.

۳۷ -----دائرۃ المعارف اسلامیہ، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۳۸ -----راقم کو اس کی اطلاع حضرت محمد ابراہیم بن عمر مجددی (المعروف بہ ضیاء المشائخ فاروقی کابلی) نے میرپور خاص کے زمانہ قیام کے دوران قصر دل کشا (میرپور خاص) میں ۱۹ مئی سنہ ۱۹۶۵ء کو ایک دعوت کے موقع پر دی تھی۔ ڈاکٹر حلیمی کابل یونیورسٹی میں پروفیسر ہے۔ (مسعود)

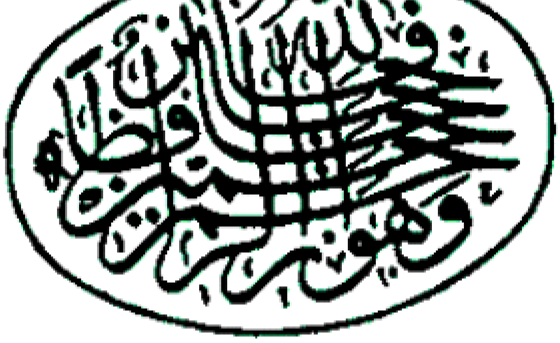

بسم الله الرحمن الرحيم

إنا فتحنا لك فتحا مبينا
١٤١٠

مآخذ و مراجع
(عربی، فارسی، اردو، انگریزی)

آدم بنوری، شیخ: خلاصۃ المعارف فی اسرار العقائد (مولفہ و مکتوبہ ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۴) مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن

آزاد، ابوالکلام: تذکرہ، مطبوعہ لاہور

ابو حنیفہ، امام: کتاب الآثار (بروایت محمد بن حسن)

ابوالفضل: اکبر نامہ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء۔

ابوالفضل: آئین اکبری، جلد اول، مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء۔

احمد بن علی الخطیب بغدادی: تاریخ بغداد، ج ۱۳، مطبوعہ مصر، ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات، جلد اول، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات، جلد دوم، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات، جلد سوم، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات (ترجمہ اردو)، جلد اول، حصہ اول، ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۸۸ء۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات (ترجمہ اردو)، جلد اول، حصہ دوم، ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۸۸ء۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات (ترجمہ اردو)، جلد دوم، ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۱ء۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات (ترجمہ اردو)، جلد سوم، ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۳ء۔

احمد سرہندی، شیخ: معارف لدنیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء۔

احمد سرہندی، شیخ: اثبات النبوہ، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء۔

احمد سرہندی، شیخ: مبدأ و معاد، مطبوعہ لاہور ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء۔

احمد سروش: کلیات اقبال، مطبوعہ تہران ۱۳۴۳ (ایرانی)

احمد رضا، شیخ: انوار الانتباہ من یم صلوۃ الاسرار، (۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء)، مطبوعہ بریلی

احمد رضا، شیخ: الھاد الکاف فی حکم الضعاف، (۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء)، مطبوعہ لاہور

احمد رضا، شیخ: الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ (۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء)، مطبوعہ کلکتہ

احمد رضا، شیخ: الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ، (۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء)، مطبوعہ کراچی

احمد رضا، شیخ: اطائب التہانی فی مجدد الف ثانی (۱۳۰۲ھ / ۱۹۰۷ء)، قلمی

احمد رضا، شیخ: مکتوبات، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء۔

احمد رضا، شیخ: فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، مطبوعہ کراچی

احمد رضا، شیخ: الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ (۱۳۲۷ھ / ۱۹۱۸ء)، مطبوعہ بریلی

احمد رضا، شیخ: مسائل سماع، مطبوعہ لاہور

احمد رضا، شیخ: احکام شریعت، مطبوعہ آگرہ

احمد رضا، شیخ: جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور (۱۳۳۱ھ / ۱۹۲۰ء)، مطبوعہ بریلی

احمد رضا، شیخ: ابریق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء)، مطبوعہ لاہور

احمد رضا، شیخ: الجمتۃ الفائحہ لطیب التعین و الفاتحہ (۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء)، مطبوعہ لاہور

حامد رضا خاں، مولانا : سلامتہ اللہ لاہل السنتہ من سیل العناد و الفتنہ
(۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۳ء) مطبوعہ بریلی
حبیب اللہ خاں شیروانی : قرۃ العین، مطبوعہ حیدر آباد، دکن ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء۔
حسن رضا خاں، ڈاکٹر : فقہ اسلامی میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کی خدمات، پٹنہ ۱۹۸۱ء۔
حسین احمد، دیوبندی : الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، مطبوعہ دیوبند ۱۳۲۵ھ
/ ۱۹۰۷ء۔
خلیق احمد نظامی، پروفیسر : حیات شیخ عبدالحق، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۳ء۔
دارا شکوہ : سفینۃ الاولیاء، مطبوعہ لاہور
دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ج ۱۰
زید ابو الحسن فاروقی : المجموعۃ السنیہ، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۳ء۔
صدیق حسن خاں، نواب : تقصار الجیود الاحرار من تذکار جنود الابرار،
مطبوعہ بھوپال
صدیق حسن خاں، نواب : ابجد العلوم، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء۔
عبدالحکیم، خلیفہ : فکر اقبال، مطبوعہ لاہور
عبدالحمید طہماز : العلامۃ المجاہد الشیخ محمد الحامد رحمہ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ دمشق، ۱۹۸۱ء۔
عبدالقادر بدایونی، ملا : منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء۔
عبدالمجید سالک : ذکر اقبال، مطبوعہ، لاہور ۱۹۵۰ء۔
عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر : اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی (۱۹۹۶ء)، بریلی،
غیر مطبوعہ
عطاء اللہ، شیخ : مکاتیب اقبال، مطبوعہ، لاہور
عطاء اللہ، شیخ : اقبال نامہ، جلد اول و دوم، مطبوعہ، لاہور

غلام رسول سعیدی، مولانا: شرح مسلم، جلد اول، مطبوعہ لاہور۔
غلام علی آزاد بلگرامی: مآثر الکرام، جلد اول، مطبوعہ، آگرہ، ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء۔
غلام علی آزاد بلگرامی: سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء۔
غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر: ادبی جائزے، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۹ء۔
فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء۔
مجید اللہ قادری، ڈاکٹر: کنز الایمان اور دیگر معروف قرآنی اردو تراجم، کراچی، ۱۹۹۳ء۔(غیر مطبوعہ)
محمد بن علوی مالکی: ھو اللہ، مطبوعہ نامعلوم
محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، مطبوعہ، لاہور ۱۹۵۸ء۔
محمد صالح زواوی، شیخ: نفائس السانحات فی تذییل العاقبات الصالحات، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء۔
محمد عبد الباری، ڈاکٹر: حضرت احمد رضا خاں بریلوی کے حالات اور اصلاحی کارنامے (سندھی)، حیدر آباد سندھ، ۱۹۹۳ء۔(غیر مطبوعہ)
محمد قاسم ہندو شاہ: تاریخ فرشتہ، مطبوعہ، لاہور ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء۔
محمد مسعود احمد ڈاکٹر: فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء۔
محمد مسعود احمد ڈاکٹر: تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔
محمد مسعود احمد ڈاکٹر: سیرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ، کراچی، ۱۹۸۳ء۔
محمد مسعود احمد ڈاکٹر: محدث بریلوی، مطبوعہ، کراچی ۱۹۹۳ء۔
محمد مسعود احمد ڈاکٹر: حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال، سیال کوٹ، ۱۹۸۰ء۔
محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات، جلد اول (قلمی) مکتوبہ ۱۱۵۰ھ/ ۱۶۹۸ء۔

محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات، جلد سوم (قلمی)، کتوبہ ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۷ء۔
محمد کرم احمد، ڈاکٹر مفتی: فتاوی رضویہ اور فتاوی رشیدیہ کا تقابلی جائزہ، مطبوعہ، کراچی ۱۹۹۱ء۔
محمد منظور نعمانی، مولوی: تذکرہ مجدد الف ثانی، مطبوعہ، لکھنؤ، ۱۲۷۸ھ / ۱۹۵۸ء۔
محمد نذیر عرشی، مولانا: مفتاح العلوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۴۴ء۔
محمد ہاشم کشمی، خواجہ: زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور، ۱۳۰۷ھ / ۱۹۸۹ء۔
محمد ہاشم خانی خاں: منتخب اللباب (ترجمہ اردو)، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء۔
محمد ہدایت اللہ نقشبندی: درۃ ثانی، جلد اول، مطبوعہ، اعظم گڑھ ۱۹۳۹ء۔
محمود حسین: مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان وادب میں خدمات، (مقالہ ایم۔ فل، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، بھارت)
محمود نظامی: ملفوظات، مطبوعہ لاہور
معین الحق، ڈاکٹر: معاشری و علمی تاریخ، مطبوعہ، کراچی ۱۳۵۸ھ / ۱۹۶۵ء۔
مصطفیٰ رضا خاں، مولانا: مقتل کذب وکید: مطبوعہ بریلی ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء۔
موفق بن احمد: مناقب موفق، جلد اول، مطبوعہ حیدر آباد دکن
مینوکی نکولس: فسانہ سلطنت مغلیہ، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۱۳ء۔
نذیر نیازی، سید: مکتوبات اقبال، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء۔
نظام الدین: طبقات اکبری، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۱۳ء۔
نظامی بدایونی: قاموس المشاہیر، جلد اول، مطبوعہ، دہلی ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۴ء۔
نور الدین ابو سعید، ڈاکٹر: وحدۃ الوجود اور فلسفہ خودی، مطبوعہ، کراچی ۱۹۶۲ء۔
نور الدین جہانگیر: تزک جہانگیری، مطبوعہ، لکھنؤ
وکیل احمد سکندر پوری: ہدیہ احمدیہ، مطبوعہ دہلی ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء۔

ولی الدین محمد بن عبدالخطیب: مشکوٰۃ شریف (ترجمہ اردو)، مطبوعہ لاہور
ولید سلطان: ابتداء نامہ
ہاشمی فرید آبادی: تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت، جلد اول، مطبوعہ، کراچی
یوحنا فریڈ مین، ڈاکٹر: شیخ احمد سرہندی (انگریزی) مطبوعہ لندن ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء
یوسف سلیم چشتی، پروفیسر: شرح بال جبریل، مطبوعہ لاہور
یوسف سلیم چشتی، پروفیسر: انوار مجددیہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء

رسائل واخبارات

اردو ادب (علی گڑھ)، شمارہ نمبر ۱، ۱۹۶۲ء
اقبال (لاہور)، شمارہ اپریل ۱۹۵۴ء
اقبال ریویو (کراچی)، شمارہ جولائی ۱۹۶۴ء
اقبال ریویو (کراچی)، شمارہ جنوری ۱۹۶۴ء
اقبال ریویو (کراچی)، شمارہ جنوری ۱۹۶۵ء
ضیائے حرم (لاہور)، شمارہ اپریل ۱۹۷۵ء
معارف (اعظم گڑھ)، فروری ۱۹۶۱ء تا اکتوبر ۱۹۶۲ء
وکیل (امرتسر)، شمارہ ۹ فروری ۱۹۱۶ء

مکاتیب

اے۔ جے۔ آربری، ڈاکٹر..... مکتوب محررہ ۲ فروری ۱۹۶۳ء، از کیمبرج (یو۔ کے)
اے جے آربری، ڈاکٹر..... مکتوب محررہ ۲ مئی ۱۹۶۳ء، از کیمبرج

جے۔ایم۔ایس۔بلیان، ڈاکٹر.... مکتوب محررہ ۸ جون ۱۹۶۴ء۔از ہالینڈ

جاوید اقبال، ڈاکٹر.... مکتوب محررہ ۳۔اکتوبر ۱۹۶۲ء۔از نیویارک (امریکہ)

عبادت بریلوی، ڈاکٹر.... مکتوب محررہ ۸ مئی ۱۹۶۳ء۔از لندن

غلام رسول مہر، مولوی.... مکتوب محررہ ۱۳۔اپریل ۱۹۶۳ء۔از لاہور

ماریں۔ مولے.... مکتوب محررہ ۱۲ اگست ۱۹۶۲ء۔از پیرس (فرانس)

محمد شفیع، ڈاکٹر مولوی.... مکتوب محررہ ۲۹ ستمبر ۱۹۶۲ء۔از لاہور

یوسف سلیم چشتی، پروفیسر.... مکتوب۔ محررہ ۲۶۔اپریل ۱۹۶۳ء۔از لاہور

English Books

C.A. Storey Persian Literature Bio-biblilographical Survey, London, 1953

C. Huart: Les Saints Des Derviches, Paris, 1918-22

G. Allana: Our Freedom Fighters, Karachi, 1969

Hafiz Malik: Muslim Nationalism in India and Pakistan, Washington, 1963

H.A.R. Gibb: Muhammadanism — An Historical Survey, New York, 1896

H.A.R. Gibb: Encyclopaedia of Islam, Leiden, vol. I, 1969

H. Rutter: Der Islam 1940-42

Ishtiaq Hussain: History of Freedom Movement, (Introduction), vol. I, Karachi, 1957

Ishtiaq Hussain: The Muslim Community of Indo-Pak Sub Continent, Haigue, 1962

I. Hastings: Encyclopaedia of Religions And Ethics, vol. XI, New York, 1954

Jamil Ahmed: Hundred Great Muslims, Lahore

Muhammad Iqbal: Reconstruction of Religious thought In Islam, Lahore, 1962

Muhammad Iqbal: The Development of Metaphysics In Persia, Lahore

Muhammad Mujeeb: Indian Muslims, London, 1967

Muhammad Yasin: A Social History of Islamic India, Lucknow, 1958

R. A. Nicholson: The Idea of Personality In Sufism, Lahore, 1964

R. A. Nicholson: The Secret of the Self, Lahore, 1944

S. Ali Hamadani: *Dhakhira al - Muluk*, IOL, London, MS. No. 1130

S. M. Ikram: History of Muslim Civilisation in India and Pakistan, Lahore, 1961

S. M. Ikram: A Short History of Indo-Pakistan, Karachi, 1960

S. F. Mahmud: A Short History of Islam, Karachi, 1940

T. W. Arnold: The Preaching of Islam (1896), Lahore, 1956

Usha Sanyal: Devotional Islam and Politics In British India, New Delhi, 1996

Wm. Theodre de Bary: Sources of Indian Traditions, New York, 1959

JOURNALS

The Muslim World (U.S.A), April, 1962

Studies In Islam (New Delhi), April 1964

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

وقد بلغ امرہ الی ان لا یحبہ الا مومن تقی ولا یبغضہ الا فاجر
شقی ۔

(ترجمہ) ان کی جلالت شان یہاں تک پہنچی ہے کہ ان کے متعلق بے خطر کہا جا سکتا ہے کہ ان سے نہیں محبت کرتا مگر مومن متقی اور نہیں بغض رکھتا مگر فاجر شقی ۔

(شیخ محمد صالح الزواوی نقشبندی المجددی المظہری المکی : فوائد السانحات فی تذییل الباقیات الصالحات، مطبوعہ مکہ مکرمہ، سنہ ۱۳۰۰ھ، ص ۔ ۳۰)

ڈاکٹر محمد اقبال

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار!

——— (بال جبریل، مطبوعہ لاہور [illegible]، ص [illegible])

7. Publications
    i. Articles and Papers 500
    ii. Books and Treatises 100

8. Circle of Publication
    i. Asia
    ii. Africa
    iii. Europe
    iv. America

9. Languages of Publications
    i. Urdu
    ii. Persian
    iii. Arabic
    iv. English
    v. French.
    vi. Hindi
    vii. Sindhi
    viii. Gujrati etc.etc.

10. Special Research Contribution
    i. *Encyclopedia of Islam*, Punjab University Lahore Pakistan
    ii. *Encyclopaedia of Islam* Amman (Jordan)
    iii. *Encyclopaedia Islamica*, Tehran (Iran)

11. Address
    2/17-C, P.E.C.H Society, Karachi (Pakistan)

12. Phone Number : 4552468

13. Fax Number : 92-21-2561574

14. Authors Biographies
    i. Dr.S.M. Arif: *Tazkara-i-Mas'ud*, Karachi, 1983
    ii. R.B. Mazhari: *Jahan-i-Mas'ud*, Karachi, 1985
    iii. A. Sattar Tahir: *Manzil ba Manzil*, Karachi, 1991
    iv. A. Sattar Tahir: *Takhassusat-i-Mas'ud-i- Millat*, Lahore, 1994
    v. A. Sattar Tahir: *Tidhkar-i-Mas'ud-i-Millat*, Lahore.
    vi. Dr. M.A. Anjum Latif: Dr. Masood Ahmad, Life and Works, Bihar University, Muzaffarpur (India), 1997

The Author At A Glance

1. Name

   Muhammad Mas'ud Ahmad

2. Qualifications

   i. M.A (Gold Medalist) 1958
   ii. Ph.D 1971

3. Awards

   i. Gold Medal 1958 (by The Chancellor University of Sindh)
   ii. Silver Medal 1958 (by The Vice Chancellor University of Sindh)
   iii. Gold Medal 1990 (by Pakistan Intellectual Forum)
   iv. Gold Medal 1991 (by Riza Research Institute, Karachi)
   Azaz-i-Fazilat Award 1992 (by The President of Pakistan)

4. Govt Services

   i. Lecturar, 1958-1966
   ii. Asstt Professor, 1966-1978
   iii. Professor, 1978-1992
   iv. Principal, 1970-1991
   v. Additional Secretory Govt of Sindh, 1992

5. Date of Retirement

   April 1992

6. Honourary Services

   i. Director of Research, Karachi University, Karachi.
   ii. Director of Research, S.A.L University, Khairpur, Sindh.
   iii. Member Board of Studies University of Sindh